TIGHT BINDING BOOK

TEXT FLY WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY

OU_222537

UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۱۷ Accession No. ۱۱۰۰۳

Author ع - ع

Title بادل مکس

This book should be returned on or before the date last marked below.

جانِ سخن

(مصنفۂ)

جلیل القدر حافظ جلیل حسن جلیل جانشین امیر مینائی لکھنوی المخاطب بہ

نواب فصاحت جنگ بہادر اُستادِ اعلیحضرت حضورِ پرنور نظام الملک

آصفجاہ سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

Checked 1978

بہ حسن سعی مولوی عبد الغفور صاحب شہرر ندوی مددگار ناظم ندوۃ العلما

در مطبع شاہی لکھنؤ طبع گردید

سنہ ۱۳۴۶ھ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

(لوح ہذا مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ)

طبع دوم ۱۰۰۰ جلد

إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

الحمد للہ کہ این دیوان فصاحت بنیان شگفت چمن ذوق سخن موسوم بہ

تاج سخن

نتیجۂ فکر استاد السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل جانشین امیر مینائی لکھنوی

در مطبع شاہی بندگان عالی لکھنؤ طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ تہنیت تخت نشینی جہان پناہ فلک بارگاہ بندگان عالی متعالی ظل سبحانی
خلیفۃ الرحمانی اعلیحضرت سکندر شوکت کیوان علم انجم خدم رستم دوران
افلاطون زمان سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ حضور پرنور ہزہائینس
نواب میر عثمان علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

بزم عشرت مین نئے رنگ کا سامان دیکھا | حالت وجد مین ساغر کو بھی رقصان دیکھا
پھول مقصد کے کھلے ہین تو شگوفے دل کے | جو نہ دیکھا تھا کبھی وہ چمنستان دیکھا
غنچہ و گل سے بھلا ضبط خوشی کیا ہوتی | ہنس پڑے وہ بھی جو سرکار کو خندان دیکھا
ہر شجر ہے شجر طور سے بڑھ کر روشن | ہر شگوفے کو چراغ تہ دامان دیکھا

تھی نسیم سحر آگاہ کہ ہے وقت خوشی — گر گئی شمع کو خاموش جو گریان دیکھا
ایک اک گھر پہ برستی ہوئی رحمت دیکھی — ایک اک دل سے نکلتے ہوے ارمان دیکھا
تخت کے تاج کے مالک مرے سرکار ہوے — تخت کو تاج کو تقدیر پہ نازان دیکھا
للہ الحمد کہ اورنگ نشین اقبال — بعد آصف[1] تجھے عثمان علی خان دیکھا
للہ الحمد کہ خدام وفا پرور نے — تجھے آقا تجھے مالک تجھے سلطان دیکھا
دیکھنا اس کو مسرت کا اثر کہتے ہین — دشمنون کے دہن زخم کو خندان دیکھا
ایک عالم ہے کہ مدہوش نظر آتا ہے — یہ نہ پوچھو کسے شادان کسے فرحان دیکھا
ابر رحمت کی طرح خلق خدا کے سر پہ — سایہ افگن تجھے اے سایۂ یزدان دیکھا
دوست دشمن پہ رعایا پہ زمانے بھر پر — تیری شفقت تری بخشش ترا احسان دیکھا
لوحش اللہ تجھے لاکھون مین یگانہ پایا — بارک اللہ تجھے سرحلقۂ شاہان دیکھا
حبذا ساتھ ترے نصرت باری دیکھی — مرحبا ہاتھ ترے فتح کا میدان دیکھا
کان سے وصف سکندر جو سنا تھا ہمنے — آنکھ سے آج وہ اے خسرو ذیشان دیکھا
کبھی چھپتے نہین اوصاف جو آبائی ہین — آصفی شان کو تیور سے نمایان دیکھا
روے رنگین پہ پسینے کا عجب عالم ہے — آب و آتش کو بہم دست و گریبان دیکھا
چوری چوری جو نظر شہ کی طرف جاتی ہے — رعب دربار یہ کہتا ہے کہ ہان ہان دیکھا

[1] آصف تخلص غفران مکان نواب میر محبوب علی خان بہادر آصفجاہ سادس کا ہے ۱۲

عہدِ دولت مین ترے رنج ہوا گنجِ مراد — دَورِ راحت مین ترے درد کو درمان دیکھا

نہ غمِ دُزد نہ رہزن کا کسی کو کھٹکا — رُعبِ شاہی کو رعایا کا نگہبان دیکھا

بخت و دولت کو حکومت کو جہانداری کو — تیرے قابل ترے لائق ترے شایان دیکھا

جس طرح ابر کے ٹکڑے سے ہو بارش مینہ کی — دستِ فیاض کو یون ہی گہر افشان دیکھا

دو نہین چار نہین سو نہین سو لاکھ نہین — سارے عالم کو ترا بندۂ احسان دیکھا

دولت و جاہ و حشم کو ہے عقیدت کیسی — اِسے شیدا اُسے صدقے اُسے قربان دیکھا

جس نے دربار ترا دیکھ لیا پھر اُس نے — آنکھ اُٹھا کر نہ کبھی سوے گلستان دیکھا

سچ ہے نظارۂ دربار کچھ آسان نہین — جس کو دیکھا صفتِ آئنہ حیران دیکھا

اُس نظر مین اثر اکسیر کا آجاتا ہے — جس نظر نے تجھے اے عیسیِ دوران دیکھا

یون ہی دیکھین فلکِ پیر کو ہم لاکھ برس — جس طرح آج ترا تابعِ فرمان دیکھا

ایک تجھ پر نہین موقوف زمانے کو جلیل
میر عثمان علیخان کا ثنا خوان دیکھا

مُبارکباد

راحت و عیش کا سامان ہو مُبارک تمکو — تخت و تاج اے شہِ عثمان ہو مُبارک تمکو

بخت واقبالِ سکندر ہو سزاوار تمہین — شوکت و شانِ سلیمان ہو مبارک تمکو

خسروِ ملکِ دکن قلعہ شکن شیر فگن — لقبِ رستمِ دوران ہو مبارک تمکو

ساری دنیا کو مبارک ہو تمھارا احسان — اور اللہ کا احسان ہو مبارک تمکو

دل شگفتہ ہین مسرت سے ہوا خواہون کے — یہ تروتازہ گلستان ہو مبارک تمکو

رتبۂ شاہی و دارائی و ظلِ الٰہی — میرے آقا مرے سلطان ہو مبارک تمکو

بھر دیا موتیون سے دامنِ امید جلیل
شہ کا دستِ گہر افشان ہو مبارک تمکو

مبارکباد

یہ مسندِ شاہی تمہین سرکار مبارک — یہ جشن مبارک ہو یہ دربار مبارک

غنچے جو چٹکتے ہین تو آتی ہے یہ آواز — دولت کا چمن عیش کا گلزار مبارک

کہتی ہے یہ خود شاہ کی پیشانیِ روشن — تقدیرِ رسا طالعِ بیدار مبارک

احباب کو تیری نگہِ لطف سزاوار — دشمن کو ترا خنجرِ خونخوار مبارک

لکھتا ہون جلیل آصفِ سابع کی مین تعریف
کیونکر نہ مرے حق مین ہون اشعار مبارک

فہرستِ غزلیات

صفحہ	مطلع	
	ردیف الف	
١	حزنِ جان کے لئے برق ہے جلوا تیرا	آفرین اُسکو جو ہے دیکھنے والا تیرا
٢	مین جو گھر سے طرفِ کوہ و بیابان نکلا	وحشتِ دل نے کہا آج یہ ارمان نکلا
٤	ساقی نے مستِ نرگسِ مستانہ کردیا	ایسی پلائی آج کہ دیوانہ کردیا
٥	فصلِ گل آئی ہوا حال پریشان اپنا	آج کچھ اور ہی کہتا ہے گریبان اپنا
س ٦	چشمۂ فیض یہ جاری رہے قاتل تیرا	اور اک وار کا مشتاق ہے بسمل تیرا
٧	پائمالی کے تو لایق دلِ ناشاد نہ تھا	کیا کوئی اور ستم اور ستم ایجاد نہ تھا
٧	کسقدر تھا گرم نالہ بلبلِ ناشاد کا	آگ پھولون مین لگی۔ گھر جل گیا صیاد کا
٨	یہ ستم مجکو نہ بھولے گا ستمگر تیرا	نیمجان چھوڑ کے چلتا ہوا خنجر تیرا
اسا ١٠	ہو کے مین تشنہ جگر تا درِ قاتل آیا	تیغ کے گھاٹ مجھے لیکے مرا دل آیا

صفحہ	مطلع	
۱۱	آبِ خنجر سے جو سیراب ہوا دل میرا	دی دعا مین نے کہ ٹھنڈا رہے قاتل میرا
۱۲	مجھسے رُوٹھا ہے تو رُوٹھا رہے قاتل میرا	بڑھکے قاتل سے ہے پہلو مین مرے دل میرا
۱۳	عہدِ شباب چشم زدن مین گزر گیا	جھونکا ہوا کا تھا اِدھر آیا اُدھر گیا
۱۴	ترکِ شراب کا مجھے برسون اثر رہا	چھوٹا جو دورِ جام تو دَورانِ سر رہا
۱۵	دلِ بسمل جو تپان سینۂ بسمل مین رہا	وجد مین خنجرِ قاتل کفِ قاتل مین رہا
۱۶	کونسا دل نہین اے یار نشانہ تیرا	ہر لبِ زخم پہ ہے آج فسانہ تیرا
۱۷	درِ خواجہ پہ مجھے لیکے مقدر آیا	للہ الحمد کہ پیاسا لبِ کوثر آیا
۱۸	کیا کہون جلوہ گہہ یار سے کیونکر نکلا	دونون ہاتھون سے سنبھالے دلِ مضطر نکلا
"	ہمارے قتل سے قاتل نے خوب نام کیا	یہ دھوم ہے کہ ادا نے قضا کا کام کیا
۱۹	اِس ادا سے وہ فتنہ گر نکلا	دل گیا ہاتھ سے جگر نکلا
۲۰	ناشاد رہ گیا نہ کوئی شاد رہ گیا	چرچا ستم کا اور ستم ایجاد رہ گیا
۲۱	حرفِ شکوہ نہ زبان سے دمِ بسمل نکلا	ناز بردار ترا نازکے قابل نکلا
۲۲	نذر کرتا ہون ابھی کاٹ کے مین سر اپنا	آپ نازک ہین مجھے دیجیے خنجر اپنا
۲۳	نباہ دیکھیے کیونکر ہو آشنائی کا	وفا کا شوق مجھے تجھکو بیوفائی کا
۲۴	یہ گل کھلا ہے نیا باغِ آشنائی کا	کہ دل بھی داغ مجھے دے گیا جدائی کا

صفحہ	مطلع	
۲۵	دل ہے اپنا نہ اب جگر اپنا	کر گئی کام وہ نظر اپنا
۲۶	رُک گیا چل کے ہاتھ قاتل کا	ہو گیا خون حسرتِ دل کا
۲۷	اُٹھ گئے سُن کے وہ گلہ دل کا	رہ گیا دل مین حوصلہ دل کا
۲۸	دامن جو چھو لیا ہے کسی گُلعذار کا	ملتا نہین مزاج نسیم بہار کا
۲۹	دیر مین آیا تو کیا قاصد شتاب آیا تو کیا	اُنکو آنا چاہیئے خط کا جواب آیا تو کیا
۳۰	موسمِ گُل مین عجب رنگ ہے میخانے کا	شیشہ جھکتا ہے کہ مُنھ چوم لے پیمانے کا
"	راز کُھلتا نہین میخوار پہ میخانے کا	سچ تو یہ ہے کہ بڑا ظرف ہے پیمانے کا
۳۱	نگاہِ لطف و عنایت سے فیضیاب کیا	مجھے حضور نے ذرّے سے آفتاب کیا
۳۲	ظالم مری وفا کا یہ اچھا صلا دیا	اک داغِ دل تھا اُسکو بھی تو نے مٹا دیا
۳۳	قاتل نے ہنس کے اور بھی مجھکو لُٹا دیا	چھڑکا نمک تو زخم نے کیا کیا مزا دیا
۳۴	مائلِ جور و ستم وہ بُتِ نادان نہ رہا	جی بہلنے کا ہمارے کوئی سامان نہ رہا
۳۵	جمالِ ہوشربا کاش وہ دکھا جاتا	قتیلِ خنجرِ اُلفت مجھے بنا جاتا
۳۶	مثلِ پروانہ فدا ہر ایک کا دل ہو گیا	یار جس محفل مین بیٹھا شمعِ محفل ہو گیا
"	بسملون مین کوئی نکلے گا نہ ہمسر میرا	تیغ دم بھرتی ہے مشتاق ہے خنجر میرا
۳۷	شوخی نے دلربا کو دل آزار کر دیا	غمزے کو تیر ناز کو تلوار کر دیا

صفحہ	مطلع		
۳۹	مقابل ناوکِ قاتل کے جب تک دل نہ ٹھہریگا		کسی لایق نہ نکلے گا کسی قابل نہ ٹھہریگا
۴۰	وہ کاش خنجرِ ابرو سے قتل کرجاتا		ہم اُسکو دیکھ تو لیتے بلا سے مرجاتا
۴۱	کربلا مین جو علی کا مہِ انور آیا	سلام	پوچھتی تھی یہ زمین کون فلک فرآیا
۴۲	بڑھ کے آغوش مین لیتا ہے ابھی دل اپنا		اس طرف رُخ تو کرے ناوکِ قاتل اپنا
۴۳	اُس کا جلوہ جو کوئی دیکھنے والا ہوتا		وعدۂ دید قیامت پہ نہ ٹالا ہوتا
"	وہ رنگ ہے بہار مین جامِ شراب کا		جیسے کسی حسین پہ عالم شباب کا
۴۴	روشن صفتِ آئنہ جو دل نہین ہوتا		وہ دل کسی معشوق کے قابل نہین ہوتا
۴۵	داغِ دل بن کے غمِ سیدِ ابرار رہا	سلام	زندگی بھر مجھے جلنے سے سروکار رہا
۴۶	نیم بسمل جو مجھے چھوڑ کے قاتل جاتا		ساتھ ہی اُسکے منانے کو مرا دل جاتا
۴۷	حسن و اُلفت مین خدا نے ربط پیدا کردیا		دردِ دل مجکو دیا تم کو مسیحا کردیا
۴۸	ترا جلوہ مجھے بیخود بنا جاتا تو کیا ہوتا		جگر مین دل مین آنکھون مین سما جاتا تو کیا ہوتا
۴۹	ناوکِ ناز کیا اِدھر آیا		چارہ سازِ دل و جگر آیا
۵۰	دل کے جانیکا الم کیون مجھے قاتل ہوتا		تیر پہلو مین جو آتا تو وہی دل ہوتا
۵۱	ہے ستم ناز سے آنا سرِ مدفن تیرا		خاک اُڑ کر نہ کہین تھام لے دامن تیرا

مطلع			صفحہ
	ردیفِ باے موحدہ		
آج قاتل کی تڑپ ہے دلِ بسمل کا جواب		نالۂ دل نے دیا خنجرِ قاتل کا جواب	۵۲
	ردیفِ باے فارسی		
زوال جسکو نہین ہے وہ آفتاب ہین آپ		کمالِ حُسن سے لاکھون مین انتخاب ہین آپ	۵۳
	ردیفِ تاے فوقانی		
آؤ دل مین رہو آرام سے گھر کی صورت		جا بجا پھرتے ہو کیون شمس و قمر کی صورت	۵۴
	ردیفِ تاے ہندی		
کہ دل بھی لوٹ گیا جان پہ بھی آئی چوٹ		خدنگِ ناز سے قاتل نے وہ لگائی چوٹ	۵۵
	ردیفِ ثاے مثلثہ		
میرے ہوتے ہمرے دشمن پہ جفا کیا باعث		مہربان ہو کے ہوے آپ خفا کیا باعث	۵۶

صفحہ	مطلع	
	ردیفِ جیم عربی	
۵۷	گلشن مین آگیا ہے جو وہ گلعذار آج	پھرتی ہے باغ باغ نسیم بہار آج
	ردیفِ جیم فارسی	
۵۸	میرے پہلو سے نہ قاتل تیر کھینچ	تیر کو اب صبر کر شمشیر کھینچ
	ردیفِ حاے حُطّی	
۵۸	نازک مزاج ہو نہ کوئی یار کی طرح	کھچتا ہے بات بات پہ تلوار کی طرح
	ردیفِ خاے مُعجّمہ	
۵۹	روتے روتے ہو گئے ہین دیدۂ خونبار سُرخ	آج کل میری نظر مین ہین در و دیوار سُرخ
	ردیفِ دالِ مُہملہ	
۶۰	تشنہ کامی سے جلن دل مین ہے لب پر فریاد	اے مرے بحرِ کرم ساقیِ کوثر فریاد

صفحہ	مطلع	
	ردیفِ دال ہندی	
۶۱	بیجا ہے یار الفتِ اغیار پر گھمنڈ	اُس گل پہ حیف ہے جو کرے خار پر گھمنڈ
	ردیفِ ذال معجمہ	
۶۲	ہے طرۂ زلفِ یار تعویذ	کس درجہ ہے باوقار تعویذ
	ردیفِ راے مہملہ	
۶۳	ذبح کرنے مین کمی او ستم ایجاد نکر	رحم کر رحم کے پردے مین یہ بیداد نکر
۶۴	عشق کے راز کو افشا دلِ ناشاد نکر	صبر کر صبر خدا کے لئے فریاد نکر
۶۵	کچھ نظر اُنکو نہین اپنے پریشانون پر	بال زلفون کے پڑے لوٹتے ہین شانون پر
۶۶	دل کے سب داغ کھلے ہین گلِ خندان ہوکر	رنگ لایا ہے یہ غنچہ چمنستان ہوکر
۶۸	ناز کرتا ہے جو تو حسن مین یکتا ہوکر	مین بھی نازان ہون ترا عاشقِ شیدا ہوکر
〃	قہر ڈھاتی ہے ادا تیری ستمگر ہوکر	تیر ہوکر اسے مارا اُسے خنجر ہوکر
۶۹	ناوکِ یار جو گزرا طرفِ دل ہوکر	آرزو دل کی پھڑکنے لگی بسمل ہوکر

صفحہ	مطلع	
	ردیفِ راے ثقیلہ	
٧٠	اے مرے دستِ طلب یار کے دامن کو نہ چھوڑ	چھوڑ دے سب کو مگر اُس بتِ پُرفن کو نہ چھوڑ
	ردیفِ زاے مُعجمہ	
٧١	آپ بن ٹھن کے جو ہوتے ہین خرامان ہر روز	چاک ہو جاتے ہین دو چار گریبان ہر روز
	ردیفِ سین مُہملہ	
٧٢	اُس طرف تیرِ دو پیکان ہے مرے قاتل کے پاس	اس طرف بہرِ ہدف اپنا جگر ہے دل کے پاس
	ردیفِ شین مُعجمہ	
٧٣	مری نظر کو ہے اک غیرتِ قمر کی تلاش	مری فغان کو ہے اک عمر سے اثر کی تلاش
	ردیفِ صادِ مہملہ	
٧٤	تیغِ قاتل مین اِک ادا ہے خاص	زخمِ بسمل مین اک مزا ہے خاص

صفحہ	مطلع		
	ردیفِ ضادِ معجمہ		
۷۵	یحل اُس کوچے مین اے شوق گلستان کے عوض		دل کرے نالہ کشی بلبلِ نالان کے عوض
	ردیفِ طائے مہملہ		
۷۶	اچھا نہین ہے ابروِ دلبر سے ارتباط		شامت ہے اُسکی جسکو ہو خنجر سے ارتباط
	ردیفِ ظائے معجمہ		
۷۷	عشق مین دل کا ہے خدا حافظ		ایسے بسمل کا ہے خدا حافظ
	ردیفِ عینِ مہملہ		
۷۷	وصل سے ہے اگر حیا مانع		قتل سے آپ کو ہے کیا مانع
	ردیفِ غینِ معجمہ		
۷۸	سیرِ چمن سے ہے جو مرا یار باغ باغ		ہر پھول باغ باغ ہے ہر خار باغ باغ

صفحہ	مطلع	
	ردیف فا	
۷۹	وہ آج گھر سے چلے ہیں مرے مکان کیطرف	بہار آتی ہے بلبل کے آشیان کی طرف
	ردیف قاف	
۸۰	اہل محفل ہیں مے ہوش ربا کے مشتاق	ہم ہیں ساقی تری مستانہ ادا کے مشتاق
	ردیفِ کافِ عربی	
۸۱	نیمجاں ہو کے تڑپتے رہیں بسمل کبتک	یہ رکاوٹ یہ کھچاوٹ تری قاتل کبتک
"	میں ہوں عشق میں سرگشتہ و حیران کبتک	اے جنون سلسلۂ زلف پریشان کبتک
	ردیفِ کافِ فارسی	
۸۲	وہ خوشنما ہے ترے روے لاجواب کا رنگ	بہار جسپہ تصدق کرے گلاب کا رنگ
	ردیفِ لام	
۸۳	تم چارۂ جگر ہو تمھیں ہو دوا اسے دل	پہلو میں تم جو آؤ تو قابو میں آئے دل

صفحہ	مطلع	
	ردیفِ میم	
۸۴	حُسن یہ ہے کہ دلربا ہو تم	عیب یہ ہے کہ بے وفا ہو تم
	ردیفِ نون	
۸۴	کونسا وصف ترے ابرو و مژگان مین نہین	بل یہ خنجر مین نہین نوک یہ پیکان مین نہین
۸۶	نگاہِ ناز سے عشّاق بسمل ہوتے جاتے ہین	مُبارک ہو ابھی سے آپ قاتل ہوتے جاتے ہین
۸۷	یا خدا دردِ محبت مین اثر ہے کہ نہین	جسپہ مرتا ہون اُسے میری خبر ہے کہ نہین
۸۹	دردِ دل لاکھ کہا اُنپہ اثر کچھ بھی نہین	دلمین رہتے ہین مگر دل کی خبر کچھ بھی نہین
۸۹	ساقیا دیر نہ کر کشتیِ مے لانے مین	جان پیاسونکی پڑی ہے ترے پیمانے مین
۹۰	صبر کی تاب اب اے تیغ مرے دلمین نہین	یا مرا سر نہین یا تو کفِ قاتل مین نہین
۹۱	عجیب رنگ کی مستی ہے چشمِ دلبر مین	شباب نے یہ بھری ہے شراب ساغر مین
۹۲	مین کسی اور سے کیون شکوۂ بیداد کرون	لُطف جب ہے کہ تجھی سے تری فریاد کرون
۹۳	وہ دلبری کی نظر سے اِدھر کو دیکھتے ہین	ہم اُنکی آنکھ کو اُنکی نظر کو دیکھتے ہین
״	زخم کھا کر جو کرے شکوہ وہ بسمل مین ہون	گرچہ ناقص ہون مگر عشق مین کامل مین ہون

صفحہ	مطلع		
۹۴	غمزۂ یار یہ کہتا ہے کہ خنجر مین ہون		ناز کہتا ہے یہ خنجر ہے تو جوہر مین ہون
۹۵	سچ ہے کہ یار سا کوئی جادو نظر نہین		دل لیگیا وہ چھین کے مجکو خبر نہین
۹۶	اک برق وش کو دیکھ کے ہون اضطراب مین		آنکھون نے مجکو ڈالدیا کس عذاب مین
۹۷	جن کا شہرہ تھا کبھی مصر کے بازار مین	سلام	وہ بھی ہین یوسفِ زہراؑ کے خریدار مین
	ردیفِ واو		
۹۸	کردے یہ خبر کوئی بُتِ شوخ ادا کو		عُشّاق ترے ڈھونڈتے پھرتے ہین قضا کو
۹۹	دیتے ہی بنی جان ہمین اُسکی ادا کو		کیا کیجیے روکا نہین جاتا ہے قضا کو
۱۰۱	واے قسمت یہ ہوا عشق مین حاصل مُجکو		دے گیا داغ جُدائی کا مرادل مُجکو
”	میری آنکھون سے مرے یار کا جلوا دیکھو		چشمِ مجنون سے بہارِ رُخِ لیلےٰ دیکھو
۱۰۲	جب سے اے تیغِ ادا چھوڑ گئی تو مجکو		کوئی تسکین کا ملتا نہین پہلو مجکو
۱۰۳	بے پیئے چین اب آتا نہین دم بھر مجکو		لبِ معشوق ہے ساقی لبِ ساغر مجکو
۱۰۴	کرتا ہون یاد شام سے ابروے یار کو		خنجر سے کاٹتا ہون شبِ انتظار کو
۱۰۵	کیون اشک نہ پیارا ہو مرے دیدۂ تر کو		پالا ہے بڑے ناز سے اس لختِ جگر کو
”	نالہ کرنے کی نہ تھی عشق مین عادت مجکو		تو نے مجبور کیا دردِ محبت مجکو

صفحہ	مطلع	
۱۰۶	جان دیتا ہون بڑے شوق سے قاتل تجکو	اِس تمنا مین کہ دیکھون دمِ بسمل تجکو
۱۰۷	چین لینے نہین دیتا دلِ نادان مجکو	لیچلا پھر طرفِ کوچۂ جانان مجکو
۱۰۸	صاف کہتی ہے فتنہ گر تجکو	تیری جادو بھری نظر تجکو
۱۰۹	نیا عُروج مبارک ہو جانِ جان تجکو	ستمگری نے بنایا ہے آسمان تجکو
	ردیفِ ہاے ہوّز	
۱۱۰	عشق کرنا تھا نہ تجکو نگہِ یار کیساتھ	کھیلتا ہے دلِ نادان کوئی تلوار کیساتھ
	ردیفِ یاے تحتانی	
۱۱۱	تلوار کھچکے پنجۂ قاتل مین رہ گئی	بسمل کی آرزو دلِ بسمل مین رہ گئی
۱۱۲	نکلی نہ آہ منھ سے مرے دلمین رہ گئی	صد شُکر بات غیر کی محفل مین رہ گئی
۱۱۴	شبِ وعدہ عُذر حنا ہو رہا ہے	وہان آج خونِ وفا ہو رہا ہے
۱۱۵	ہم آغوش وہ مہ لقا ہو رہا ہے	فلک سے کہو آج کیا ہو رہا ہے
۱۱۶	دل جا رہا ہے چھوٹ کے زُلفِ سیاہ سے	او چشمِ یار باندھ لے تارِ نگاہ سے
۱۱۷	ہنستے تو ہین گرا کے وہ بجلی نگاہ سے	دم بھر مین دم گھٹے گا مرے دودِ آہ سے

صفحہ	مطلع	
۱۱۸	عصمت کا ہے لحاظ نہ پروا حیا کی ہے	یہ سن غضب کا ہے یہ جوانی بلا کی ہے
۱۲۰	مانا کہ ہے خو اُن مین شوخی و شرارت کی	ہمکو ہے نظر اسپر صورت ہے قیامت کی
۱۲۱	وہ شمع بھی تربت پہ جلانے نہین دیتے	دلسوز کو آنسو بھی بہانے نہین دیتے
″	زلف لیلیٰ نہین تو پھر کیا ہے	دل کو سودا نہین تو پھر کیا ہے
۱۲۲	کیا ہوا گر برق دم خنجر کف قاتل مین ہے	تو ڑ ہے اُسکا جو بجلی کی تڑپ بسمل مین ہے
۱۲۴	مژدۂ دید مجھے دیدۂ تر دیتا ہے	درد اُٹھ کر ترے آنیکی خبر دیتا ہے
۱۲۵	اک سنگدل حسین کو دلبر بنائین گے	ہم بھی جگر کو آج سے پتھر بنائین گے
۱۲۶	اِک چُلبلے حسین کو دلبر بنائین گے	بجلی سے تجھے ہم اسے دلِ مضطر بنائین گے
۱۲۷	کچھ غمِ عشق نے چھوڑا نہین بسمل کیلئے	صرف اک جان لگا رکھی ہے قاتل کیلئے
۱۲۸	آج قسمت درِ خواجہ پہ مجھے لائی ہے	یہی وہ در ہے جہان لطفِ جبین سائی ہے
۱۲۹	صبا نے مجکو سنگھائی ہے جب سے بو تیری	چمن چمن لیے پھرتی ہے جستجو تیری
۱۳۰	ہر اک محفل مین ذکر نرگسِ مستانہ ہوتا ہی	یہی مے ابتو چلتی ہے یہی پیمانہ ہوتا ہے
۱۳۱	دلِ صد چاک ہے موزون غمِ جانان کیلئے	یہ ہوا دار مکان ہے اسی مہمان کے لئے
۱۳۲	جھومتا آج مرا مستِ شباب آتا ہے	کوئی دیکھے تو کہے پی کے شراب آتا ہے
۱۳۳	دلجلے عشق کے ڈرتے نہین جلجانے سے	لذتِ سوزِ جگر پوچھیے پروانے سے

صفحہ	مطلع	
۱۳۴	جی مین آیا تھا کرون کچھ مین شکایت تیری	چٹکیان لینے لگی دل مین محبت تیری
۱۳۵	اُڑتے ہین ہوش ابروِ دلبر کے سامنے	کیا مُنھ کسی کا آئے جو خنجر کے سامنے
۱۳۶	نگاہ تاک مین او بیوفا ہے کس کس کی	کہان گرے گی یہ بجلی قضا ہے کس کسکی
۱۳۷	چلتے پھرتے جہان نظر آئے	آنکھ سے دل مین وہ اُتر آئے
۱۳۸	اُن کے سب تیر دل مین در آئے	اب یقین ہے مُراد بر آئے
۱۳۹	چل کے خنجر جو تڑپاتا بگلو آتا ہے	صدقے ہونے کو رگِ جان سے لہو آتا ہے
؍؍	تیری چتون کے شہیدون مین یہ ناشاد بھی ہے	او مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے
۱۴۰	دیکھا جو حسنِ یار طبیعت مچل گئی	آنکھون کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی
؍؍	اک ذرا اُٹھ تو سرِ قبر گذرنے والے	دہنِ گور سے کچھ کہتے ہین مرنے والے
۱۴۱	یون تو ممکن نہین دم بھر دلِ بسمل ٹھہرے	ہان عجب کیا ہے ہتہ خنجرِ قاتل ٹھہرے
۱۴۲	بڑھ کے پتھر سے حسینون کا جگر ہوتا ہے	لاکھ فریاد کرو کون خبر ہوتا ہے
؍؍	ساقی بھی ہے چمن بھی ہے ٹھنڈی ہوا بھی ہے	ٹوٹے جو آج توبہ تو اے دل مزا بھی ہے
۱۴۳	تڑپا کے دل مرا نگہِ یار رہ گئی	تھوڑی سی چلکے آج یہ تلوار رہ گئی
۱۴۴	ساقیا کیون نہ ہوس ہو مجھے میخانے کی	دل ہے شیشے کا مرا آنکھ ہے پیمانے کی
۱۴۵	بدن مین دم نہ رگون مین رہا لہو باقی	مگر گلے کو ہے خنجر کی آرزو باقی

صفحہ	مطلع	
۱۴۵	فرقت مین بھی شگفتہ دلِ داغدار ہے	قدرت خدا کی ہے کہ خزان مین بہار ہے
۱۴۶	غیر کیا ناز اُٹھائین گے بہت مشکل ہے	یہ ہمارا ہے کلیجا یہ ہمارا دل ہے
۱۴۷	نہ اشکون سے گلہ مجکو نہ شکوہ آہِ سوزان سے	ہوا ہے فاش پردہ اے جنون چاکِ گریبان سے
۱۴۸	گرے تھے چند قطرے خون کے جو نوکِ مژگان سے	فقط آگاہ کرنا تھا کسی کو زخمِ پنہان سے
۱۴۹	دل مین آتا ہے کہ وہ سوے جگر جاتا ہے	دیکھئے آج ترا تیر کدھر جاتا ہے
۱۵۰	وصالِ یار بھی ہے دور مین شراب بھی ہے	قمر بھی ہے مرے پہلو مین آفتاب بھی ہے
۱۵۱	علاج کی نہین حاجت دل و جگر کیلئے	بس اک نظر تری کافی ہے عمر بھر کیلئے
۱۵۲	کچھ لطف اُٹھایا نہ ستمگر کے ستم سے	چلتی ہوئی تلوار بھی منھ موڑ کے ہم سے
۱۵۳	ملتی نہین کچھ اہلِ چمن کی خبر مجھے	لیچل اُڑا کے تو ہی نسیمِ سحر مجھے
۱۵۴	ہونے دے کامیاب دمِ امتحان مجھے	اے تیغِ ناز چھوڑ چلی تو کہان مجھے
۱۵۵	موسمِ گل ہے نہ رکھ قید مین صیاد مجھے	ذبح کر ڈال جو کرتا نہین آزاد مجھے
۱۵۶	دل ہے ناوک کیلئے سینہ ہے خنجر کیلئے	رہ گئی جان اکیلی وہ ہے دلبر کیلئے
۱۵۷	کچھ عجب لطف ترا تیرِ نظر رکھتا ہے	جانتا ہے وہی جو زخمِ جگر رکھتا ہے
″	کیا کہون مین کہ ترے عشق مین کیا ہوتا ہے	درد کا لطف تڑپنے کا مزا ہوتا ہے
۱۵۸	محفلِ یار مین اب شرکتِ اغیار بھی ہے	وہ مثل ہے کہ جہان گل ہے وہان خار بھی ہے

صفحہ	مطلع		
۱۵۹	بسمل نگاہِ ناز سے دل بھی جگر بھی ہے		نالہ بھی ہے گواہ مرا چشمِ تر بھی ہے
۱۶۰	چھیڑنا خنجرِ قاتل کا مزا دیتا ہے		گدگدا کر مرے زخموں کو ہنسا دیتا ہے
۱۶۱	آنکھ لڑتے ہی ہوا عشق کا آزار مجھے		چشمِ بیمار تری کر گئی بیمار مجھے
〃	دل ہے وہی کہ جس مین تری آرزو رہے		گُل ہے وہی کہ جسمین محبّت کی بُو رہے
۱۶۲	خنجرِ ناز و ادا سے نہ بچا دل کوئی		بیجان ہے کوئی کُشتہ کوئی بسمل کوئی
۱۶۳	بے پیے کہتے ہین سب رندِ مے آشام مجھے		بیخودی تو نے کیا مفت مین بدنام مجھے
۱۶۴	جوش رونے کا غمِ سیّد ابرار مین ہے	سلام	دل مین جو کچھ تھا لہو دیدۂ خونبار مین ہے
۱۶۵	ابتدا مین ہے یہ جفا تیری		دیکھیے کیا ہو انتہا تیری
۱۶۶	خوب پردہ یہ نکالا ہے ستمگر تو نے		آنکھ سے چھپکے مرے دل مین کیا گھر تو نے
۱۶۷	تیغِ قاتل نے عجب رنگ جما رکھا ہے		خون کا نام ستمگر نے حنا رکھا ہے
〃	گرچہ بیداد سے خالی نہین دلبر کوئی		غیر ممکن ہے کہ تجھسا ہو ستمگر کوئی
۱۶۸	ملائیے نہ مجھے خاک مین خدا کے لیے		ملے گا پھر نہ کوئی آپ کو جفا کے لیے
۱۶۹	توبہ کرنے سے بدلتی نہین عادت اپنی		آگئی پھر کسی کافر پہ طبیعت اپنی
۱۷۰	کیا ملا تمکو مرے عشق کا چرچا کر کے		تم بھی رُسوا ہوئے آخر مجھے رُسوا کر کے
۱۷۱	ساقیا تو جو اسے ہاتھ لگا دیتا ہے		ساغرِ ہوش رُبا ہوش اُڑا دیتا ہے

صفحہ	مطلع	
۱۷۱	کرکے وابستۂ گیسوئے پریشان تو نے	کس بلا مین مجھے ڈالا دلِ نادان تو نے
۱۷۲	تم جو کہتے ہو کہ دل کی مجھے پروا کیا ہے	اپنی چتون سے تو پوچھو کہ ارادا کیا ہے
۱۷۳	لیجئے پھر اُسی ظالم پہ طبیعت آئی	رحم آیا کبھی جس کو نہ مرّوت آئی
۱۷۴	اسقدر ظلم مُناسب نہین صیّاد تجھے	مرغِ بسمل نہ بنادے مری فریاد تجھے
؍؍	اشکون نے گرکے خاک پہ مٹّی خراب کی	کیا کیا ہنسی اُڑی مری چشمِ پُرآب کی
۱۷۵	بل ہے ابرو پہ لب پہ گالی ہے	جو ادا ہے تری نرالی ہے
۱۷۶	حُسن کہتا ہے دلرُبا تو ہے	آنکھ کہتی ہے بے وفا تو ہے
۱۷۷	تیغ ادا ملی ہے جو بیداد گر تجھے	وہ زخم دے کہ یاد کرون عُمر بھر تجھے
۱۷۸	حُسن مین آفتِ جہان تو ہے	چال مین خنجرِ رَوان تو ہے
۱۷۹	تم بھی سرگرم ستم ہو فلکِ پیر بھی ہے	یہ سمجھ لو کہ مری آہ مین تاثیر بھی ہے
۱۸۰	چھپنے والے تجھے خبر بھی ہے	نگہِ شوق پردہ در بھی ہے
۱۸۱	مین اپنے ہُوش مین اے فتنہ گر نہین نہ سہی	تری خبر تو ہے اپنی خبر نہین نہ سہی
۱۸۲	زلف برہم ہے پھری جاتی ہے مژگان ہمسے	دونون ملکر نہ کہین چھین لین ایمان ہم سے
۱۸۳	یہی ارمان ہے ستمگر نہین ارمان کوئی	دل مین رہ رہ کے کھٹکتا ہے پیکان کوئی
۱۸۴	بُتِ نادان تجھے خبر کیا ہے	جذبۂ عشق مین اثر کیا ہے

صفحہ	مطلع		
۱۸۵	زخمِ دل وجگر کا شکوہ کرون تو کس سے		مین اپنے چارہ گر کا شکوہ کرون تو کس سے
〃	لے اُڑی پھر ہوسِ زُلفِ گرہ گیر مجھے		غیر ممکن ہے کہ اب روک لے زنجیر مجھے
۱۸۶	ہائے شبیرؑ نہ پائین لبِ دریا پانی	سلام	بات ایسی ہے کہ ہوتا ہے کلیجا پانی
۱۸۸	تری صورت پہ صدقے خوش جمالی ہوتی جاتی ہے		مری حالت پہ قربان خستہ حالی ہوتی جاتی ہے
۱۸۹	اِن حسینون کی ادا طُرفہ ادا ہوتی ہے		جو وفا اِن سے کرے اُسپہ جفا ہوتی ہے
۱۹۰	اُسکو سمجھائیے کیونکر غمِ فرقت کیا ہے		جس کو یہ بھی نہین معلوم محبّت کیا ہے
۱۹۲	نگہِ ناز تری کہتی ہے قاتل مجھ سے		تیر کا نام ہے دل ہوتے ہین بسمل مجھ سے
〃	وہ سروقد ہے چمن پر ہے گُلعذار بھی ہے		ہزار شکر کہ میرے گلے کا ہار بھی ہے
۱۹۳	کہے بغیر ہے سب کیفیت عیان میری		یہ حال ہے کہ خموشی ہے خود زبان میری
۱۹۴	جو رُعبِ حسن سے خاموش ہے زبان میری		سُنا رہے ہین لبِ زخم داستان میری
〃	ساقیا صُحبتِ دیرینہ جو یاد آتی ہے		چشمِ تر صورتِ پیمانہ چھلک جاتی ہے
۱۹۵	وہ اُلجھین کیون نہ آہون سے وہ بگڑین کیون نہ شیون سے		کلیجا تھام کر اُٹھنا پڑا ہے بزمِ دشمن سے
۱۹۶	کسی شکر پری کا روئے زیبا ہم بھی دیکھینگے		بلا سے ہوش اُڑجائین وہ جلوا ہم بھی دیکھینگے
۱۹۷	چرکے دیتا ہے وہ مِل کر کبھی کھچکر ہم سے		چال تلوار کی چلتا ہے ستمگر ہم سے
۱۹۸	رہتی ہے بیخودی مین تری جستجو مجھے		گُم اس لیے ہوا ہون کہ ملجائے تو مجھے

صفحہ	مطلع	
۱۹۹	مجھے جب دم خیالِ نرگسِ مستانہ آتا ہے	بڑی مشکل سے قابو مین دلِ دیوانہ آتا ہے
۲۰۰	اثر اتنا تو الٰہی مری فریاد کرے	مین ہون خاموش تو نالہ مرا صیاد کرے
۲۰۱	عجب ادا سے چمن مین بہار آتی ہے	کلی کلی سے مجھے بوئے یار آتی ہے
۲۰۳	صبا لیے خبرِ وصلِ یار آتی ہے	خزان رسیدہ چمن مین بہار آتی ہے
۲۰۴	نہ یہ جنون تھا نہ ایدل یہ اضطراب مجھے	خراب تو نے کیا خانمان خراب مجھے
۲۰۵	ابھی سے آفتِ جان ہے ادا ادا تیری	یہ ابتدا ہے تو کیا ہوگی انتہا تیری
"	کریگا سر حزو کس کو جدا اے خنجر روان تو ہے	یہ کس کا بخت چمکا ہے کہ سپہر مہربان تو ہے
۲۰۷	درد سے واقف نہ تھے غم سے شناسائی نہ تھی	ہائے کیا دن تھے طبیعت جب کہین آئی نہ تھی
۲۰۸	یاس کا عالم نہ تھا یا بیکسی چھائی نہ تھی	سو بلائین تھین شبِ غم ایک تنہائی نہ تھی
۲۰۹	ظالم بتون سے آنکھ لگائی نہ جائیگی	پتھر کی چوٹ دل سے اٹھائی نہ جائیگی
۲۱۰	کھینچئے تیغ اگر آپ ہین ہمت والے	قتل کو جشن سمجھتے ہین محبت والے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیفِ الف

خرمنِ جان کے لیے برق ہے جلوا تیرا
آفرین اُسکو جو ہے دیکھنے والا تیرا

دیکھنے پر نہین کچھ حُسن کی شہرت موقوف
تو ہے پردے مین زمانے مین ہی چرچا تیرا

مجکو سرکارِ جنون سے یہ ملے ہین تمغے
بیڑیان پاؤن مین ہین سر مین ہے سودا تیرا

پھول سی شکل تری دیکھکے دل آیا تھا
کیا خبر تھی کہ ہے پتھر کا کلیجا تیرا

جان لی تونے ہزارون کی مگر اسپر بھی
دردمندون مین رہا نام مسیحا تیرا

سن ابھی مشقِ ستم کا نہین نادان ہی تو
کوئی تڑپے گا تو اُچھلے گا کلیجا تیرا

پھل تجھے خنجرِ قاتل کا مبارک اے دل
باردر خوب ہوا نخلِ تمنّا تیرا

کہہ گیا شمع سے پروانہ کہ ناممکن ہے
مین جلون اور کلیجا رہے ٹھنڈا تیرا

جسکو انکار قیامت سے ہے ای فتنہ خرام
اُسنے دیکھا نہین شاید قدِ رعنا تیرا

ایک خنجر تو ترے ہاتھ مین ہے ای قاتل
دوسرا خنجرِ خونریز ہے غمزا تیرا

یہ بھی اک تیری نزاکت کا اثر ہے ظالم
دل سے لب تک نہین آتا کبھی شکوا تیرا

مین تو قائل ہون اس اندازِ مسیحائی کا
مرنے دیتا نہین عشّاق کو وعدا تیرا

رکھا مجھے جامِ شہادت سے نہ قاتل محروم
تیغ بے آب سہی دل تو ہے دریا تیرا

دن کٹین ہجر کے اسکی کوئی تدبیر نہین
صرف اے خنجرِ قاتل ہے سہارا تیرا

یار و اغیار سے شکوہ تجھے ناحق ہے جلیل
سب سے بڑھکر ہے مصیبت دلِ شیدا تیرا

مین جو گھر سے طرفِ کوہ و بیابان نکلا
وحشتِ دل نے کہا آج یہ ارمان نکلا

کوئی تسکین کا پہلو نہ مری جان نکلا
دل تہ پہلو سے نہ دل سے کوئی ارمان نکلا

دیکھتے تھے وہ جس آئینے مین صورت اپنی
وہی آئینہ کسی کا دلِ حیران نکلا

اشکِ خون نالۂ جانسوز فغانِ پُردرد
سب تو نکلے مگر افسوس نہ ارمان نکلا

ایک سے ایک زیادہ ہے یہان وحشت مین
آستین کی جو خبر لی تو گریبان نکلا

ایک دم کو دلِ پُرخون مین جو آبیٹھا تھا
سُرخرو ہوکے ترے تیر کا پیکان نکلا

نہ سنبھلنا تھا مرے دل کو نہ اب تک سنبھلا
نہ نکلنا تھا مرے دل سے نہ ارمان نکلا

پنجۂ عشق سے دونون کی ہوئی پردہ دری
ٹیکے دامن کو ترے میرا گریبان نکلا

ناوکِ ناز سے کتنے ہوے روزن دل مین
واے تقدیر کہ اسپر بھی نہ ارمان نکلا

کیا تماشا تھا خدا جانے کہ اُس کوچے سے
کوئی مدہوش کوئی چاک گریبان نکلا

اسکو کہتے ہین رفاقت کہ مرے پہلو سے
دل کو بھی ساتھ لئے تیر کا پیکان نکلا

سُرخرو کر گئی دونون کو شہادت میری
نام تو آپ کا نکلا مرا ارمان نکلا

رازدان بنکے محبت کا جو دم بھرتا تھا
خوب دیکھا تو وہی دشمنِ ایمان نکلا

جوشِ وحشت مین گلو گیر ہوا ایسا ایک
طوق نے اُسکی جگہ لی جو گریبان نکلا

مین نے بتخانہ مین اللہ کی قدرت دیکھی
برہمن بنکے گیا ہو کے مسلمان نکلا

حُسن کو داغ دیا عشق نے بدنامی کا
قیس کے ہاتھ سے لیلیٰ کا گریبان نکلا

اُڑ گئے ہوش جو قاتل نے کیا چاک اسے
ایک اک گوشۂ دل حشر کا میدان نکلا

گھر جو آرام کا پائے تو کوئی کیون چھوڑے
بیٹھکر دل مین نہ پھر تیر کا پیکان نکلا

کون آیا ہے چمن مین جو حیا کے مارے
شاخ سے غنچۂ گُل سر بگریبان نکلا

سب نے جانا کہ چلی تیغ کھلے میدان مین
اس ادا سے سرِ محشر وہ خرامان نکلا

کیا کہون آپ سے مین حال زمانے کا جلیل
دل دیا جسکو وہی جان کا خواہان نکلا

ساقی نے مستِ نرگسِ مستانہ کردیا
ایسی پلائی آج کہ دیوانہ کردیا

ٹھنڈا رہے وہ جسنے لگا کر جگر مین آگ
شمعِ جمال کا مجھے پروانہ کردیا

تیرا شباب دیکھ کے جاتے رہے حواس
فصلِ بہار نے مجھے دیوانہ کردیا

ہوتا ہے سحر آنکھ مین لیکن نہ اسقدر
جسپر نگاہ پڑگئی دیوانہ کردیا

منظور تھا کہ نام ہو روشن جہان مین
خود شمع بن گئے مجھے پروانہ کردیا

سو سو کو مست کرتے ہین اک اک نگاہ مین
جس بزم مین گئے اُسے میخانہ کردیا

پردے کی شکل خوب نکالی یہ آپنے
آیا جو سامنے اُسے دیوانہ کردیا

اے شیخ یان گرہ مین نہ تقویٰ نہ زہد ہے
جو کچھ تھا نذرِ شیشہ و پیمانہ کردیا

خلقت مین دونون ایک ہین لیکن خدا کی شان
تجکو پری کیا مجھے دیوانہ کردیا

اُس شمع رو نے ہوکے گلستان مین بے حجاب
ایک ایک عندلیب کو پروانہ کردیا

رسوائیون کے خوف سے آفت مین جان تھی
اچھا کیا جو آپ نے دیوانہ کردیا

اغیار و یار کی مجھے پہچان کیا رہے
سب سے ترے خیال نے بیگانہ کردیا

رہنا نگاہِ ناز کی زد سے بچے ہوے
ہشیار تجکو اے دلِ دیوانہ کردیا

کی محتسب نے آج یہ اصلاحِ میکدہ
شیشون کو توڑ توڑ کے پیمانہ کردیا

ہر وقت اِس مین شوخ حسینون کا ہے خیال

دل کو جلیل تم نے پریشانہ کر دیا

فصلِ گل آئی ہوا حال پریشان اپنا
آج کچھ اور ہی کہتا ہے گریبان اپنا

ضعف سے درد کا اُٹھنا بھی گیا وائے نصیب
تھا وہی ایک انیسِ شبِ ہجران اپنا

اشکِ خون دیکھ کے ہنستے ہو مگر یاد رہے
رنگ لائیگا کبھی دیدۂ گریان اپنا

کسقدر نالۂ بلبل مین اثر ہوتا ہے
رکھدیا پھاڑ کے پھولون نے گریبان اپنا

اشک آنکھون مین فغان لب پہ تمنا دلمین
کچھ اگر ہے تو یہی ہے سر و سامان اپنا

دل تڑپتا ہے جو قاتل تو مزہ آتا ہے
اور کچھ دیر چُبھا رہنے دے پیکان اپنا

اے جنون تیری بدولت یہ ملین جاگیرین
کوہ اپنا یہ چمن اپنا ہے بیابان اپنا

پھول داغون کے مرے دلمین ہین پھل زخمون کے
آج کل سیر کے قابل ہے گلستان اپنا

خوب کرتے ہین جو ہم جامہ دری کرتے ہین
ہاتھ اے ناصحو اپنا ہے گریبان اپنا

ان طرحدارون سے ملتے ہوئے جی ڈرتا ہے
کسی آفت مین نہ ڈالے دلِ نادان اپنا

یہی دونون ہین جو بدنام کیا کرتے ہین
نگہِ شوخ تمھاری دلِ نادان اپنا

تیغ کھینچی ہے تو اب دیر ہے کیا بسم اللہ
جو تمھاری ہے تمنا وہی ارمان اپنا

دل لیا آپ نے اسکا تو کوئی ذکر نہین
بوسہ اک دیکے جتانے لگے احسان اپنا

اب مجھے گردشِ ایام سے کیا خوف جلیل

للہ الحمد ہے آقا شہِ عثمان اپنا

چشمۂ فیض یہ جاری رہے قاتل تیرا
اور اک وار کا مشتاق ہے بسمل تیرا

تونے اے ماہِ فلک داغِ جگر دیکھا ہے
ہم نے بھی ایک نکالا ہے مقابل تیرا

چلبلا ہے دلِ بیتاب اگر شوخ ہے تو
ہم نے بھی ایک نکالا ہے مقابل تیرا

مین پشیمان ہوا سامنے لاکر دل کو
وہ یہ کہتے ہین مبارک ہو تجھے دل تیرا

روز سیراب ہوا کرتے ہین پیاسے دو چار
دمِ سلامت رہے ای خنجرِ قاتل تیرا

پھر بتادون مین تجھے دردِ محبت کیا ہے
مجھپر آجائے اگر میری طرح دل تیرا

رگِ جان رہ گئی باقی تو قیامت ہوگی
ذبح کرنے مین رکے ہاتھ نہ قاتل تیرا

یون تو دنیا تجھے کہتی ہے مسیحا لیکن
نام مشہور ہے عشاق مین قاتل تیرا

اب علاجِ دلِ بیتاب بہت مشکل ہے
وہ بھی کہتے ہین مرے بس کا نہین دل تیرا

ایسے ہوتے ہین کہان ناز و نزاکت والے
دل مین آتا ہے تصور بھی بمشکل تیرا

تجھسے ملکر صنم اللہ کی قدرت دیکھی
پھول سی شکل ہے پتھر ہے مگر دل تیرا

آئینہ سامنے رکھا ہے بہت ناز نہ کر
تجھسے کچھ کم نہین اے شوخ مقابل تیرا

گلِ رخسار کی پہونچی ہے کہانتک خوشبو
ذکر کرتے ہین گلستان مین عنادل تیرا

دیکھیے سر بھی نہ سبکدوش ہوا وائے نصیب
میری گردن پہ اب احسان ہے قاتل تیرا

مین تڑپتا ہون کہ روتا ہون تجھے کیا ناصح
میری آنکھین نہ تری ہین نہ مرا دل تیرا

دستِ نازک سے ترے تیغ کا بوجھ اُٹھوایا
کچھ بھی غیرت ہے تو کٹ جائیگا بسمل تیرا

کس مپرسی کا گلہ کر نہ حسینون سے جلیل
کیا کرے لیکے کوئی درد بھرا دل تیرا

پائمالی کے تو لائق دلِ ناشاد نہ تھا
کیا کوئی اور ستم اُو ستم ایجاد نہ تھا

کل کی ہے بات کہ ایسا ستم ایجاد نہ تھا
تو دل آزار تھا بیدرد تھا جلّاد نہ تھا

ناز و غمزے بھی رہے میری شہادت مین شریک
لاکھ چھریان تھین فقط خنجرِ جلّاد نہ تھا

اللہ اللہ اسے جادو نظری کہتے ہین
آنکھ اُسنے جو ملائی دلِ ناشاد نہ تھا

بُو جو گُل سونگھ کے تو مست رہی اے بلبل
خیر گزری کہ تری تاک مین صیاد نہ تھا

صرف تیرے دلِ نازک کا رہا مجکو خیال
ورنہ اے یار کوئی مانعِ فریاد نہ تھا

عشقِ صیّاد کا پھندا ہے بلا کا پھندا
مین تھا آزاد قفس سے مگر آزاد نہ تھا

ہاتھ کیون روک لیا اُس نے دمِ ذبح جلیل
شکر تھا لب پہ مرے شکوۂ بیداد نہ تھا

کس قدر تھا گرم نالہ بلبلِ ناشاد کا
آگ پھولون مین لگی گھر جل گیا صیّاد کا

غیر کیا جانے مزہ معشوق کی بیداد کا
عشقبازون مین مسیحا نام ہے جلّاد کا

سہل سمجھا تھا ستانا بلبلِ ناشاد کا
چار نالون مین کلیجا ہل گیا صیاد کا

زیرِ خنجر مین تڑپتا ہون فقط اسواسطے
خون میرا اُڑکے دامنگیر ہو جلاد کا

درپئے آزار پہلے آسمان اتنا نہ تھا
پا گیا ہے کچھ اشارہ اُس ستم ایجاد کا

اب تو وہ بھی لوٹ ہے بلبل تری آواز پر
بارک اللہ خوب پھانسا تونے دل صیاد کا

اُسکے صدقے جائیے جسنے تجھے پیدا کیا
شکل دی حور و پری کی دل دیا جلاد کا

وصل مین کیسا ادب ایجان گستاخی معاف
آج لینا ہے مجھے تم سے عوض بیداد کا

تیغ و خنجر رہ گئے ناز و ادا کے سامنے
کام چلتا ہے انھین چھریون سے اب جلاد کا

مجکو ہے ایسا چمن درکار جسمین اے نسیم
خوف گلچین کا نہو کھٹکا نہو صیاد کا

آپ بھی خنجر بکف ہین مین بھی ہون سینہ سپر
رہ نہ جائے آج کوئی حوصلہ بیداد کا

آصفِ سابع کے آئے ہین قدم جب سے جلیل
بمبئی مین ہر طرف غل ہے مبارکباد کا

یہ ستم مجکو نہ بھولے گا ستمگر تیرا
نیمجان چھوڑ کے چلتا ہوا خنجر تیرا

ایسے چھپنے سے نہ چھپنا ہی تھا بہتر تیرا
تو ہے پردے مین مگر ذکر ہے گھر گھر تیرا

پانی پانی مری توبہ ہو نہ کیون اے ساقی
دیکھ پایا ہے چھلکتا ہوا ساغر تیرا

ساقیا گردشِ قسمت سے عوض لینا ہے
چاہتا ہون کہ رہے دَور مین ساغر تیرا

تیغ کھا کھا کے بنایا یا تجھے قاتل کس نے — مین نہ ہوتا تو نہ کھُلتا کبھی جوہر تیرا
دہنِ زخم یہ قاتل کو صدا دیتا ہے — سرخرو آج مرے دم سے ہے خنجر تیرا
کیا ستم ہے کہ وہ کرتا ہے مرا دل برباد — کوئی اتنا نہین کہتا کہ یہ ہے گھر تیرا
ہے یہ نشا کہ نہ سمجھے کوئی معشوق تجھے — نام عشّاق نے رکھا ہے ستمگر تیرا
اللہ الحمد جو ہنستے تھے مرے رونے پر — وہ بھی کہتے ہین کہ ہر اشک ہے گوہر تیرا
قتل کی چاٹ جو دیتا ہون یہی مطلب ہے — کسی تدبیر سے ہو وصل میسّر تیرا
سوچتا ہون کہ کرون کس کے حوالے دل کو — ناز دلکش ہے تو انداز ہے دلبر تیرا
آج ہے عذر تو مین کل ہی ہون راضی قاتل — ہان اگر بھول نہ جائے مجھے خنجر تیرا
ساقیا واعظِ بدبین کی نظر سے ہشیار — آنکھون آنکھون مین یہ پی جائیگا ساغر تیرا
آجتک مجھپہ یہ عقدہ نہ کھُلا اے قاتل — قتل کرتی ہے ادا تیری کہ خنجر تیرا
کبھی رُکتا کبھی کھچتا ہے کبھی تنتا ہے — سچ تو یہ ہے کہ ترا جوڑ ہے خنجر تیرا
قطع امید نہ ہو جائے تو کیا ہو قاتل — ہاتھ نازک ہے ترا کُند ہے خنجر تیرا
ایک وعدہ بھی مرے یار کا پورا نہ ہوا — کچھ کہون مین تو وہ کہتا ہے مقدّر تیرا
یہی دو کام محبت نے دیئے ہین مجکو — دل مین ہے یاد تری ذکر ہے لب پر تیرا
دورِ مے دیکھکے حیرت ہے مجھے اے ساقی — چلتے چلتے کبھی تھکتا نہین ساغر تیرا

سختیان لاکھ ہون سہنے کیلیئے حاضر ہین
مین بھی شیشے کا نہین دل ہی جو پتھر تیرا

شمع سے چاند سوا چاند سے خورشید سوا
اور ان سب سے سوا ہے رخِ انور تیرا

آجکل آئینہ رویون مین گزرتی ہے جلیل
بارک اللہ نصیبا ہے سکندر تیرا

۴ ہو کے مین تشنہ جگر تا درِ قاتل آیا
تیغ کے گھاٹ مجھے لیکے مرا دل آیا

تجھکو دعوی تھا بہت حسن مین یکتائی کا
لے وہ آئینہ ترا ان کے مقابل آیا

جیسے پروانہ گرے شمع پہ بیخود ہو کر
تیری صورت پہ اسیطرح مرا دل آیا

اور تیرون نے تو سینے مین کیا گھر اپنا
ناوکِ ناز کے حصے مین مرا دل آیا

خون حسرت کا ہوا دل مین الٰہی کیونکر
قاتل آیا نہ کوئی ناوکِ قاتل آیا

رحم اسمین نہ وفا اسمین نہ الفت اسمین
واے تقدیر کہ آیا تو کہان دل آیا

مڑ گئی تیغ تو غیرت سے کٹا جاتا ہون
ایک قاتل جو گیا دوسرا قاتل آیا

نذر لازم ہے تری بزم مین آنیکے لیئے
کوئی مٹھی مین لیئے جان کوئی دل آیا

خون کی چھینٹ سے دامن تو بچایا ہوتا
ذبح کرنا بھی نہ ابتک تجھے قاتل آیا

مل کے دونون نے محبت مین دغا کی مجھسے
تو نہ پہلو مین نہ قابو مین مرا دل آیا

ایسے بسمل کے لیئے کیا کوئی مرہم ہو مفید
کھل گیا زخمِ جگر یاد جو قاتل آیا

کوچۂ یار مین جانا تو مجھے یاد رہا
یہ نہین یاد کہان چھوڑ کے مین دل آیا

کچھ بہانہ نہ ملا خون بہانے کے لیے
بارہا تیغِ ستم کھینچ کے قاتل آیا

آپکے دل پہ بھروسہ مجھے کیونکر ہوگا
میرے قابو مین تو ابتک نہ مرا دل آیا

ناتوانی کا یہ عالم ہے تری فرقت مین
مین کبھی آپ مین آیا تو بمشکل آیا

سیر کچھ جلوہ گہِ ناز کی آسان نہین
پھر کے آیا جو درِ یار سے بسمل آیا

قطرۂ اشک نہ ٹھہرا کہین دامن کے سوا
گرتا پڑتا یہ مسافر سرِ منزل آیا

تجکو ہے ناز کہ مجھسا نہین دلبر کوئی
مجکو ہے ناز کہ ایسے پہ مرا دل آیا

پھر کسی اور شہادت کی نہ حاجت ہوگی
حشر مین ہاتھ اگر دامنِ قاتل آیا

انکو ملنے سے ہی پرہیز تو کیا غم ہے جلیل
مین تصوّر مین کئی بار گلے مل آیا

آبِ خنجر سے جو سیراب ہوا دلِ میرا
دی دعا مین نے کہ ٹھنڈا رہے قاتل میرا

لینے دیتا نہین آرام مجھے دل میرا
تم جسے کہتے ہو بسمل وہ ہے قاتل میرا

تیری چتون نے کیا موردِ الزام تجھے
ورنہ کسکو تھی خبر کون ہے قاتل میرا

خوب انصاف کیا آپ نے ماشاءاللہ
آنکھ سے آنکھ لڑی چھین لیا دل میرا

مین کرون بھی تو کرون خون کا دعوی کسپر
میرے قاتل کا ہر انداز ہے قاتل میرا

حسن و الفت کا مزہ جوشِ جوانی تک تھا
اب نہ وہ آنکھ تمھاری ہے نہ وہ دل میرا

خونِ ناحق پہ شہادت کی ضرورت کیا ہے
دہنِ زخم کہے گا یہ ہے قاتل میرا

للہ الحمد مری آہ نہ بیکار گئی
وہ بھی کہتے ہین کہ قابو مین نہین دل میرا

آرسی آئینے منظورِ نظر کیون ہوتے
تم نے دیکھا ہی نہین آئینۂ دل میرا

بیخطا ہون مگر اقرارِ خطا کرتا ہون
چاہتا ہون کہ نہ بدنام ہو قاتل میرا

جلوہ فرما وہ ہوا کرتے ہین جس محفل مین
شمع جلتی نہین جلتا ہے وہان دل میرا

کہدے اے آہ یہ اُس سے جو کھچا بیٹھا ہے
کھینچ لائیگا تجھے جذبۂ کامل میرا

غمزہ و ناز اگر باڑھ نہ دیتے اُس کو
کاٹ سکتا نہ گلا خنجرِ قاتل میرا

تیر پہ تیر پڑے ہین اُف نہ زبان سے نکلے
وہ کلیجا ہے ترا اور یہ ہے دل میرا

شیشہ و جام سے کچھ کام نہین مجکو جلیل
جام ہے آنکھ مری شیشۂ مے دل میرا

مجھسے رُوٹھا ہے تو رُوٹھا رہے قاتل میرا
بڑھ کے قاتل سے ہی پہلو مین مرے دل میرا

تو بھی حامی نہ ہوا خنجرِ قاتل میرا
ڈوبا جاتا ہے سفینہ لبِ ساحل میرا

خوب موقع ہے کہ مین ہاتھ مین دیدون تلوار
نشۂ حسن سے مدہوش ہے قاتل میرا

کس طرح کیجیے تقسیم بڑی مشکل ہے
سو ادائین ہین وہان ایک یہان دل میرا

غمزے کرتی ہے جو آنے مین اجل کرنے دو
مجکو کیا غم ہے سلامت رہے قاتل میرا

جسکو ارشاد ہو قدمون پہ تصدق کر دون
یہ جگر ہے یہ مری جان ہے یہ دل میرا

اپنی آنکھون سے نہ مین خونِ تمنا دیکھون
پاس اتنا تو کرے خنجرِ قاتل میرا

شکر تیرا تو ادا ہو نہین سکتا قاتل
ہان لبِ زخم سے دیتا ہے دعا دل میرا

جان نثاری کا صلا دیکھیے یون پاتے ہین
ہاتھ ملتا ہے مری لاش پہ قاتل میرا

وہ ٹھہرتی نہین شوخی سے یہ بیتابی سے
دونون ہین آفتِ جان آنکھ تری دل میرا

رات دن جان مصیبت مین ہوا کرتی تھی
آپ نے خوب کیا چھین لیا دل میرا

کس طرح شوقِ شہادت کا مین اظہار کرون
کاٹ دیتا ہے مری بات کو قاتل میرا

حسرتِ دید نے یہ رنگ دکھایا آخر
خون ہو کر مری آنکھون سے بہا دل میرا

نہ اسے وصل مین راحت نہ جدائی مین قرار
کچھ عجب چیز ہے ارمان بھرا دل میرا

اُسپہ مرتا ہون جسے دیکھ کے جیتا ہون جلیل
جو مسیحا ہے مرا ہے وہی قاتل میرا

عہدِ شباب چشم زدن مین گزر گیا
جھونکا ہوا کا تھا اِدھر آیا اُدھر گیا

خالی گئی نہ چوٹ خدنگِ نگاہ کی
دل اُس سے بچ گیا تو جگر مین اُتر گیا

ساقی نہین شراب تو حاجت بھی کچھ نہین
خالی تری نظر سے مرا جام بھر گیا

قاتل کے ہاتھ سے نہ سبکدوش ہم ہوئے
سر تیغ سے اُتار کے احسان دھر گیا

کس لطف سے یہ خنجرِ قاتل نے چال کی
آبِ حیات بن کے گلے سے اُتر گیا

ایسا نہ جانتا تھا دلِ بیوفا کو مین
کمبخت خود گیا مجھے بدنام کر گیا

دو دن کی ہے بہار حسینون کا التفات
نظرون پہ جو چڑھا وہی دل سے اُتر گیا

اشکون کے ساتھ لختِ جگر بھی ملے مجھے
لعل و گہر سے دامنِ اُمید بھر گیا

آیا نہ پھر کے ایک بھی کوچے سے یار کے
قاصد گیا نسیم گئی نامہ بر گیا

مجھسا بھی بیخبر نہ کہین ہوگا اے جلیل
اتنی خبر نہین کہ مرا دل کدھر گیا

ترکِ شراب کا مجھے برسون اثر رہا
چھوٹا جو دورِ جام تو دوران سر رہا

گردش سے کب نجات ہوئی کوے یار مین
چل کر تھکے جو پاؤن تو چکر مین سر رہا

کیا دل کا حوصلہ تھا کہ اُس جلوہ گاہ مین
جب تک رہا نشانۂ تیرِ نظر رہا

مقتل مین خوب معرکۂ حسن و عشق تھا
خنجر بکف کوئی کوئی سینہ سپر رہا

کوئی نہ کوئی رہگئی قاتل کی یادگار
نکلا جگر سے تیر تو زخمِ جگر رہا

سب اپنا حال کہتے رہے چارہ ساز سے
مین تھا کہ محوِ لذتِ زخمِ جگر رہا

دو روز کے لئے تو سبھی یار تھے مگر
دلسوز بنکے سوزِ جگر عمر بھر رہا

ظالم نے اک نگاہ مین دونونکی لی خبر
ثابت رہا نہ دل نہ سلامت جگر رہا

باغِ وفا کے پھول کو افسردگی کہان
ہر فصل مین بہار پہ داغِ جگر رہا

آیا جو قتل کو تو نزاکت کی شان سے
یہ تیغچہ بھی یار کے زیبِ کمر رہا

ساقی کی چشمِ مست نہ بھولی کبھی جلیل
اس جام کا سُرور مجھے عُمر بھر رہا

دلِ بسمل جو تپان سینۂ بسمل مین رہا
وجد مین خنجرِ قاتل کفِ قاتل مین رہا

ایک اُلفت کی بدولت ہوے دو گھر برباد
اشک آنکھو مین رہے درد مرے دل مین رہا

خون کے داغ تو سب چھوٹ گئے دھونے سے
ظلم کا داغ مگر دامنِ قاتل مین رہا

تیر آیا تھا جو پہلو مین وہ ٹھہرا بھی نہین
عمر بھر اُلفت کا جھگڑا جگر و دل مین رہا

شمع کا حال ہے شاہد مرے اس دعوے پر
جل بجھا سوختہ ہو جو تری محفل مین رہا

نذر دینے کی نئی طرز نکالی مین نے
سر ہتیلی پہ لیے کوچۂ قاتل مین رہا

اور سب تیر تو قاتل کے رہے ترکش مین
ناوکِ ناز بلا تھا کہ مرے دل مین رہا

دمِ بسمل جو مری آہ کی بجلی چمکی
ہوش قاتل مین نہ دم خنجرِ قاتل مین رہا

شوق اُسکو جو ہوا گوشۂ تنہائی کا
دل مرا چھین لیا اور اُسی دل مین رہا

آبِ شمشیر کو سمجھا کیے ہم آبِ حیات
مرنے جینے کا مزہ کوچۂ قاتل مین رہا

ڈھونڈھ لیتا ہے یہ شہباز نشیمن اپنا
تیر نکلا جو کمان سے تو مرے دل میں رہا

ہر جگہ یار نئی شان دکھاتا ہے جلیل
پھول گلشن میں رہا شمع وہ محفل میں رہا

کون سا دل نہیں اے یار نشانہ تیرا
ہر لب زخم پہ ہے آج فسانہ تیرا

تو نے دشمن کو ادھر تیر نظر سے تاکا
میں ادھر لوٹ گیا ہو کے نشانہ تیرا

دل ناداں تجھے کچھ اس کی خبر ہے کہ نہیں
چشم خونبار لٹاتی ہے خزانہ تیرا

پڑ گئی جس پہ نظر اسکو پھڑکتے دیکھا
بیخطا تیر ہے بے مثل نشانہ تیرا

شب کو سونے نہیں دیتا دل دیوانہ مجھے
چھیڑ دیتا ہے یہ کمبخت فسانہ تیرا

جی میں آتا ہے کہ ڈوں آہ سے ناوک کا جواب
تو نشانہ ہو مرا میں ہوں نشانہ تیرا

دل وہ رکھتا ہوں جو روشن بھی ہے صیقل بھی ہے
یہی آئینہ ہے تیرا یہی شانہ تیرا

یہی موقع ہے غریبوں کی دعا لینے کا
کشور حسن میں ہے آج زمانہ تیرا

شوق سے تیر لگا دل یہ تجھے ڈر کیا ہے
تیر تیرا ہے کماں تیری نشانہ تیرا

یار ساقی ہے تو پینا تجھے لازم ہے جلیل
آج چلنے کا نہیں کوئی بہانہ تیرا

در شانِ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

در خواجہ پہ مجھے لے کے مقدر آیا
للہ الحمد کہ پیاسا لبِ کوثر آیا

مین کہان اور یہ دربارِ ضیا بار کہان
اُڑکے ذرہ طرفِ خسروِ خاور آیا

اور ہدیہ نہ ملا نذر کے قابل مجکو
چشم پُرخون دلِ پُر درد کو لیکر آیا

عرضِ حاجت کی مجھے اب کوئی حاجت نہین
مدعا آپ یہ کہتا ہے کہ مین بر آیا

میر عثمان علیخان رہین یارب آباد
جنکے ہمراہ ہوا خواہون کا لشکر آیا

یہ نصیبہ ہے اسی بادشہِ ذیشان کا
حیدرآباد سے اجمیر مکرر آیا

بارک اللہ عجب بارگہِ عالی ہے
خاکبوسی کے لئے شاہِ فلک فر آیا

واپسی پر یہ کہونگا کہ مرا شاہِ دکن
سفرِ ہند سے منصور و مظفر آیا

روضۂ پاک مین کیا حسن ہے اللہ اللہ
آنکھ در پر جو پڑی دل مین مرے در آیا

دیکھئے شوق زیارت کا اسے کہتے ہین
پیشتر ہم سے ہمارا دلِ مضطر آیا

خوب سوجھی مجھے تدبیر سبکدوشی کی
بوجھ عصیان کا اُٹھائے ہوئے سر پر آیا

چشمۂ فیض سے دنیا ہوئی سیراب **جلیل**
میرے حصے مین مے عشق کا ساغر آیا

کیا کہون جلوہ گہہ یار سے کیونکر نکلا
دونون ہاتھون سے سنبھالے دلِ مضطر نکلا

وہ جو آغوشِ تصور سے مچل کر نکلا
میرے پہلو سے تڑپ کر دلِ مضطر نکلا

سن کے بڑھنے سے بڑھی مشق بھی خونریزی کی
پہلے نشتر تھا جوان ہو کے وہ خنجر نکلا

حسن کا نقش ہر اک دل مین جما رکھا ہے
تیری تصویر سے خالی نہ کوئی گھر نکلا

اُس کے قدمون پہ گرانا تھا تڑپ کر مجکو
کام اتنا بھی نہ تجھ سے دلِ مضطر نکلا

برق سے آنکھ لڑا کر وہ بہت نازان تھے
خوب دیکھا تو وہ میرا دلِ مضطر نکلا

اسطرف تیغ پڑی رُخ پہ اُدھر آنکھ پڑی
مدعا بسمل و قاتل کا برابر نکلا

اچھی صورت بھی دغا کرتی ہے دھوکے کیا کیا
جس کو معشوق بنایا وہ ستمگر نکلا

سوئے قاتل جو گیا میں تو مرے لینے کو
تیر چٹکی سے چلا میان سے خنجر نکلا

بارگاہِ شہِ اجمیر کی کیا بات جلیل
جو گدا بن کے گیا ہو کے سکندر نکلا

ہمارے قتل سے قاتل نے خوب نام کیا
یہ دھوم ہے کہ ادا نے قضا کا کام کیا

بلائے ہجر سے بچنے کی کون صورت ہے
گلے پڑی شبِ فرقت جو دن تمام کیا

وہ آنکھ ملتے ہی سب دل کا حال جان گئے
غضب کیا کہ نظر نے زبان کا کام کیا

نظر کی چوٹ سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کے زلف نے اُسکو اسیرِ دام کیا

لگا کے اور بھی اک ہاتھ اُسنے بسمل پر
جو ناتمام تھا قصّہ اُسے تمام کیا

ہوا نباہ نہ ترکِ شراب کا مجھ سے
بہار آتے ہی توبہ کو نذرِ جام کیا

گری وہ برقِ تجلی کہ لاکھون لوٹ گئے
نکل کے آپنے پردے سے قتلِ عام کیا

ہمارے حق مین قیامت تھا شام کا وعدہ
کہ انتظار مین مر مر کے دن تمام کیا

نکل سکا نہ ترا تیر بیٹھکر دل مین
وہ حسرتون نے درِ دل پہ ازدحام کیا

پیام اُن کا جو آیا کہ ہم نہین آتے
تو اُٹھ کے دردِ جگر نے مجھے سلام کیا

وہ دل مین آکے نکلتے نہین کبھی دل سے
وہین کے ہو رہے دم بھر جہان قیام کیا

جلیل رازِ محبت جو تم چھپاتے ہو
کچھ اپنے دیدہ و دل کا بھی انتظام کیا

اِس ادا سے وہ فتنہ گر نکلا
دل گیا ہاتھ سے جگر نکلا

توڑ کر دل جگر کے پار رہا
تیر بیٹھا کدھر کدھر نکلا

دل کو نالے کا اک سہارا تھا
وہ بھی قسمت سے بے اثر نکلا

سینچکر اشک سے یہ پھل پایا
شجرِ عشق بے ثمر نکلا

ہوش آنے کا تھا جو خوف مجھے
میکدے سے نہ عمر بھر نکلا

چارہ گر کی تلاش تھی بیکار
دردِ دل اپنا چارہ گر نکلا

ہم سمجھتے تھے جس کو دل اپنا — کسی پردہ نشین کا گھر نکلا
جس کو بچپن مین فتنہ کہتے تھے — وہ جوان ہو کے فتنہ گر نکلا
بہہ گیا دل بھی ساتھ اشکون کے — حوصلہ اب تو چشم تر نکلا
تیرِ قاتل کی پیاس کیا بجھتی — خون دل مین نہ بوند بھر نکلا
دل کا ہمرنگ ہو گیا پیکان — دل مین چبھ کر لہو مین تر نکلا
خار جتنے چبھے تھے سب نکلے — دل کا کانٹا نہ عمر بھر نکلا
ہائے دیکھا نہ تجھکو جی بھر کے — حشر کا دن بھی مختصر نکلا
چبھ رہا تھا جو دیر سے دل مین — وہ ترا ناوکِ نظر نکلا

میکشی ہے جلیل کو زیبا
بیخبر ہو کے باخبر نکلا

ناشاد رہ گیا نہ کوئی شاد رہ گیا — چرچا ستم کا اور ستم ایجاد رہ گیا
آسان نہین ہے کوچۂ دلبر کو چھوڑنا — اُٹھکر جو مین چلا دلِ ناشاد رہ گیا
بلبل کی روح خوف سے پرواز کر گئی — دام و قفس لیے ہوئے صیاد رہ گیا
جب سے چھری ادا کی نکالی ہے یار نے — بیکار ہو کے خنجرِ فولاد رہ گیا
آیا تھا شوق سے تری تصویر کھینچنے — تصویر ہو کے آپ ہی بہزاد رہ گیا

وعدے کے ساتھ شرط یہ اچھی ہے آپکی
وعدہ وفا کرین گے اگر یاد رہ گیا

شرم و حیا سے نام نہ روشن ہوا ترا
زیرِ نقاب حُسنِ خداداد رہ گیا

کانٹا نکل سکا نہ دلِ عندلیب سے
گلچین گیا چمن سے تو صیّاد رہ گیا

بسمل کی آرزو کا ہوا خون مُفت مین
دو ہاتھ چل کے خنجرِ جلّاد رہ گیا

دل پھانستے ہین اور یہ کہتے ہین لطف سے
سمجھون گا مین اگر کوئی آزاد رہ گیا

مین بیخودی مین بھول گیا سب کو ای جلیل
قدرت خدا کی ہے کہ وہ بُت یاد رہ گیا

حرفِ شکوہ نہ زبان سے دمِ بسمل نکلا
ناز بردار ترا ناز کے قابل نکلا

نالۂ دل جو سُنا تھام کے وہ دل نکلا
مین تو بسمل تھا مرا یار بھی بسمل نکلا

زلف کے پیچ تو شانے سے نکالے تم نے
زلف کے پیچ سے لیکن نہ مرا دل نکلا

حُسن کرتا ہے ترقی جو شباب آتا ہے
بڑھ کے وہ چاند کا ٹکڑا مہِ کامل نکلا

اپنے زانو پہ وہ رکھتے تھے جس آئینے کو
مین نے دیکھا تو مرا آئینۂ دل نکلا

مژدہ ای شوقِ شہادت کہ تری قسمت سے
تشنۂ خونِ جگر خنجرِ قاتل نکلا

صحبتِ پیرِ مغان مین ہی غضب کی تاثیر
چار دن بھی جو رہا مرشدِ کامل نکلا

فرق ہوتا ہے بہت صورت و سیرت مین جلیل

مین مسیحا جسے سمجھا تھا وہ قاتل نکلا

نذر کرتا ہون ابھی کاٹ کے مین سر اپنا — آپ نازک ہین مجھے دیجیے خنجر اپنا

جانتا ہون کہ دل آزار ہے دلبر اپنا — باز آتا نہین پھر بھی دلِ مضطر اپنا

دست و بازو کو دمِ قتل نہ صدمہ پہونچے — کھینچیے تیغِ ادا پھینکیے خنجر اپنا

میرے زخمون پہ چھڑک کر وہ نمک کہتے ہین — وہ تھا تلوار کا جوہر یہ ہے جوہر اپنا

تم نہ تڑپاؤ گے جب بھی یہی حالت ہوگی — ڈھونڈھ لیگا کوئی پہلو دلِ مضطر اپنا

شرمِ عصیان سے تلافی ہوئی مینوشی کی — غرق ہونے پہ بھی دامن نہوا تر اپنا

راز ہوتا ہے جو افشا تو بلا سے ہوجائے — اب سنبھلتا نہین مجھسے دلِ مضطر اپنا

آپ قاتل نہین میرے یہ بجا ہے ارشاد — جائیے جائیے دھو ڈالیے خنجر اپنا

تم ہمارے لیے تدبیرِ ستم کی نکرو — تم سے دو ہاتھ ہے بڑھکر دلِ مضطر اپنا

نگہِ مست سلامت رہے ساقی تیری — یہی مے ہے یہی شیشہ یہی ساغر اپنا

جستجو سے کبھی فرصت نہوئی وائے نصیب — تجھکو پایا تو ہوا گم دلِ مضطر اپنا

نامہ بر تجھکو جو کچھ لکھ کے دیا ہے مین نے — تو دکھا دے اسے آگے ہے مقدر اپنا

ہاتھ سینے سے اٹھانا بھی مجھے مشکل ہے — کاش تھم تھم کے تڑپتا دلِ مضطر اپنا

قتل کرنے کو وہ آئے ہین مگر حال یہ ہے — دیکھتے ہین کبھی مجھکو کبھی خنجر اپنا

زندگی اپنی بڑے لطف سے کٹتی ہے جلیل
آج کل کوچۂ قاتل مین ہے بستر اپنا

نباہ دیکھیے کیونکر ہو آشنائی کا
وفا کا شوق ہے مجھے تجکو بے وفائی کا

کہا یہ اُس نے گلہ سن کے کج ادائی کا
کہ ایک یہ بھی ہے انداز دلربائی کا

ہزار شکر کہ محوِ خیالِ یار رہون مین
نہ وصل کی ہے تمنّا نہ غم جدائی کا

ہمارے خون کا دھبّا نہین ہے اے قاتل
یہ داغ ہے ترے دامن پہ بیوفائی کا

مری بہار مین عالم خزان کا رہتا ہے
ہُوا جو وصل تو کھٹکا رہا جدائی کا

شراب کا نہین کوئی قصور اے ساقی
تری نظر نے کیا خون پارسائی کا

رگِ گلو کا پھڑکنا خبر یہ دیتا ہے
کہ قصد رکھتے ہین وہ تیغ آزمائی کا

حیات و موت کے جھگڑے مین جان ہے میری
لگا دے ہاتھ ستمگر کوئی صفائی کا

کہان سے لاؤن وہ قاصد جو یار تک پہونچے
خیال کو بھی ہے اقرار نارسائی کا

ہزار رنگ بدلتا ہے آسمان لیکن
شبِ وصال سے بدلا نہ دن جدائی کا

ابھی ہے موسمِ گل چھوڑ دے مجھے صیاد
گئی بہار تو پھر لطف کیا رہائی کا

ذرا ذرا سی شکایت پہ روٹھ جاتے ہین
نیا نیا ہے ابھی شوق دلربائی کا

وہ زندگی مین ملین ہم سے غیر ممکن ہے
جو ہو وصال تو پردہ اٹھے جدائی کا

بتون سے رکھتے ہین در پردہ ارتباط جلیل
مگر زبان سے دعویٰ ہے پارسائی کا

یہ گل کھلا ہے نیا باغِ آشنائی کا — کہ دل بھی داغ مجھے دیگیا جدائی کا
سرِ نیاز ترے در سے اٹھ نہین سکتا — کہ دل مین حوصلہ باقی ہی جبہہ سائی کا
تجھے ہے ناز کہ کاکل بڑھی پھنسانیکو — مجھے خوشی ہے کہ زینہ ملا رسائی کا
چلا ہون شوق مین سر کو قدم بنائے ہوے — کسی کے در پہ ارادہ ہے جبہہ سائی کا
رہا اسیر تو شکوے رہے اسیری کے — رہا ہوا تو مجھے غم ہوا رہائی کا
وہ تیغ کھینچ کے آئین تو مشکل آسان ہو — کسی طرح نہین کٹتا ہی دن جدائی کا
بلا کا زور تھا تیری شراب مین ساقی — غرور توڑ دیا جس نے پارسائی کا
امید کیا کہ خبر لے کوئی اسیری مین — خیال بھی نہین آتا کبھی رہائی کا
سُنی ہین روزِ قیامت کی سختیان ہمنے — اگر یہ سچ ہے تو ہوگا وہ دن جدائی کا
اسے وفا کا ہے دعوی اسے خبر نہین اسکی — کہ آنکھ کرتی ہے اقرار بے وفائی کا
نگاہِ بد سے بچائے رہے خدا تمکو — ادا کی دھوم ہے شہرہ ہی دلربائی کا

جلیل دل کی حفاظت ضرور ہے ورنہ
یہ مٹ کے نام مٹا دے گا آشنائی کا

دل ہے اپنا نہ اب جگر اپنا — کر گئی کام وہ نظر اپنا
اب تو دونوں کی ایک حالت ہے — دل سنبھالوں کہ مین جگر اپنا
مین ہوں گو بے خبر زمانے سے — دل ہے پہلو مین باخبر اپنا
دل مین آئے تھے سیر کرنے کو — رہ پڑے وہ سمجھ کے گھر اپنا
دل کی حالت تو دیکھ او نادان — یوں مٹاتا ہے کوئی گھر اپنا
مجھکو دیکھو کہ عشق کا سودا — مول لیتا ہوں دیکے سر اپنا
اُس کے در تک ہے اب گزر مشکل — تھا کبھی جس کے دل مین گھر اپنا
تھا بڑا معرکہ محبّت کا — سر کیا مین نے دیکے سر اپنا
اشکباری نہین یہ در پردہ — حال کہتی ہے چشم تر اپنا
کیا اثر تھا نگاہِ ساقی مین — نشہ اُترا نہ عمر بھر اپنا
آئے قاتل تو یہ ارادہ ہے — ہوں سبکدوش دیکے سر اپنا
بن کے دریا ڈبو گیا مجھکو — قطرۂ اشکِ چشمِ تر اپنا
تیر بیٹھے ترا جہان چاہے — دل اِدھر ہے اُدھر جگر اپنا
تیرے در پہ جگہ ملے نہ ملے — تیرے دل مین ہو کاش گھر اپنا
چارہ گر دے مجھے دوا ایسی — درد ہو جائے چارہ گر اپنا

وضعداری کی شان ہے یہ جلیل
رنگ بدلا نہ عمر بھر اپنا

رُک گیا چل کے ہاتھ قاتل کا — ہو گیا خون حسرتِ دل کا
کہہ رہا ہے یہ رنگ قاتل کا — مین ہون بسمل نگاہِ بسمل کا
دل مین آیا جو تیر قاتل کا — وہی ارمان بن گیا دل کا
لذتِ تیغ کا تقاضا ہے — چوم لون بڑھ کے ہاتھ قاتل کا
اشکباری نہین یہ فرقت مین — آنکھ کہتی ہے ماجرا دل کا
میرے ہوتے نگاہ دشمن پہ — تیر بہکا ہوا ہے قاتل کا
ہے غضب چھیڑ نشترِ غم کی — پھوٹنے پر ہے آبلہ دل کا
روے قاتل مین کب یہ سرخی تھی — رنگ لایا ہے خون بسمل کا
تیری محفل سے غیر کیا نکلا — آج کانٹا نکل گیا دل کا
بیقراری مری تماشا ہے — دل نمونہ ہے مرغِ بسمل کا
چھان ڈالی گلی گلی تیری — کہین ملتا نہین پتا دل کا
قتل سے بڑھ کے ہے یہ فکر مجھے — نام بدنام ہو نہ قاتل کا
مین وہ مظلوم ہون کہ لب پہ مرے — شکر دلبر کا ہے گلہ دل کا

کون آیا کہ مثلِ پروانہ — اُڑ گیا رنگ شمعِ محفل کا
تم نے دی ہے جگہ جو گیسو مین — آسمان پر دماغ ہے دل کا
کہہ رہی ہے یہ آنکھ ساقی کی — میرے دم سے ہے رنگ محفل کا
کم سنی مین وہ ماہِ نو ہے مگر — حُسن رکھتا ہے ماہِ کامل کا
سُرخ ہون کیون نہ پھول گلشن کے — چُوستے ہین لہو عنادل کا
اُٹھتے دیکھا جو تمکو پہلو سے — درد بھی اُٹھ کھڑا ہوا دل کا

دہنِ زخم کیون ہنسے نہ جلیل
ہاتھ اوچھا پڑا ہے قاتل کا

اُٹھ گئے سُن کے وہ گلہ دل کا — رہ گیا دل مین حوصلہ دل کا
آنکھ رہزن نہین تو پھر کیا ہے — لوٹ لیتی ہے قافلہ دل کا
تیر کمزور تھا پہونچ نہ سکا — ورنہ کتنا تھا فاصلہ دل کا
گریہ مین خونفشان رہین آنکھین — کوئی دم مین ہے فیصلہ دل کا
تم یہان تھے تو محوِ صورت تھا — اب تصور ہے مشغلہ دل کا
نوکِ مژگان کی چھیڑ جاری ہے — وقفِ نشتر ہے آبلہ دل کا
نگہِ شوخ سے خدا کی پناہ — برق سے ہے مقابلہ دل کا

حشر کا انتظار مشکل ہے
یہین ہو جائے فیصلہ دل کا

تیر مارا یہ کہہ کے ظالم نے
دیکھتا ہون مین حوصلہ دل کا

عشق بازی شباب تک تھی جلیل
اب نہ وہ دل نہ ولولہ دل کا

دامن جو چھو لیا ہے کسی گلعذار کا
ملتا نہین مزاج نسیم بہار کا

فرقت مین ہے خیال کسی گلعذار کا
میری خزان مین رنگ ہے فصلِ بہار کا

وہ آئے یا نہ آئے کچھ اس سے غرض نہین
آنکھون کو پڑ گیا ہے مزہ انتظار کا

مستی مری بہار پہ کچھ منحصر نہین
ساقی کے دم سے روز ہے موسم بہار کا

ممکن ہے آنکھ سے نہ بہائین ہم اشکِ غم
لیکن علاج کیا ہے دلِ بیقرار کا

غنچون کو چھیڑتی ہے ہنسانے کے واسطے
کیا شوخ ہے مزاج نسیمِ بہار کا

واعظ کی کیا مجال جو مستون مین آسکے
یان ہوش کا گزر نہ کسی ہوشیار کا

طاقت نہین کہ دیدۂ گریان کی لون خبر
مشکل ہے توڑنا مجھے اشکون کے تار کا

وعدے کا اعتبار تو اے یار ہے مگر
کیا اعتبار زندگیِ مستعار کا

آمد یہان جنون کی ہے رخصت حواس کی
دونون کو انتظار ہے فصلِ بہار کا

ملتا جو کوئی تو ہم اس سے یہ پوچھتے
کیونکر کٹے پہاڑ شبِ انتظار کا

کچھ اس ادا سے یار نے پوچھا مرا مزاج
کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا

صیاد مجھکو آپ اسیری کا شوق ہے
اتنا ٹھہر کہ ختم ہو موسم بہار کا

ان گلرخون کا دور ہوا جب سے اے جلیل
نقشہ بدل گیا چمنِ روزگار کا

دیر مین آیا تو کیا قاصد شتاب آیا تو کیا
اُن کو آنا چاہئے خط کا جواب آیا تو کیا

آنکھ بھی ساقی ملاتا جا خدا کے واسطے
دور مین خالی اگر جام شراب آیا تو کیا

رات کو آکر جو تم ملتے تو ہان اک بات تھی
صبح کو صورت دکھانے آفتاب آیا تو کیا

رات کو سونا نہ سونا سب برابر ہو گیا
تم نہ آئے خواب مین آنکھون مین خواب آیا تو کیا

عمر گزری ہے مرے دل کو تڑپتے دوستو
ہجر کے صدمے مین دم بھر اضطراب آیا تو کیا

کمسنی مین ظلم کیا کم تھا جواب ہوگا سوا
برچھیان تانے ہوئے تیر اشباب آیا تو کیا

دل مین تو آتے ہوئے اتنا نہین کچھ بھی حجاب
میری آنکھون سے اگر تم کو حجاب آیا تو کیا

شرم کا دعوی ہے بیجا اپنی شوخی دیکھئے
شوخیون کے ساتھ آنکھون مین حجاب آیا تو کیا

عشق مین ہونی تھی رسوائی جہانتک ہو چکی
اب مرے بس مین دلِ خانہ خراب آیا تو کیا

تابِ نظارہ نہین میری نظر کو اے جلیل
بے نقاب آیا تو کیا وہ با نقاب آیا تو کیا

موسمِ گل مین عجب رنگ ہے میخانے کا
شیشہ جھکتا ہے کہ منہ چوم لے پیمانے کا

خوب انصاف تری انجمنِ ناز مین ہے
شمع کا رنگ جمے خون ہو پروانے کا

اُٹھ گئے آپ جو پہلو سے قیامت آئی
ہل گیا درد کو پہلو مرے تڑپانے کا

مین سمجھتا ہون تری عشوہ گری کو ساقی
کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

بیخودی جائے یہ دم بھر مجھے منظور نہین
ہوش آیا کہ لیا راستہ میخانے کا

چارہ گر چاہیئے دونون کے لیئے اے ناصح
مجکو سودا ہے مرض ہے تجھے سمجھانے کا

شکر کرتا ہون کہ منت کشِ ساقی نہوا
ہو گیا مست سمان دیکھ کے میخانے کا

رات بھر آتشِ حسرت سے جلا کرتی ہے
شمع پر صبر پڑا ہے کسی پروانے کا

صحبتِ پیرِ مغان مین یہ کھلا راز جلیل
خُلد کہتے ہین جسے نام ہے میخانے کا

راز کھلتا نہین میخوار پہ میخانے کا
سچ تو یہ ہے کہ بڑا ظرف ہے پیمانے کا

طوق و زنجیر کی صحبت ہے غنیمت ورنہ
کون تھا پوچھنے والا ترے دیوانے کا

اشکِ خون آنکھ سے ٹپکے تو کہا ظالم نے
لطف دیتا ہے چھلکنا ترے پیمانے کا

جان دیدے نہ کرے آہ بہت مشکل ہے
عشق کرنے کو جگر چاہیئے پروانے کا

خلشِ خار مزہ دینے لگی چھالون کو
آچلا رنگ یہ سودا ترے دیوانے کا

تاب نظارۂ معشوق کہان عاشق کو
شمع آئی کہ ہوا خاتمہ پروانے کا

ہوگئی دھوم جہان مین کہ پریزاد ہے تو
لے اُڑا تجکو بھی شُہرہ ترے دیوانے کا

آتش عشق ہے کیا چیز یہ پوچھو ہم سے
نام روشن ہے اسی آگ سے پروانے کا

تونے صورت نہ دکھائی تو یہ صورت ہوگی
لوگ دیکھین گے تماشا ترے دیوانے کا

گرمئ عشق حسینون کے مقدر مین نہین
سوز پیدا نہوا شمع مین پروانے کا

دونون بیچین ہین مقتل مین نکلنے کے لیئے
مین ہون مشتاق تڑپنے کا وہ تڑپانے کا

سب ہین مدہوش یہان ہوش نہ آئے ساقی
بزم احباب مین کیا کام ہے بیگانے کا

کیا ستم ہے کہ لڑا کرتی ہین آنکھین اُن سے
دل سزاوار ٹھہرتا ہے سزا پانے کا

محتسب راہ لے اپنی کہ بہار آئی ہے
اُٹھ گیا دور ترا دور ہے پیمانے کا

رات دن دونون کھُلے رہتے ہین رندون کیلیئے
درِ توبہ ہو کہ در ہو کسی میخانے کا

سیکشی چھوٹ گئی پھر بھی نہین ہوش جلیل
مست رکھتا ہے تصوّر مجھے میخانے کا

نگاہِ لطف وعنایت سے فیضیاب کیا
مجھے حضور نے ذرّے سے آفتاب کیا

مری نظر نے عجب کار لاجواب کیا
کہ تجکو لاکھ حسینون مین انتخاب کیا

چمن سے ہوکے جدا بوئے گُل یہ کہتی ہے
صبا نے چل کے مجھے خانمان خراب کیا

ہمارے خون کی قاتل نے یون تلافی کی
رقیب کو بھی تہِ خنجرِ عتاب کیا

عجب مزہ ہے کہ دل چشمِ تر کا شاکی ہے
اور آنکھ کہتی ہے دل نے مجھے خراب کیا

مجھے ہے ناز کہ اُس کا ہون چاہنے والا
خدائے حُسن مین جس بُت کو لاجواب کیا

نہ باغبان کا ہے شکوہ نہ شکوۂ صیاد
شکستہ بال و پری نے مجھے خراب کیا

ادا و ناز اگر ساتھ ہین تو خیر رہین
حیا کو کس لیئے خلوت مین بار یاب کیا

صلاحِ عشق تمھین کسنے دی تھی حضرتِ دل
کہ خود خراب ہوئے مجکو بھی خراب کیا

چھلک چھلاکے ترے جامِ مے نے ای ساقی
ستم کیا مری توبہ کو آب آب کیا

وہ میری لاش پہ آئے ہین یہ گلہ کرنے
کہ تیرے خون نے دامن مرا خراب کیا

یہی تو راہ تھی اے یار دل مین آنے کی
یہ کیا کیا کہ مری آنکھ سے حجاب کیا

برہنہ تیغ سے وہ کُشتۂ خون نہین ممکن
تری نگاہ نے جو کچھ تہہِ نقاب کیا

گناہ کرکے بھی ہم رند پاک صاف رہے
شراب پی تو ندامت نے آب آب کیا

جلیل کیا کہون ترکِ شراب کا انجام
جلاکے آتشِ غم نے مجھے کباب کیا

ظالم مری وفا کا یہ اچھا صلا دیا
اک داغِ دل تھا اُس کو بھی تونے مٹا دیا

چل پھر کے تم نے رنگِ چمن کا بڑھا دیا
غنچے کو پھول پھول کو گلشن بنا دیا

ناوک تو اور بھی تھے مرے دل کی تاک مین
تیر نظر نے بڑھ کے نشانہ اُڑا دیا

شب بھر رہا یہ حال ترے انتظار مین
جھپکی جو آنکھ دل نے تڑپ کر جگا دیا

دل دیدیا نظر کو جگر تیر ناز کو
دونون کو آج ہم نے ٹھکانے لگا دیا

لائیگا کوئی راہ پہ کیا چشم یار کو
دل لے کے جسنے خضر کو رستہ بتا دیا

دلبر کا شکوہ کیجیے یا دل کو روئیے
دونوں نے مل کے خاک مین ہمکو ملا دیا

آتا نہین خیال اب اپنا بھی ای جلیل
اک بیوفا کی یاد نے سب کو بھلا دیا

قاتل نے ہنس کے اور بھی مجکو لٹا دیا
چھڑکا نمک تو زخم نے کیا کیا مزا دیا

آنکھون سے مثل اشک جو تم نے گرا دیا
شرمندگی نے خاک مین مجکو ملا دیا

ساقی کے دم سے باغ مین ہی میکدے کا رنگ
جس گل پہ آنکھ پڑ گئی ساغر بنا دیا

پھرنے لگا وہ شوخ ہماری نگاہ مین
آنکھون سے آج شرم کا پردہ اُٹھا دیا

کچھ مین ہی اُنکے لطف وغضب کا نہین شکار
کتنون کو سر چڑھا کے نظر سے گرا دیا

جادو بہت جگائے تری چشم ناز نے
سوتا ہوا نصیب نہ میرا جگا دیا

جی چاہتا ہے پھر کوئی تجھسے کرون سوال
تیری نہین نہین نے غضب کا مزا دیا

دیوانگی سے ہو گئی شہرت جمال کی
ہم تو بگڑ گئے مگر اُس کو بنا دیا

دامن سے اب لپٹ کے رہیگا مرا غبار | اچھا کیا جو خاک مین تم نے ملا دیا

آنکھون کا ہے یہ رنگ محبت مین اے خلیل
پوچھا کسی نے حال تو دریا بہا دیا

مائلِ جور وستم وہ بتِ نادان نرہا | جی بہلنے کا ہمارے کوئی سامان نرہا
بزمِ خلوت نہ رہی عیش کا سامان نرہا | جُز غم و درد ہمارا کوئی پُرسان نرہا
شمع اس غم سے دمِ صبح بجھی جاتی ہے | بزمِ خلوت نرہی عیش کا سامان نرہا
ہمصفیرانِ چمن ہوگئے نذرِ صیاد | نالہ کرنے کا مزہ اے دلِ نالان نرہا
زخم اُس نے جو دیا جان تصدق کردی | میری گردن پہ تری تیغ کا احسان نرہا
خون سے پاک نہ کرنا تھا ستمگر اس کو | دل کا ہمرنگ ترے تیر کا پیکان نرہا
کسقدر ہجر مین افسردہ دلی چھائی ہے | انتہا ہے کہ لبِ زخم بھی خندان نرہا
ابتو اسیر دلِ بسمل کا گمان ہوتا ہے | خون مین ڈوب کے پیکان ترا پیکان نرہا
تیرے رونے پہ ہنسی اُڑنے لگی زخمون مین | اشکباری کا مزہ دیدۂ گریان نرہا
اور احباب تو کیا ساتھ ہمارا دیتے | ایک سایہ تھا سو وہ بھی شبِ ہجران نرہا
فکرِ درمان جو ہوئی بھی تو ہوئی کب آنکو | جب مرا دردِ جگر قابلِ درمان نرہا
بات کیا ہے کہ تہِ تیغِ ستم کرکے مجھے | قتل کا شوق تجھے قاتلِ دوران نرہا

آج سُنتا ہون کہ دشمن کے گلے مِل آیا
دلمین حسرت بھی تھی ارمان بھی تھے سب کچھ تھا

اب مرے کام کا تو خنجرِ بُرّان نہ رہا
اب سوا تیرے کوئی اے غمِ جانان نہ رہا

وہ تھے پہلو مین تو ہنس ہنس کے لُٹاتے تھے جلیل
اب کوئی زخمِ جگر پہ نمک افشان نہ رہا

جمالِ ہوش رُبا کاش وہ دکھا جاتا
کلیم ہو گئے مدہوش جس کی لذّت سے
یہ بیخودی جو مجھے ہے غمِ شراب مین ہے
مزاج پوچھنے آیا نہ یار خوب ہوا
بنا ہون نقشِ قدم فرطِ ناتوانی سے
مری تڑپ تھی اگر ناگوار قاتل کو
جو پوچھنا ہو تمھین چشمِ شوق سے پوچھو
رہا نہ ضعف مین اے دل مزہ تڑپنے کا
مثالِ شمع سحر تک نہ خاتمہ ہو جائے

قتیلِ خنجرِ اُلفت مجھے بنا جاتا
اُسی شراب کا ساغر مجھے پلا جاتا
گلے سے گھونٹ اُترتا تو ہوش آجاتا
وگرنہ اور مرا دردِ دل بڑھا جاتا
کہ بیٹھکر ترے در سے نہین اُٹھا جاتا
تو ایک ہاتھ مجھے اور بھی لگا جاتا
کہ دِل کا حال زبان سے نہین کہا جاتا
کہ ابتو دردِ جگر سے نہین اُٹھا جاتا
شبِ فراق کا صدمہ نہین سہا جاتا

جلیل غم کی تو راتین بہت گُزاری ہین
شبِ فراق کا صدمہ نہین سہا جاتا

مثل پروانہ فدا ہر ایک کا دل ہو گیا
یار جس محفل مین بیٹھا شمعِ محفل ہو گیا

دست و بازو کی نزاکت پاؤن کی زنجیر ہے
دو قدم چلنا ترے خنجر کو مشکل ہو گیا

وعدہ کر کے اور بھی آفت مین ڈالا آپنے
زندگی مشکل تھی اب مرنا بھی مشکل ہو گیا

حسن والون کے لیے جوہر ہے خونِ عاشقان
مل گئی تیغِ ادا جس کو وہ قاتل ہو گیا

سچ یہ کہتے ہین کہ صحبت مین بڑی تاثیر ہے
میرے قاتل کا ہر اک انداز قاتل ہو گیا

چال تھی بادِ بہاری کی نری تلوار مین
زخم کھاتے ہی شگفتہ غنچۂ دل ہو گیا

ہو کے رخصت مار ڈالا ہائے اس بیدرد نے
کل مسیحا بن کے آیا آج قاتل ہو گیا

اوج پر جب حسن آیا دلبری بھی آگئی
ماہِ کامل ہو کے وہ اس فن مین کامل ہو گیا

خوب نظّارہ کی سوجھی اے دلِ حیران تجھے
آئینہ بنکر حسینون کے مقابل ہو گیا

عشق کرنا ہے تو پروانے سے اے دل سیکھ لے
جو سرِ محفل نثارِ شمعِ محفل ہو گیا

قتل گہ مین خوب حسن و عشق کی چوٹین چلین
مین ادھر تڑپا ادھر جلاّد بسمل ہو گیا

ناوکِ قاتل کی ایسی قدر دانی چاہیے
آگیا پہلو مین جو پیکان مرا دل ہو گیا

دن جدائی کا نہین کاٹے سے کٹتا اے خلیل
یہ بھی سختی مین کسی معشوق کا دل ہو گیا

بسملون مین کوئی نکلے گا نہ ہمسر میرا
تیغ دم بھرتی ہے مشتاق ہے خنجر میرا

بڑھگیا خون بدن مین جو کہا قاتل نے
آج گردن ہے تری اور ہے خنجر میرا

رازداری کی ہے پابند مری مینوشی
ہوکے لبریز چھلکتا نہین ساغر میرا

خون میرا جو بہایا ہے تو پھر ڈر کیا ہے
تم یہ کہدو کہ خطا دار ہے خنجر میرا

خاص عزت مجھے حاصل ہے گنہگارونمین
نام قاتل نے لکھا ہے سرِ دفتر میرا

لے چل اے بادِ بہاری سوے میخانہ مجھے
راستہ دیکھتے ہین شیشۂ و ساغر میرا

کثرتِ غم نے عجب بھیڑ لگا رکھی ہے
ڈھونڈتا ہون نہین ملتا دلِ مضطر میرا

اُس نے دیدار دکھایا تھا تسلی کے لیے
ہوگیا اور بھی مضطر دلِ مضطر میرا

ہاتھ ملتا ہون کہ مین ساتھ اُسے کیون لایا
کھو گیا تیری گلی مین دلِ مضطر میرا

یا الٰہی رہین آباد مرے گھر دونون
ایک پہلو مین ہو دل ایک مین دلبر میرا

دونون اظہارِ محبت مین برابر نکلے
چشمِ بیمار تمھاری دلِ مضطر میرا

درِ میخانہ پہ مدت سے پڑا ہون مین جلیل
اِس توقع پہ کہ بھر دے کوئی ساغر میرا

شوخی نے دلربا کو دل آزار کردیا
غمزے کو تیرِ ناز کو تلوار کردیا

الفت کسی کی روح فزا تھی مرے لئے
فرقت نے اُس کو جان کا آزار کردیا

کہتا ہے دل یہ آنکھ سے او محوِ انتظار
تو نے مجھے بلا مین گرفتار کردیا

صورت تو ابتدا سے تری لاجواب تھی
نازو ادا نے اور طرحدار کر دیا

اب ہے اسی چھری کا چلن قتلگاہ مین
بانکی ادا نے تیغ کو بے کار کر دیا

بوٹا سا قد ہے پھول سا رخ غنچہ سا دہن
جس گھر مین وہ گئے اُسے گلزار کر دیا

زخمون کے گل کھلائے تری تیغ ناز نے
غنچہ تھا دل مرا اُسے گلزار کر دیا

مطلب یہ تھا کہ لوگ مسیحا کہین اُنھین
خود چارہ گر بنے مجھے بیمار کر دیا

مشتاق تو کیا تھا ترے حسن نے مجھے
پردے نے اور طالبِ دیدار کر دیا

بیجا نہین یہ دل کا گلہ چشمِ یار سے
بیمار رہو کے مجھکو بھی بیمار کر دیا

تیری کشیدگی کسی خنجر سے کم نہین
بیزار ہو کے جان سے بیزار کر دیا

اب غرق ہون مین آٹھ پہر مے کی یاد مین
توبہ نے مجھکو اور گنہگار کر دیا

کیا اعتبار وعدۂ معشوق کا جلیل
مُنھ سے ابھی کہا ابھی انکار کر دیا

مقابل ناوکِ قاتل کے جب تک دل نہ ٹھہریگا
کسی لائق نہ نکلے گا کسی قابل نہ ٹھہریگا

تمھارے حسن کے آگے مہ کامل نہ ٹھہریگا
قسم حق کی کہ حق کے سامنے باطل نہ ٹھہریگا

ملاؤ دل سے دل تمکو اگر تسکین دینا ہے
تمھارے ہاتھ رکھنے سے ہمارا دل نہ ٹھہریگا

جو تھم لین قیس کی آہین تو کرنا قصد صحرا کا
کہ اس آندھی مین لیلیٰ پردۂ محمل نہ ٹھہریگا

تصور سے علاج بیقراری ہو نہین سکتا
تجھے جب تک نہ دیکھینگے ہمارا دل نہ ٹھہریگا

کوئی الزام آتا ہی نہین اُس بھولی صورت پہ
وہ سب کو قتل کرڈالے مگر قاتل نہ ٹھہریگا

تڑپنے لوٹنے پر وہ بگڑتے ہین بگڑنے دو
نہ ٹھہرے وصل کی جب تک ہمارا دل نہ ٹھہریگا

کھڑے ہین ہاتھ قبضے پر دھرے کچھ بن نہین پڑتی
وہ سمجھے تھے کہ آگے تیغ کے بسمل نہ ٹھہریگا

تمھارے ہاتھ مین کل ہے سکون و بیقراری کی
جو تم چاہو گے ٹھہرانا تو کیونکر دل نہ ٹھہریگا

نظر سے اپنی پوچھین آپ جو بجلی گراتی ہے
مجھے کیا علم ٹھہرے گا کہ میرا دل نہ ٹھہریگا

تڑپنے سے جو نفرت ہے تو اک ہاتھ اور بھی قاتل
کہ جب تک جان باقی ہے ترا بسمل نہ ٹھہریگا

قرار آتش پہ ہو سیماب کو کیونکر یہ ممکن ہے
ترے دست حنائی مین ہمارا دل نہ ٹھہریگا

ٹھہرتا ہی نہین راہِ طلب مین دل مرا دم بھر
مزہ ہوگا پہونچکر جب سرِ منزل نہ ٹھہریگا

ہمارے دل پہ کیا موقوف ہے بیتاب ہو جانا
وہ جس کے دل مین ٹھہرینگے اُسی کا دل نہ ٹھہریگا

نہ تھی قسمت جو تڑپاتے تھے ہم کو اب وہ کہتے ہین
تمھارا دل ٹھہر جائے ہمارا دل نہ ٹھہریگا

ہم اک تحفہ سمجھکر لے گئے تھے نذرِ دلبر کو
خبر کیا تھی کہ دل اپنا کسی قابل نہ ٹھہریگا

چلے ہین کوئے جانان کو نہ پوچھو شوق کا عالم
قدم رہ جائین دم رک جائے لیکن دل نہ ٹھہریگا

زبانِ حال سے کہتی ہین موجین بحرِ الفت کی
سفینہ بیقرارون کا لبِ ساحل نہ ٹھہریگا

جدا ہوتے تو ہو لیکن یہی انجام ہونا ہے
تمھارا دل نہ بہلے گا ہمارا دل نہ ٹھہریگا

ہمین چُوکے جو بیتابی کا اُس سے ذکر کر بیٹھے
یہ چُبھو کر تیر کہتا ہے کہ اب بھی دل نہ ٹھہریگا

بس اب پابوس ہو جاؤ **جلیل** اپنی شہادت سے
نگاہِ یاس کے آگے کوئی قاتل نہ ٹھہریگا

وہ کاش خنجرِ ابرو سے قتل کر جاتا
ہم اُس کو دیکھ تو لیتے بلا سے مر جاتا

نہ کھُل سکا تری نیچی نگاہ کا جوہر
یہ تیر دل مین اُترتا تو نام کر جاتا

یہ کیا ادا ہے کہ آتے ہی راہ لی گھر کی
تم اسقدر تو ٹھہرتے کہ دل ٹھہر جاتا

نثار تجھ پہ مجھے ہر طرح سے ہونا تھا
جو تو حلال نہ کرتا تڑپ کے مر جاتا

نہ بعدِ قتل بھی ہوتی مجھے سبکدوشی
وہ سر اُتار کے احسان کا بوجھ دھر جاتا

شرابِ حسرت نہ ہوتی جو ہوتے وہ ساقی
نگاہِ مست سے رندون کا جام بھر جاتا

جگر کی آگ بھڑکتی نہ اسقدر قاتل
گلے سے تیغ کا پانی اگر اُتر جاتا

ہمین ہین ایسے کہ غمزے ترے اُٹھاتے ہین
رقیب پر جو یہ پڑتی غریب مرجاتا

نقاب اُلٹ کے پئے قتل تجکو آنا تھا
کہ دیکھتا جو تجھے مین خوشی سے مرجاتا

جلیل وعدۂ معشوق کا بھروسا کیا
ابھی زبان سے کہتا ابھی مکر جاتا

سلام

کربلا مین جو علیؓ کا سرِ انور آیا | پوچھتی تھی یہ زمین کون فلک پر آیا

نام کس تشنہ دہن کا مرے لب پر آیا | ساغرِ چشم چھلکنے لگے دل بھر آیا

رو کے بانوؓ نے کہا اُن سے جو صغراؓ آیا | خون مین آج مرا لعل نہا کر آیا

پیاس مرغوب تھی اُس بحرِ کرم کو ورنہ | بارہا جام بکف چشمۂ کوثر آیا

شکر ہے سنگدلون مین نہ رہا لعل کوئی | حُرؓ جو آیا مع فرزند و برادر آیا

اُڑ کے آیا جو سمندِ شہِ والا رن مین | سب یہ سمجھے کہ ہُما جوڑ کے شہپر آیا

شہ کے پابوس کو آیا نئے انداز سے حُرؓ | نذر دینے کو ہتیلی پہ لیے سر آیا

مُشک بھرنے کو جو اُترے ہین علمدارِ حسینؓ | شور برپا ہے کہ دریا مین سمندر آیا

تر پسینے مین جو تھا اسپِ شہِ دریا دل | جدھر آیا وہ لُٹاتا ہوا گوہر آیا

تیرِ قاتل سے ہوا شاہ کا مقصد پورا | وہ دَر آیا جو کلیجے مین تو یہ بر آیا

ایسی کچھ تشنہ دہانی کی تھی خاطر منظور | نام پانی کا نہ حضرت کی زبان پر آیا

آج دسوین ہے محرّم کی خدا خیر کرے | صبح سے شور ہے وہ شام کا لشکر آیا

صرف آبِ گہرِ اشک نے دی کچھ تسکین | اور پانی نہ یتیمون کو میسر آیا

حال سجادؓ کا جب وقتِ اسیری دیکھا | بیڑیان چیخ اُٹھین طوق کو چکر آیا

رخصتِ ہوش ہوئی آمدِ عباسِ علیؑ
بُزدلون نے یہی جانا کہ غضنفر آیا
مُنھ پہ کھاتے رہے تلوار پر ابرو ہیندار
بل نہ ابرو پہ مگر بال برابر آیا
کاٹنا سہل نہ تھا خشک گلا پیاسے کا
ایک مُنہ موڑ گیا دوسرا خنجر آیا
گئے جنت کو جو عباسؑ تو حورون نے کہا
لب دریا سے یہ چلکر لبِ کوثر آیا

آکے تڑپا گئی یادِ شُہدا مجکو جلیلؔ
تیر آیا نہ چھری آئی نہ خنجر آیا

بڑھ کے آغوش مین لیتا ہے ابھی دل اپنا
اسطرف رُخ تو کرے ناوکِ قاتل اپنا
چین لینے نہین دیتا دلِ بسمل اپنا
یہ وہ بسمل ہے کہ در پردہ ہے قاتل اپنا
کچھ تو امید ہے کچھ یاس ہے کچھ بیتابی
مختصر یہ ہے کہ قابو مین نہین دل اپنا
مست کردے مجھے بے شیشہ و ساغر ساقی
تاکہ ہو راز نہ افشا سرِ محفل اپنا
قدردانی تری کرنے کو گلا حاضر ہے
کوئی جوہر تو دکھا خنجرِ قاتل اپنا
نئے انداز سے ناوک فگنی کی اُس نے
تیر دشمن پہ چلا لوٹ گیا دل اپنا
سامنے عارضِ جانان کے وہ کیا چمکے گا
داغ تو پہلے مٹائے مہِ کامل اپنا
سیر ہوتی ہے حسینون کی اسی گلشن مین
رہے آباد الٰہی چمنِ دل اپنا
قتلِ عشاق تو ہے ناز و ادا مین داخل
ہم سمجھتے نہین قاتل سمجھے قاتل اپنا

آئینہ دیکھ کے کہتا ہے یہ حُسنِ جانان
کون ہے اپنے سوا آج مقابل اپنا

سارے عالم کے لئے آیۂ رحمت ہی جلیل
میر عثمان علی خان شہِ عادل اپنا

اُس کا جلوہ جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
وعدۂ دید قیامت پہ نہ ٹالا ہوتا

بام پر تھے وہ کھڑے لطف دوبالا ہوتا
مجکو بھی دل نے اُچھلکر جو اُچھالا ہوتا

کیسے خوشرنگ ہین زخمِ جگر و داغِ جگر
ہم دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

دل نہ سنبھلا تھا اگر دیکھ کے جلوہ اُسکا
تونے اے دردِ جگر اُٹھ کے سنبھالا ہوتا

تم جو پردے مین سنورتے ہو نتیجہ کیا ہے
لطف جب تھا کہ کوئی دیکھنے والا ہوتا

مین سمجھتا تھا اُسے تیری نشانی قاتل
تیر کو دل سے نہ اے کاش نکالا ہوتا

تمنے ارمان ہمارا نہ نکالا نہ سہی
اپنے خنجر کا تو ارمان نکالا ہوتا

دیکے بوسہ جو غریبون کی دعا تم لیتے
اور بھی حُسنِ خداداد دوبالا ہوتا

غیر پر ہاتھ نہ قاتل کا پڑا خیر ہوئی
ورنہ غیرت نے مجھے مار ہی ڈالا ہوتا

دل کے ہاتھون نہ ملا چین کسی روز جلیل
ایسے دشمن کو نہ آغوش مین پالا ہوتا

وہ رنگ ہے بہار مین جامِ شراب کا
جیسے کسی حسین پہ عالم شباب کا

رُخ پر اگر نقاب پڑی ہے پڑی رہے
ہم لوٹتے ہین دیکھ کے عالم نقاب کا

توبہ کے توڑنے مین یہ پتھر سے کم نہین
نازک ہے دیکھنے مین جو شیشہ شراب کا

رُخ پر نقاب دیکھکے کہتی ہے چشم شوق
ملتا مجھے بھی کاش نصیبہ نقاب کا

مستانہ ہر نگاہ ہے مستانہ ہر ادا
ساقی بنو جو تم تو مزہ ہے شراب کا

مجکو بھی اپنے ساتھ ملاتا ہے خاک مین
خانہ خراب ہو دلِ خانہ خراب کا

دریا جو اشکِ غم کا رواں ہے شبِ فراق
جمتا نہین قدم مری آنکھو مین خواب کا

نالہ بھی ڈھونڈنے کو نکلتا ہے اشک بھی
ملتا نہین پتہ دلِ خانہ خراب کا

ٹھہرا ہے دل تو یہ نہ سمجھنا ٹھہر گیا
تھم تھم کے رہ گیا ہے مزہ اضطراب کا

شوخی سے ابتو آپ کو دم بھر نہین قرار
کچھ رنگ آچلا ہے مرے اضطراب کا

رندون کو مے سے اتنی عقیدت تو چاہئے
دل کی جگہ بغل مین ہو شیشہ شراب کا

اک مستِ ناز کا جو تصوّر ہے ای جلیل
رہتا ہے بے پئے مجھے نشۂ شراب کا

روشن صفتِ آئنہ جو دل نہین ہوتا
وہ دل کسی معشوق کے قابل نہین ہوتا

کچھ لطفِ محبت مجھے حاصل نہین ہوتا
جبتک ہدفِ تیرِ ستم دل نہین ہوتا

غنچے ہون کہ گل مست ہین سب رنگ مین اپنے
کچھ بھی اثرِ شورِ عنادل نہین ہوتا

تیغ نگہِ یار مین یہ خاص صفت ہے
اچھا کبھی زخمِ جگر و دل نہین ہوتا

قاتل ہے وہی جسکا ہر انداز ہو قاتل
خنجر کی مدد سے کوئی قاتل نہین ہوتا

مجکو تو کیا تو نے جدا اپنی گلی سے
لیکن ترے قدمون سے جدا دل نہین ہوتا

بلبل سے کہو عشق چھپانے مین مزہ ہے
کچھ نالہ و فریاد سے حاصل نہین ہوتا

اُٹھتا ہے مرا دردِ جگر چارہ گری کو
جب اور کوئی چارہ گرِ دل نہین ہوتا

قاتل ہوے پھر بھی وہی بل ہے جبین پر
قاتل سے جدا خنجرِ قاتل نہین ہوتا

یہ بادۂ گلرنگ بھی کیا چیز ہے ساقی
پیتا ہون مگر سیر مرا دل نہین ہوتا

مقتل کا نہ کیون رنگ نظر آئے چمن مین
کس پھول کے سر خونِ عنادل نہین ہوتا

خنجر بھی جھکاتا ہے سر اپنا ترے آگے
حق یہ ہے کہ اس نوک کا قاتل نہین ہوتا

اپنی بھی خبر ہمکو جنون مین نہین لیکن
دل ہے کہ تری یاد سے غافل نہین ہوتا

اُس برق نظر سے نہ جلیل آنکھ لڑاؤ
دیکھو کوئی بجلی کے مقابل نہین ہوتا

سلام

داغِ دل بن کے غمِ سیدِ ابرار رہا
زندگی بھر مجھے جلنے سے سروکار رہا

دیکھتے کاش شہِ دین مرے رونیکی بہار
رنگ پر آٹھ پہر دیدۂ خونبار رہا

آفرین صبر و تحمل پہ شہ بیکس کے — ایک دم لاکھ بلاؤن مین گرفتار رہا
مجکو بھولی نہین عابدؑ کی برہنہ پائی — پاؤن مین اُنکے مرے دلمین چُبھا خار رہا
حوصلہ دیکھئے اُس شاہِ جوان ہمت کا — پیاس مین جامِ شہادت کا طلبگار رہا
قافلے مین نہ بچا کوئی بجز عابدؑ کے — ایک بیمار بہتّر کا عزادار رہا
کٹ گئے ہاتھ جو عباسؓ کے وقتِ پیکار — رُعب اُس شیر کا کھینچے ہوئے تلوار رہا
کیسے کیسے صفِ اعدا مین قوی ہیکل تھے — سب پہ بھاری خلفِ حیدرِ کرّارؓ رہا
ہو کے تنہا بھی نہ تنہا ہوئے غربت مین امام — صبر غمخوار رہا فضلِ خدا یار رہا
گُل جو زخمون کے کھِلے اُنپہ نظر کیا ہوتی — شاہ کے پیشِ نظر خُلد کا گلزار رہا
عرض کرنا مرے آقا سے یہ اے بادِ صبا — تشنہ لب تم رہے مین تشنۂ دیدار رہا

شہ کا مدّاح بھی ہے اور ہے گریان بھی جلیلؔ
کبھی آنکھون سے کبھی لب سے گُہر بار رہا

نیم بسمل جو مجھے چھوڑ کے قاتل جاتا — ساتھ ہی اُسکے منانے کو مرا دل جاتا
فکر کی لاکھ مگر وہ بُتِ کافر نہ ملا — اتنی کوشش کوئی کرتا تو خُدا مِل جاتا
ضبطِ فریاد کا احسان رہا قاتل پہ — لب ہلاتے جو ذرا ہم تو جگر ہِل جاتا
بھیجتا مین جو ترے پاس خبر لانے کو — آگے آگے مرے قاصد کے مرا دل جاتا

کم نہین بادِ بہاری سے تمہاری تلوار
یہ جو چلتی ابھی زخمون کا چمن کھل جاتا

بسملون کی نگہِ یاس جو دیکھی ہوتی
چوٹ کھائے ہوئے میدان سے قاتل جاتا

نہ سہی قتل کوئی زخم ہی دیتا مجکو
یہ تو ہوتا کہ شہیدون مین ترے مل جاتا

سب تو جاتے سوءِ گلزار بہار آنے پر
سر بکف مین طرفِ کوچۂ قاتل جاتا

دل چرایا نگہِ ناز نے یا کاکل نے
آنکھ سے آنکھ جو ملتی تو پتہ مل جاتا

کھو چکا ہون دل و دین صبر و سکون تیرے لئے
تو جو ملتا تو مجھے سب کا عوض مل جاتا

وقت پر آئے کیا آپ نے مسرور مجھے
دیر ہوتی تو بلانے کو مرا دل جاتا

تم سے نازک کو ضرورت نہین آرایش کی
ہار پھولون کا پہنتے تو گلا چھل جاتا

روکتا کون مجھے فصلِ بہار آنے پر
دیکھتے تم کہ معِ طوق و سلاسل جاتا

کیا کہون تم مرے آغوش مین آئے نہ کبھی
ورنہ تمکو بھی ستانے کا عوض مل جاتا

گرم ہوتا جو وہان نذر کا دربارِ جلیل
لیکے مین دستِ ادب مین جگر و دل جاتا

حسن و الفت مین خدا نے ربط پیدا کر دیا
دردِ دل مجکو دیا تمکو مسیحا کر دیا

خوب کی تقسیم تو نے اے خیالِ زلفِ یار
دل کو نذرِ داغ سر کو وقفِ سودا کر دیا

جان لے لینا جلانا کھیل ہے معشوق کا
آنکھ سے مارا لبِ نازک سے زندا کر دیا

مجکو شکوہ ہے کہ دل کا خون قاتل نے کیا
دل یہ کہتا ہے مجھے قطرے سے دریا کر دیا

ناز ہو یا دلبری افسون ہو یا جادوگری
سبکو قدرت نے تری چتون کا حصا کر دیا

دل اِدھر رخصت ہوا ہوش اُسطرف چلتے ہوے
کس کی آنکھون نے یہ در پردہ اشارا کر دیا

مین کہان الفت کہان یہ سب کرشمے دلکے ہین
تم پہ خود شیدا ہوا مجکو بھی شیدا کر دیا

مرحبا اے ساقیِ جادو نظر صد مرحبا
مست آنکھون نے مرا نشۂ دو بالا کر دیا

مین نہ ایسا جانتا تھا تیری چشمِ شوخ کو
فتنے برپا کرتے کرتے حشر برپا کر دیا

دل تڑپتا ہے تو کچھ تسکین ہوتی ہے جلیل
جی بہلنے کو خدا نے درد پیدا کر دیا

ترا جلوہ مجھے بیخود بنا جاتا تو کیا ہوتا
جگر مین دل مین آنکھون مین سما جاتا تو کیا ہوتا

تصور مین تو آنا یار کا ہر روز ہوتا ہے
مرے پہلو مین دم بھر کو جو آ جاتا تو کیا ہوتا

بھری محفل مین بھی شوخی وہی تھی اُنکی چتون کی
کوئی پوچھے اگر مجکو غش آ جاتا تو کیا ہوتا

تری آنکھون کا جادو سوتے فتنون کو جگاتا ہی
ہمارے بختِ خفتہ کو جگا جاتا تو کیا ہوتا

کدھر جاؤن کہان ڈھونڈون مین اپنے گمشدہ دلکو
اگر ظالم پتا اپنا بتا جاتا تو کیا ہوتا

کمر سے اپنے خنجر کو لگا رکھا ہے قاتل نے
اگر میرے گلے اسکو لگا جاتا تو کیا ہوتا

چڑھے تھے پھول جو تربت پہ سب مرجھائے جاتے ہین
کوئی دلسوز دو آنسو بہا جاتا تو کیا ہوتا

مری مستی تو بھی موقوف چشم مست پر ساقی
اگر تو خم کے خم مجکو پلا جاتا تو کیا ہوتا

گیا تھا آج قاصد کوچۂ دلدار کو اے دل
جو تو بھی ساتھ قاصد کے چلا جاتا تو کیا ہوتا

جلیل اُسکے تصور سے تو اپنے ہوش جاتے ہین
کہین وہ اک جھلک اپنی دکھا جاتا تو کیا ہوتا

ناوکِ ناز کیا ادھر آیا
چارہ سازِ دل و جگر آیا

پھل مبارک ہو تیغ کا اے دل
نخلِ امید مین ثمر آیا

دل کا آنا غضب کا آنا تھا
پھر نہ قابو مین عمر بھر آیا

پوچھیے یار کی خبر کس سے
جو گیا ہو کے بے خبر آیا

تیرِ خالی گیا نہ قاتل کا
بچ گیا دل تو جان پر آیا

تازہ رہتی تھی یاد قاتل کی
رو دیا مین جو زخم بھر آیا

اُس سے ٹھہرا تھا شام کا وعدہ
آتے آتے دمِ سحر آیا

یہ تجاہل بھی کس مزے کا ہے
مجھسے کہتے ہین تو کدھر آیا

آفرین تجکو اے خدنگِ نظر
توڑ کر دل کو تا جگر آیا

درد سے مجکو ایسی الفت ہے
آ گیا غش جو چارہ گر آیا

نذرِ قاتل کا ہے نیا انداز
کوئی دل کوئی لیکے سر آیا

ہم تو بیخود رہے درِ دیدار
اے نظر تجکو کیا نظر آیا

جو قیامت اُٹھا چکا تھا ابھی
دیکھنا پھر وہ فتنہ گر آیا

شوقِ دیدار اس کو کہتے ہین
دل مین نقشہ ترا اُتر آیا

شعر کا مصرع ہے لاجواب جلیل
نخلِ اُمید مین ثمر آیا

دل کے جانے کا الم کیون مجھے قاتل ہوتا
تیر پہلو مین جو آتا تو وہی دل ہوتا

لطفِ تازہ ترے غم مین مجھے حاصل ہوتا
کاش ہر روز نیا درد نیا دل ہوتا

بزمِ مے مین تری شرکت نہوئی خوب ہوا
ورنہ پھر ہوش مین آنا مجھے مشکل ہوتا

تپشِ عشق سے رگ رگ مری مضطر ہوتی
ایک دل دیکے تجھے مین ہمہ تن دل ہوتا

موت کا ہاتھ بٹانا تھا کسی دن چل کر
مین بھی ممنون ترا خنجرِ قاتل ہوتا

آپ کے دم سے یہ شیرازہ بندھا ہے ورنہ
مین کہین ہوش کہین اور کہین دل ہوتا

نگہِ لطف کسی پر ہے کسی پر بیداد
مجکو حسرت ہے کہ مین بھی کسی قابل ہوتا

مین اگر قید مین رہتا بھی تو حاصل کیا تھا
میرا نالہ تو نہ پابندِ سلاسل ہوتا

ناوکِ ناز سے وابستہ تھی قسمت دل کی
تم ہدف جس کو بناتے یہی بسمل ہوتا

دستِ ساقی مین اُسے دیکھکے رشک آتا ہے
شیشۂ مے کی جگہ کاش مرا دل ہوتا

توڑنا چاہتے دل کو تو بہت آسان تھا
جوڑنا دل کا مگر آپ کو مشکل ہوتا

دل دیا تھا مجھے اللہ نے آنکھین دی تھین
تھا یہ مشکل کہ حسینون پہ نہ مائل ہوتا

لالہ رویون کی ہوس دل مین تھی بیکار جلیل
داغِ حسرت کے سوا کیا تجھے حاصل ہوتا

ہے ستم ناز سے آنا سرِ مدفن تیرا
خاک اُڑ کر نہ کہین تھام لے دامن تیرا

تجکو شکوہ ہے کہ عشاق نے بدنام کیا
سچ تو یہ ہے کہ ترا حسن ہے دشمن تیرا

سن جو کم ہے تو زیادہ ہے ستم کا لپکا
قتل کو کھیل سمجھتا ہے لڑکپن تیرا

مجھسے کہتا ہے جنون فصلِ بہار آنے دے
پھر وہی ہاتھ ہے میرا وہی دامن تیرا

تجکو معلوم ہو کیونکر مری حالت کیا ہے
کاش صورت کی طرح دل بھی ہو روشن تیرا

چاہتا ہون کہ جنون مین یہ اثر پیدا ہو
مین کرون جامہ دری چاک ہو دامن تیرا

پیش خیمہ ہین قیامت کے یہی دو فتنے
باڑھ پر قد ہے ترقی پہ ہے جوبن تیرا

تو بہ ہونے لگی بیداد سے دو نالون مین
اب کہان ہے وہ کلیجہ بتِ پرفن تیرا

گھر ہمیشہ ترے آئینے کا آباد رہے
جس مین جلتا ہے چراغِ رخِ روشن تیرا

خار ہین ہم جو نظر مین تو چلے جاتے ہین
باغبان تجکو مبارک رہے گلشن تیرا

چاند سورج کو اسی غم نے کیا آوارہ
کہ شب و روز ہے روشن رخِ روشن تیرا

وہ حنا ہاتھ میں ملتے ہیں ادا کہتی ہے
سرخرو دوست ہو پامال ہو دشمن تیرا

کیا شگفتہ گلِ اشعار ہیں دیوان میں جلیل
تر و تازہ رہے تا حشر یہ گلشن تیرا

ردیف باے موحدہ

نالۂ دل نے دیا خنجرِ قاتل کا جواب
آج قاتل کی تڑپ ہے دلِ بسمل کا جواب

رحم سے اسکو تنفر ہے سکون سے اسکو
نہ ترے دل کا ہے ثانی نہ مرے دل کا جواب

کوئی پرخون کوئی صدچاک نظر آتا ہے
غنچہ و گل ہیں کسی کے جگر و دل کا جواب

آزمایا جو دلون کو نگہِ دلبر نے
لاکھ دو لاکھ میں نکلا نہ مرے دل کا جواب

خون میں تیر کا پیکان وہ ڈبو کر بولے
دیکھ ہم نے یہ نکالا ہے ترے دل کا جواب

کیسے بیدرد ہیں گلزار کے بسنے والے
کوئی دیتا نہیں فریادِ عنادل کا جواب

زلف کہتی ہے کہ وحشت کی نہ لے دل مجھ سے
حلقہ حلقہ ہے مرا طوق و سلاسل کا جواب

شبِ فرقت کی اندھیری سے وہ کیا گھبرائے
جسکا ہر داغِ جگر ہو مہِ کامل کا جواب

اس تمنا میں کہ وہ قتل پہ راضی ہو جائے
خونِ حسرت سے لکھا نامۂ قاتل کا جواب

محفلِ یار کی تعریف جو سنتے ہو جلیل

دل ہے پہلو مین ہمارے اُسی محفل کا جواب

ردیفِ باے فارسی

کمالِ حسن سے لاکھون مین انتخاب ہین آپ
زوال جسکو نہین ہے وہ آفتاب ہین آپ

ادا مین ناز مین شوخی مین لاجواب ہین آپ
جو انتخاب ہین اُن مین بھی انتخاب ہین آپ

یہ آب و تاب کہان اور خوش جمالون مین
غلط نہین کہ ستارون مین ماہتاب ہین آپ

جو حسن و عشق مین نسبت ہے اس سے روشن ہے
کہ مین ہون ذرۂ ناچیز آفتاب ہین آپ

ستمگری کی بدولت ہوا عروج نصیب
فلک وقار فلک فر فلک جناب ہین آپ

مجھے کچھ آپ سے شکوہ نہین تغافل کا
یہ جانتا ہون کہ مستِ مئے شباب ہین آپ

یہ جانتے ہین کہ تاب نظر نہین مجکو
جبھی تو رخ سے اُٹھائے ہوئے نقاب ہین آپ

جمال آپ کا جو دیکھتا ہے کہتا ہے
کہ نیّرِ فلکِ حسن لاجواب ہین آپ

جلیل آپ کا دم بھی بہت غنیمت ہے
کہ امتحانِ محبت مین کامیاب ہین آپ

ردیفِ تاے فوقانی

بجا بجا پھرتے ہو کیون شمس و قمر کی صورت
آؤ دل مین رہو آرام سے گھر کی صورت

مین وہ غمگین ہون کہ چھیڑا جو ذرا کانٹون نے
آبلے پھوٹ بہے دیدۂ تر کی صورت

محفلِ یار مین کیا رنگ جمائے کوئی
شمع جلتی ہے جہان داغِ جگر کی صورت

دیدیا حکمِ جنون سنکے یہ بہار آنے پر
پارہ پارہ ہو گریبان بھی جگر کی صورت

کل جو تھے آپ تو جنت کا مزہ آتا تھا
آج دیکھی نہین جاتی مرے گھر کی صورت

دیکھ لی تونے زمانے کی ہوا لالۂ باغ
داغ تجکو بھی ملا میرے جگر کی صورت

تیغِ قاتل جو چلی ہے صفتِ بادِ بہار
دلِ بسمل ہے شگفتہ گلِ تر کی صورت

کوئی فتنہ نہ اُٹھا فتنۂ قامت کی طرح
کوئی جادو نظر آیا نہ نظر کی صورت

بسملِ تیغِ ادا کس نے کیا ہے مجکو
خود بتاتی ہے مرے زخمِ جگر کی صورت

دمِ دیدار دمِ آنکھون مین کھنچا آتا ہے
کتنی دلکش ہے مرے رشکِ قمر کی صورت

اپنے بسمل کو وہ پوچھین تو یہ کہنا قاصد
دیکھی جاتی نہین اب زخمِ جگر کی صورت

رُخِ جانان کا جوانی مین یہ عالم دیکھا
چودھوین رات کو جیسے ہو قمر کی صورت

صبحدم وہ جو مرے گھر سے چلے مثلِ نسیم
بجھگیا دل کا کنول شمعِ سحر کی صورت

ہجرِ ساقی مین جو ساغر پہ نظر پڑتی ہے
دل بھر آتا ہے مرا دیدۂ تر کی صورت

کج ادائی پہ وہ نازان ہین مجھے حیرت ہے
عیب بھی حسن مین داخل ہے ہنر کی صورت

تیرِ مژگان نے جو ڈھایا ہے ستم کیا کہیے
اب نہ وہ دل کی ہے صورت نہ جگر کی صورت

کیا قیامت ہے کہ دل اُسکا فدائی نکلا
جو ہے بیدرد مرے دردِ جگر کی صورت

مل گئے خاک مین وہ لعل کے ٹکڑے آنسو
مین نے پالا تھا جنھین لختِ جگر کی صورت

تم نے جس دل کو پریخانہ بنا رکھا تھا
اب ہی دل ہے اک اُجڑے ہوئے گھر کی صورت

ہجرِ قاتل مین جو صدمہ ہے کہون کس سے جلیل
آنکھین روتی ہین لہو زخمِ جگر کی صورت

ردیفِ تاے ہندی

خدنگ ناز سے قاتل نے وہ لگائی چوٹ
کہ دل بھی لوٹ گیا جان پر بھی آئی چوٹ

ٹپک پڑین مژۂ تر سے خون کی بوندین
جو دل نے کھائی تھی آخر وہ رنگ لائی چوٹ

کرین وہ دل کو چٹیلا تو کچھ کمال نہین
کمال یہ ہے کہ دیتی نہین دکھائی چوٹ

بتون نے دلکو جو صدمہ دیا ہے کیا کہیے
یہ شیشہ وہ ہے کہ پتھر کی جسنے کھائی چوٹ

رقیب سے وہ خفا ہین تو مین مناؤن کیون
جنون نہین ہے کہ لون اپنے سر پرائی چوٹ

رقیب کیون ہو نشانہ ترا مرے ہوتے
کہ اہلِ درد سے رکھتی ہے آشنائی چوٹ

گمان ہوا کہ لگی دل پہ چوٹ پتھر کی
جو برگِ گل سے بھی اُس شوخ نے لگائی چوٹ

کسی کی تیغِ ادا کا تھا اسقدر مشتاق
کہ ہوکے سینہ سپر مین نے دل پہ کھائی چوٹ

جلیل سنگِ حوادث کا کیا کرین شکوہ
ہمارے دل نے سدا چوٹ پر اُٹھائی چوٹ

ردیفِ ثاے مثلثہ

مہربان ہو کے ہوے آپ خفا کیا باعث
میرے ہوتے مرے دشمن پہ جفا کیا باعث

بانکپن کا کوئی جوہر تو دکھایا ہوتا
رہ گئی کھنچ کے تری تیغِ ادا کیا باعث

یہ تو سب یار پُرانے تھے تری صحبت کے
ساتھ رہتے نہین اب ناز و ادا کیا باعث

اب تو آوازِ فغان بھی نہین آتی دل سے
کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ ہوا کیا باعث

تیری سازش تو نہین دردِ محبت اس مین
ہو گئی دشمنِ تاثیر دوا کیا باعث

کیا ابھی حوصلۂ ظلم و ستم باقی ہے
تم مجھے دیتے ہو جینے کی دعا کیا باعث

کچھ اثر تیری نزاکت نے دکھایا ہوگا
ورنہ کیون ٹوٹ گیا عہدِ وفا کیا باعث

اُن سے پوچھے کوئی جو دل کو پھنسا رکھتے ہین
اُڑ گیا ہاتھ سے کیون رنگِ حنا کیا باعث

کیا حنا پاؤن مین دونون نے لگا رکھی ہے
نہ وہ آتے ہین الٰہی نہ قضا کیا باعث

کیا کوئی رشکِ چمن آج چمن مین آیا
ناز کرتی ہوئی چلتی ہے صبا کیا باعث

کسی میکش کا مگر شیشۂ دل ٹوٹا ہے
سرِ میخانہ جو روتی ہے گھٹا کیا باعث

تم تو وارفتہ و دلدادہ بتون کے ہو جلیل
پارسا کہتی ہے کیون خلقِ خدا کیا باعث

ردیفِ جیمِ عربی

گلشن مین آگیا ہے جو وہ گلعذار آج — پھرتی ہے باغ باغ نسیمِ بہار آج
سُنتے ہین آرہی ہے چمن مین بہار آج — کھیلین گے چلکے مرغِ جنون کا شکار آج
توبہ ہے دل شکستہ کوئی پوچھتا نہین — جام و سُبو کی چار طرف ہے پکار آج
کب تک خدنگِ ناز نشانہ اُڑائے گا — کل دل ہوا شکار جگر ہے فگار آج
لائی ہے بو اُڑا کے جو گیسوے یار کی — ہے اور ہی ہوا مین نسیمِ بہار آج
کل ہوش کھو کے آئے تھے اُس جلوہ گاہ سے — پھر ہمکو لیچلا ہے دلِ بیقرار آج
ابرو کی ہے کمان جو قاتل چڑھی ہوئی — کیا ہاتھ آگیا کوئی تازہ شکار آج
کل تک نہ تازگی مرے زخمِ کہن مین تھی — شاید چمن مین آگئی فصلِ بہار آج
گرما دیا کچھ اور بھی اُس چشمِ شوخ نے — بجلی بنا ہوا ہے دلِ بیقرار آج
کس برق وش کی یاد کا دل مین گزر ہوا — رخصت طلب جو ہین مرے صبر و قرار آج
قاتل نے تمکو یاد کیا ہو نہ اے جلیل — ہوتی ہے کیون یہ سر مین دھمک بار بار آج

ردیفِ جیمِ فارسی

میرے پہلو سے نہ قاتل تیر کھینچ | تیر کو اب صبر کر شمشیر کھینچ
شکل ہو حسرت کی چپ تون یاس کی | اے مصوّر یون مری تصویر کھینچ
درد کی لذّت اُٹھانے دے مجھے | چارہ گر تھم تھم کے دل سے تیر کھینچ
مجکو تو اے دل اثر سے کام ہے | آہ کر یا نالۂ شبگیر کھینچ
امتحان دونون کا ہو جب لطف ہے | مین تو کھینچون آہ تو شمشیر کھینچ
اے دلِ مضطر وہ ہین نازک مزاج | کچھ سمجھکر آہِ پُر تاثیر کھینچ
اب تامل کیا ہے اے قاتل تجھے | خون بخشا قتل کر شمشیر کھینچ
درد اپنا اُس سے کہتا ہے جو تو | آہ بھی اے دل دمِ تقریر کھینچ
ساتھ دل کے ہو جگر بھی سرخرو | اور اک ترکش سے قاتل تیر کھینچ
اے تصوّر تو مصوّر ہے اگر | لوحِ دل پر یار کی تصویر کھینچ

بختِ خفتہ کو جگانا ہے جلیل
اور وہ اک نالۂ شبگیر کھینچ

ردیفِ حاے حطی

نازک مزاج ہو نہ کوئی یار کی طرح | کھچتا ہے بات بات پہ تلوار کی طرح

سونے کا ہے خیال کسے اے شبِ وصال
جاگین گے آج طالعِ بیدار کیطرح

گلشن مین تم نہین تو گلون کا یہ رنگ ہے
بیمار سب ہین نرگسِ بیمار کیطرح

تنگ آگئے ہین وصل مین وہ دستِ شوق سے
فرماتے ہین کہ پیار کرو پیار کیطرح

دل مفت چاہتے ہین مگر سب کے سامنے
قیمت لگا رہے ہین خریدار کیطرح

پردے کا ہے خیال تو صورت یہ خوب ہے
آنکھون مین رہیے حسرتِ دیدار کیطرح

بازارِ حشر مین ہے عجب شانِ مصطفےٰ
یوسفؑ بھی جھک رہے ہین خریدار کیطرح

کیونکر نباہ دونون مین ہوتا ہے دیکھئے
دل بھی مزاجدار ہے دلدار کیطرح

اس شوق مین کہ آپ کرین ہم کو پائمال
در پر پڑے ہین سایۂ دیوار کیطرح

قسمت تو تھی پھری ہوئی مدت سے اے اجل
کیا تو بھی پھر گئی نگہِ یار کیطرح

سیراب ہو چکے ہین جو دیدارِ یار سے
بچلتے ہین جھومتے ہوئے میخوار کیطرح

عشاق کی نہ کوچۂ قاتل مین پوچھیے
بیٹھے ہین سر جھکائے گنہگار کیطرح

آئینہ دیکھتے ہین وہ کس چاہ و پیار سے
چمکا رہے ہین اُسکو بھی رخسار کیطرح

مداح ہے جو ابروِ خمدار کا جلیل
کیسی زبان چلتی ہے تلوار کیطرح

ردیفِ خاے معجمہ

روتے روتے ہو گئے ہین دیدۂ خونبار سرخ
آجکل میری نظر مین ہین در و دیوار سرخ

سر جو ٹکراتے ہین وحشت مین ترے شوریدہ سر
ہو رہے ہین آج زندان کے درودیوار سُرخ

آرہے ہین دن جوانی کے مبارک ہو تمھین
ہو چلے ہین کچھ تمھارے پھول سے رخسار سُرخ

وصفِ گُل مین نغمہ سنجی کا اثر ہے عندلیب
لال تھی تیری زبان اب ہوگئی منقار سُرخ

سینچتا ہے خونِ بُلبُل سے چمن کو باغبان
کیون نہ رنگت ہو گُلون مین کیون نہو گلزار سُرخ

خون روئے ہین جو فرقت مین ترے صحرانورد
صورتِ گلشن ہے سارا وادیِ پُرخار سُرخ

چشمِ بد دور آج تو قاتل پہ دُونی ہے بہار
ہاتھ رنگین ہین حنا سے خون سے تلوار سُرخ

شاخِ گُل بنکر وہ نکلے ہین چمن کی سیر کو
جسم پر پوشاک دھانی پھول سے رخسار سُرخ

موتیے کے پھول تو رنگین نہین ہوتے جلیل
پرتوِ عارض سے ہے اُنکے گلے کا ہار سُرخ

ردیفِ دال مہملہ

تشنہ کامی سے جلن دل مین ہے لب پر فریاد
اے مرے بحرِ کرم ساقیِ کوثر فریاد

رنگ پر آگئی پھر آہ و فغان بُلبل کی
پھر رگِ گُل مین چبھونے لگی نشتر فریاد

مین تو صیاد کا گھر پھونک کے رکھدون بُلبل
تجکو معلوم نہین کرتے ہین کیونکر فریاد

آدمی ہے کہ الٰہی وہ صنم پتھر ہے
داد دیتا ہے نہ سُنتا ہے ستمگر فریاد

بادہ نوشی مین وہ لذت ہے کہ انسان تو کیا
مے نہ پائین تو کرین شیشۂ و ساغر فریاد

جب سے خونریز ہوا غمزۂ دلکش تیرا
تو سُنے یا نہ سُنے ہوتی ہے گھر گھر فریاد

حشر مین پیاس سے ہم رند جو نالان ہونگے
سُن کے فریاد کرے گا لبِ کوثر فریاد

سوزِ فرقت سے نہین تابِ فغان مثلِ سپند
ہم تڑپ جاتے ہین آتی ہے جو لب پر فریاد

آپ فریاد سے بیزار ہین مجبور ہون مین
درد اُٹھتا ہے تو آتی ہے زبان پر فریاد

کہدو شیرین سے کہ فرہاد کا ماتم کب تک
سُن کے فریاد تری کرتے ہین پتھر فریاد

یار کی خاطرِ نازک کو دُکھا دیتے ہین
نالۂ و آہ ہین بیدادِ ستمگر فریاد

تم جو چاہو گے کسی کو تو یہی ہوگا جلیل
آنکھین روئین گی کرے گا دلِ مضطر فریاد

ردیفِ دالِ ہندی

بیجا ہے یار الفتِ اغیار پر گھمنڈ
اُس گُل پہ حیف ہے جو کرے خار پر گھمنڈ

قاتل ہو تم تو مین بھی تمھارا قتیل ہون
مجکو ہے آہ پر تمھین تلوار پر گھمنڈ

دیکھی نہین بہار مگر کوے یار کی
بیجا ہے اے صبا تجھے گلزار پر گھمنڈ

دیکھا ہے خواب مین کسی یوسف جمال کو
مجکو ہے آج طالعِ بیدار پر گھمنڈ

عشاق پہ ہو ناز جو تمکو عجب نہین
عنقا رفتنہ ساز کا کیا اعتبار ہے
نازان کوئی دوا پہ کوئی چارہ ساز پر
شانے کو مشک بیزیِ گیسو پہ ناز ہے

ہوتا ہے سب کو اپنے خریدار پر گھمنڈ
اے دل بہت نکر نگہ یار پر گھمنڈ
دل کو مرے ہے لذّتِ آزار پر گھمنڈ
آئینے کو تجلّیِ رخسار پر گھمنڈ

گو شاعرون مین نام ہے لیکن جلیلؔ کو
ہے شاعری پہ ناز نہ اشعار پر گھمنڈ

ردیفِ ذالِ معجمہ

ہے طرۂ زلفِ یار تعویذ
کس درجہ ہے باوقار تعویذ
اور شکلِ چمن ترے گلے مین
دیتا ہے عجب بہار تعویذ
اک روز ترے گلے پڑے گا
بنکر دلِ داغدار تعویذ
ہے برق بنا ہوا گھٹا مین
چوٹی مین وہ زرنگار تعویذ
سینے پہ بتون کے لوٹتے ہین
کیا لوٹتے ہین ہزار تعویذ
قرآن ہے جو رُخ ترا تو پھر کیون
درکار ہے تجکو یار تعویذ
بالون مین ترے بندھے تھے اکدن
برسون رہے مشکبار تعویذ

آتے ہین وہ فاتحے کو اکثر
حُب کا ہے مرا مزار تعویذ

آیا نہ جلیل دام مین یار
لکھا کئے ہم ہزار تعویذ

ردیفِ راے مہملہ

ذبح کرنے مین کمی او ستم ایجاد نکر
رحم کر رحم کے پردے مین یہ بیداد نکر

مین یہ کہتا نہین اے دل کہ اسے یاد نکر
یاد کر شوق سے ہان نالۂ فریاد نکر

ہدفِ تیرِ نظر غیر ہو میرے ہوتے
سب ستم کر یہ ستم او ستم ایجاد نکر

ابھی کچھ دیر ہے صیاد بہار آنے مین
اور دو روز قفس سے مجھے آزاد نکر

اس رہائی سے تو صیاد اسیری اچھی
بال و پر نوچ کے ظالم مجھے آزاد نکر

کھینچ دے یار کی تصویر مری آنکھون مین
اے تصور مجھے منت کشِ بہزاد نکر

پھول گلزار کے پژمردہ ہوئے جاتے ہین
گرم نالے بہت اے بلبلِ ناشاد نکر

قتل کرنے کے لئے تیری ادا کافی ہے
تیغ و خنجر کے حوالے مجھے جلاد نکر

مژۂ یار کی الفت کا مین سودائی ہون
چھیڑ مجھ سے بہت اے نشترِ فصاد نکر

ذکر گلشن کا اسیرون سے کوئی کرتا ہے
بے چھری ذبح خدا کے لیے صیاد نکر

عشق کہتا ہے یہ اُس سے کہ نہ عشاق کو بھول — ناز کہتا ہے کہ بھولے سے کبھی یاد نکر

صلح دونون مین رہے اسکی یہی صورت ہے — مین ستمگر نہ کہون تو ستم ایجاد نکر

ایک مدت سے نہ قاصد ہے نہ خط ہے نہ پیام — اپنے وعدے کو تو کر یاد مجھے یاد نکر

شمع کہتی ہے ترے سوختہ جان سے سر بزم — اشک آنکھون سے بہا نالۂ و فریاد نکر

یاد اُس شوخ کی مجھسے یہ کہا کرتی ہے — بھول جا آپ کو ایسا کہ کبھی یاد نکر

دل مین رہکر یہ مری دلشکنی خوب نہین — جس کو آباد کیا ہے اُسے برباد نکر

صبح کو رات کا افسانہ ہے بیکار جلیل
عہد پیری مین جوانی کے مزے یاد نکر

عشق کے راز کو افشا دلِ ناشاد نکر — صبر کر صبر خدا کے لیئے فریاد نکر

بیوفائی کا گلہ اے دلِ ناشاد نکر — وہ تجھے بھول گیا تو بھی اُسے یاد نکر

ناوکِ ناز سے کرتے ہین کلیجا چھلنی — اور ارشاد یہ ہوتا ہے کہ فریاد نکر

مین قفس ہی کو سمجھ لونگا نشیمن اپنا — تیری مرضی نہین صیاد تو آزاد نکر

سب کو آزاد کیا خوب کیا اے صیاد — مین اسیری کا ہون خوگر مجھے آزاد نکر

ہو گیا مین تو ترے دامِ محبت کا اسیر — بند اب کُنجِ قفس مین مجھے صیاد نکر

گُل سے ہنس بول لے بلبل کہ بہار آخر ہے — خوفِ گلچین نکر اندیشۂ صیاد نکر

دل پہ اویت ستم اتنا نہین ڈھاتا کوئی
گھر خدا کا ہے خدارا اسے برباد نکر

درد فرقت کا ہے منشا کہ نہ خاموش رہون
ضبط الفت کا تقاضا ہے کہ فریاد نکر

کیا زیارت یوہین کرتے ہین کسی تربت کی
قبر کو روندکے مٹی مری برباد نکر

شکوۂ ظلم و ستم کا یہ جواب آیا ہے
یاد کر مجکو مرے ظلم و ستم یاد نکر

عمر فرہاد نہ کٹ جائے کہین دھوکے مین
دیکھ تیزی بہت اے تیشۂ فرہاد نکر

اے جنون تیرے لئے جان سے حاضر ہی جلیل
قیس کا سوگ نہ کر ماتم فرہاد نکر

کچھ نظر اُن کو نہین اپنے پریشانون پر
بال زلفون کے پڑے لوٹتے ہین شانون پر

منتظر موسم گل کے ہین ترے دیوانے
ہاتھ رکھے ہوے بیٹھے ہین گریبانون پر

آج پینے کے لئے کون ہے آنے والا
لکۂ ابر جھکے پڑتے ہین میخانون پر

جوش وحشت مین ہے کیا ذکر لباس تن کا
بار ہے جامۂ ہستی ترے دیوانون پر

شمع کو زیست گوارا نہوئی بے عشاق
خود بھی جل بجھکے ستی ہوگئی پروانون پر

خیر سے اُن کا گریبان بھی سلامت نرہا
گل جو ہنستے تھے ترے چاک گریبانون پر

قیس و فرہاد بھلا جامہ دری کیا جانین
ہوگیا قطع یہ جامہ ترے دیوانون پر

آگیا ہے جو تصور کسی عاشق کا وہان
قہر ہے غیظ ہے غصہ ہے نگہبانون پر

مست آنکھون پہ بکھرتی ہے جو زلف ساقی
مین سمجھتا ہون گھٹا چھائی ہے میخانون پہ

گرد چہرون پہ گریبان پھٹے بکھرے بال
کس قیامت کا ہے عالم ترے دیوانون پہ

بدگمان ایسے بھی دُنیا مین ہوا کرتے ہین
اُس نے رکھے ہین نگہبان نگہبانون پہ

اپنے قاتل سے دمِ مرگ ہم آغوش رہے
رشک آیا مجھے جلتے ہوئے پروانون پہ

تابِ نظارۂ معشوق کہان عاشق کو
شمع کے جلتے ہی بجلی گری پروانون پہ

دردِ دل سن کے وہ بولے کہ چڑھایا تو نے
حاشیہ کوہکن و قیس کے افسانون پہ

اب تو زاہد کو بھی پینے سے نہ ہوگا انکار
اُٹھکے قبلے سے گھٹا چھا گئی میخانون پہ

تیرے وحشی دلِ مضطر کو سنبھالین کیونکر
ہاتھ اُٹھتے ہین تو پڑتے ہین گریبانون پہ

گرد تن پر جو پڑی ہے تو جنون کہتا ہے
خوب موزون ہے یہ خلعت ترے عریانون پر

روکے عشاق نے فرقت مین لہو کے آنسو
ٹکڑے یاقوت کے ٹانکے ہین گریبانون پہ

یون ہی انسان پہ پریزاد تمھین کہتے تھے
اور پر لگ گئے زلفین جو چھپین شانون پہ

اے جلیل اشکِ گنہگار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانون پر

دل کے سب داغ کھلے ہین گلِ خندان ہوکر
رنگ لایا ہے یہ غنچہ چمنستان ہوکر

دامنِ تر ہے کہ دفتر ہے یہ رسوائی کا
میری آنکھون نے ڈبویا مجھے گریان ہوکر

سر بالین مرے جلّاد سے بیٹھا نہ گیا
اُٹھ گیا زخمِ جگر پہ نمک افشان ہوکر

قتلِ عشاق کا انجام یہی ہونا تھا
ہاتھ ملتے ہین وہ اب دل مین پشیمان ہوکر

دل مین آئے ہین تو اب دل سے نکلتے ہی نہین
گھر پہ قبضہ کئے بیٹھے ہین وہ مہمان ہوکر

خوب ڈھونڈھا تو ملا اتنا پتہ دلبر کا
دلِ مشتاق مین رہتا ہے وہ ارمان ہوکر

نیند آئی جو کبھی زلف کے دیوانے کو
چونک اُٹھا خوابِ پریشان سے پریشان ہوکر

خوب سیراب کیا خنجرِ قاتل تو نے
پانی پانی ہون مین شرمندۂ احسان ہوکر

نگہِ شوق تو در پردہ خبر لیتی ہے
آپ جائین گے کہان آنکھ سے پنہان ہوکر

جلوہ گر آئینہ خانے مین ہوا کون حسین
نقشِ دیوار ہین سب آئینے حیران ہوکر

قتل کے بعد وفا میری جو یاد آئی ہے
سر جھکائے ہوے بیٹھے ہین پشیمان ہوکر

اُنکے چہرے پہ نظر جاتے ہوئے ڈرتی ہے
زلف نے جال بچھایا ہے پریشان ہوکر

شہرۂ حسن ابھی کیا ہے شباب آنے دو
نام چمکے گا تمھارا مہِ تابان ہوکر

تیغ سے مجکو شکایت نہ گلہ قاتل سے
میرے زخمون نے رُلایا مجھے خندان ہوکر

دامنِ دل کو بچاتا مین جنون مین کیونکر
دھجّیان اُڑ گئین اُسکی بھی گریبان ہوکر

اب کسی تیر کی حاجت نہین او تیر فگن
دل کے ارمان کھٹکنے لگے پیکان ہوکر

کیا تماشا ہے کہ خنجر جو کھچا رہتا تھا
وہ گلے سے مرے لپٹا ہے گریبان ہوکر

باخدا ایسے کہاں ہوتے ہیں جیسے ہیں جلیل
جان دیتے ہیں بتوں پر یہ مسلمان ہوکر

ناز کرتا ہے جو تو حسن میں یکتا ہوکر — میں بھی نازاں ہوں ترا عاشق شیدا ہوکر
میں نہ سمجھا تھا کہ اشکوں سے اٹھیگا طوفان — چند قطروں نے ڈبویا مجھے دریا ہوکر
چشم بیمار جو پہلے تھی وہی اب بھی ہے — کچھ بنائے نہ بنی تم سے مسیحا ہوکر
کس کے رخسار دم سیر چمن یاد آئے — پھول آنکھوں میں کھٹکنے لگے کانٹا ہوکر
درد تھا دل میں تو جینے کا مزہ ملتا تھا — ابتو بیمار سے بدتر ہوں میں اچھا ہوکر
دام سے چھوٹ کے بھی میری اسیری نہ گئی — زلف صیاد کے گلے پڑ گئی پھندا ہوکر
چھپ کے رہنا ہے جو سب سے تو یہ شکل کیا ہے — تم مرے دل میں رہو دل کی تمنا ہوکر
کیا ستم ہے شب وعدہ وہ حنا ملتے ہیں — رنگ لائے نہ کہیں خون تمنا ہوکر
تیر چٹکی سے نہ چھوڑا تھا ابھی قاتل نے — رہ گیا دل مرے پہلو میں نشانا ہوکر
اب بھی پیاسا کوئی رہ جائے تو قسمت اسکی — یار کی تیغ روانی پہ ہے دریا ہوکر

دہن یار کی تعریف جو کی میں نے جلیل
اڑ گیا طائر مضمون مرا عنقا ہوکر

قہر ڈھاتی ہے ادا تیری ستمگر ہوکر — تیر ہوکر اسے مارا اسے خنجر ہوکر

پس توبہ بھی جو ساقی کا خیال آتا ہے
چشمِ تر میری چھلک جاتی ہے ساغر ہوکر

دل دُکھانے سے مین خوش ہون مگر اسکا غم ہے
تم دل آزار ہوئے جاتے ہو دلبر ہوکر

وصل کا نام لیا تھا کہ قیامت آئی
تیغ ہوکر وہ کھچے تن گئے خنجر ہوکر

دیدۂ دل نے جو ساقی کا اِشارہ پایا
کر دیا مست مجھے شیشۂ و ساغر ہوکر

مِژۂ یار کو تھوڑا نہ سمجھنا اے دل
یہی رگ رگ مین اُتر جاتی ہے نشتر ہوکر

قتل کا لطف اُٹھانے نہ دیا غیرت نے
دل مین ہم کٹ گئے منّت کشِ خنجر ہوکر

یار آرام مین ہے اے دلِ نالان خاموش
چونک اُٹھے نہ کہین فتنۂ محشر ہوکر

ہر جگہ حُسن چمکتا ہے نئی صورت سے
بزم مین شمع گلستان مین گُلِ تر ہوکر

مین ہون وہ رند کہ جب سوئے چمن جاتا ہون
پھول کرتے ہین تواضع مری ساغر ہوکر

عیب بھی حُسن مین داخل ہے ستمگر کیلئے
خون کا داغ رہا تیغ مین جوہر ہوکر

ہر طرف بیخودیِ عشق کا چرچا ہے جلیل
آپ نے نام کیا آپ سے باہر ہوکر

ناوکِ یار جو گُزرا طرفِ دِل ہو کر
آرزو دل کی پھڑکنے لگی بسمل ہوکر

عشق کے واسطے کافی تھی نہ وسعت دل کی
ہم ہوئے یار پہ شیدا ہمہ تن دل ہوکر

تیغ و خنجر کی خوشامد سے غرض اتنی ہے
یاد کرتا رہون قاتل تجھے بسمل ہوکر

دل جو پہلو سے گیا خوب ہوا جانے دو
آؤ اب تم مرے پہلو مین رہو دل ہوکر

دیکھنا حُسن کا اعجاز اسے کہتے ہین
سارے عالم کا وہ محبوب ہے قاتل ہوکر

تیر بیکار نہ جائےگا ترا تیر افگن
ہم دکھائین گے تماشا تجھے بسمل ہوکر

آنکھ پڑتی ہے کڑی محتسب و واعظ کی
ٹوٹ جائے کہین شیشہ نہ مرا دل ہوکر

دین و دنیا کا نہین غم ترے دیوانون کو
سب سے آزاد ہین پابندِ سلاسل ہوکر

قتلِ عاشق سے جو مانع ہے نزاکت اُسکی
خون کرتا ہے تمنا کا وہ قاتل ہوکر

ایسے جلاد سے کس طرح نبھے گی یارب
حکم یہ ہے کہ نہ تڑپے کوئی بسمل ہوکر

کوئے جانان کا ارادہ جو کوئی کرتا ہے
ساتھ چلتی ہے قضا رہبرِ منزل ہوکر

چل دیا توڑ کے دل ناوکِ دلدار جلیل
رہ گئی دل مین تمنا خلشِ دل ہوکر

ردیفِ راے ثقیلہ

اے مرے دستِ طلب یار کے دامن کو نہ چھوڑ
چھوڑ دے سبکو مگر اُس بتِ پرفن کو نہ چھوڑ

اے ہوائے چمنِ عشق مرے دل سے نہ جا
اے غبارِ رہِ جانان مرے دامن کو نہ چھوڑ

بیکسون کا کوئی دنیا مین عزادار نہین
بیکسی سے یہ ذرا کہدو کہ مدفن کو نہ چھوڑ

کوچۂ یار سے عاشق کا نکلنا ہے گناہ
تو اگر بلبلِ گلشن ہے تو گلشن کو نہ چھوڑ

جا بجا تاک مین صیاد لگے ہین بلبل
خیر تیری ہے اسی مین کہ نشیمن کو نہ چھوڑ

قصد کرتی ہے جو بلبل کہ نکل جائے کہین
گل یہ کہتے ہین خدا کے لئے گلشن کو نہ چھوڑ

تو نکلجائے گی غنچے سے تو ہوگی برباد
دیکھ اے نکہتِ گل اپنے نشیمن کو نہ چھوڑ

تجکو معلوم نہین گھر کا اُجالا ہے یہی
دلِ نافہم خیالِ رُخِ روشن کو نہ چھوڑ

دربدر پھرنے مین وقعت نہین رہتی اے دل
آبرو سے تجھے رہنا ہے تو مسکن کو نہ چھوڑ

کہدیا ہم نے جو کہنا تھا ستمگر تجھ سے
اب تری رائے یہ ہے چھوڑ کہ دشمن کو نہ چھوڑ

باز آتے نہین گر جور و جفا سے وہ جلیل
تو بھی خاموش نہو نالہ و شیون کو نہ چھوڑ

ردیفِ زائے معجمہ

آپ بن ٹھن کے جو ہوتے ہین خرامان ہر روز
چاک ہوجاتے ہین دو چار گریبان ہر روز

زخم جو تیغِ تبسم سے دئے ہین تم نے
صورتِ گل وہ نظر آتے ہین خندان ہر روز

کنگھی چوٹی کا اُنھین شوق ہوا ہے جب سے
مثلِ گیسو مجھے کرتے ہین پریشان ہر روز

موسمِ گل مین نئے رنگ کی وحشت ہے مجھے
سیرِ گلشن ہے کبھی سیرِ بیابان ہر روز

مجھ سے بسمل کے لئے ہے یہی مرہم کافی
ہو کوئی زخم جگر پر نمک افشان ہر روز

موسم گل مین ہوا کرتی ہے شوریدہ سری
وحشتِ دل ہے یہان سلسلہ جنبان ہر روز

یار آئے کہ نہ آئے یہ مقدر اپنا
ہم تو کرتے ہین یہان وصل کا سامان ہر روز

میہمانی تو ہوا کرتی ہے گاہے ماہے
کہدو آئے نہ مرے گھر شبِ ہجران ہر روز

اپنے موسم پہ مزہ دیتی ہے برسات جلیل
کیون برستے ہین ترے دیدۂ گریان ہر روز

ردیفِ سینِ مہملہ

اُسطرف تیرِ دو پیکان ہے مرے قاتل کے پاس
اِسطرف پھر ہدف اپنا جگر ہے دل کے پاس

دردِ الفت کے لئے یہ آخری تدبیر ہے
چارہ گر سب تھک گئے اب لیچلو قاتل کے پاس

داغ تھے کثرت سے دل مین آبلے بھی پڑ گئے
اور اک محفل ہوئی آراستہ محفل کے پاس

اور اے شوقِ شہادت کچھ کشش درکار تھی
رہگیا ناوک کسیکا آتے آتے دل کے پاس

اے خوشا جذبِ محبت آتے آتے راہ مین
رُک گیا تابوتِ بسمل کا درِ قاتل کے پاس

جلوہ گر دیکھا جو تمکو مجمعِ خوبان مین رات
مین یہی سمجھا کہ تارے ہین مہِ کامل کے پاس

قیس کی آنکھون نے کب لیلیٰ کو دیکھا بے حجاب
اور پردے پڑ گئے پہونچا جو وہ محمل کے پاس

شوقِ وصلِ یار کم ہوتا نہین دیدار سے
پیاس دونی ہوگئی پہونچا جو مین ساحل کے پاس

کچھ جو ٹکڑے رہگئے تھے دل کے سینے مین مرے
اُنکو بھی ناوک اُڑا کر لے گئے قاتل کے پاس

لی تلاشی آکے جب اُن کی نگاہِ ناز نے
چند داغون کے سوا نکلا نہ کچھ بھی دل کے پاس

ہوگئے تقسیم سب قاتل کے پیکان ای جلیل
ہے جگر کے پاس کوئی اور کوئی دل کے پاس

ردیفِ شین معجمہ

مری نظر کو ہے اِک غیرتِ قمر کی تلاش
مری فغان کو ہے اک عمر سے اثر کی تلاش

مریض جس نے کیا ہے وہ خود مسیحا ہے
دوا کی فکر ہے مجکو نہ چارہ گر کی تلاش

فلک ہے کس لئے گردش مین کوئی کیا جانے
پھرا رہی ہے کسی غیرتِ قمر کی تلاش

لیا تھا جس نگہِ التفات سے دل کو
مری نظر کو ہے ظالم اُسی نظر کی تلاش

اِسی طلب مین اِسی جستجو مین رہتا ہون
تری تلاش ہے یا ہے تری خبر کی تلاش

یہ کیا ستم ہے کہ ملتی نہین نظر ہم سے
جو تو مِلا بھی تو اب ہے تری نظر کی تلاش

اب اپنی بے خبری اور بڑھتی جائیگی
خبر یہ ہے کہ اُسے ہے مری خبر کی تلاش

دمِ اخیر ملا ساشا ہو مراد مرا
ہزار شکر کہ کام آئی عمر بھر کی تلاش

فراق مین بہی لیل و نہار ہین اپنے
کہ دن کو شام کی ہے رات کو سحر کی تلاش

ملے وہ صید فگن اے صبا تو کہہ دینا
کہ مرغِ دل کو ہے پہر ناوکِ نظر کی تلاش

تم اپنے دل مین ذرا سی جگہ جو دیدیتے
تو در بدر نہ پہراتی مجھے یہ گھر کی تلاش

جلیل فکرِ سخن مین نہ کیون رہے مصروف
ہمیشہ رہتی ہے غواص کو گہر کی تلاش

ردیفِ صادِ مہملہ

تیغِ قاتل مین اک ادا ہے خاص
زخمِ بسمل مین اک مزا ہے خاص

قتل کی التجا پہ ہنس دینا
قتل کرنے کی یہ ادا ہے خاص

لذتِ مے مین شک نہین لیکن
نگہِ مست مین مزا ہے خاص

تیغ اُتری جو حلق سے بولے
دردِ اُلفت کی یہ دوا ہے خاص

زلف سے باندھتے ہین وہ مشکین
مجرمِ عشق کی سزا ہے خاص

سب کو دیدار سے کیا سیراب
میری بہی ایک التجا ہے خاص

فخر اس پر کرون تو زیبا ہے
کہ مجھی پر تری جفا ہے خاص

کر دیا عام جلوۂ دیدار
آپ سے مجکو یہ گلا ہے خاص

حسن والے ہین سب کے سب بیدرد
اور سب مین وہ بیوفا ہے خاص

دردِ الفت تجھے خدا رکھے
تو ہی اِک دل کا آشنا ہے خاص

دیکھکر وہ جلیل کو بولے
عاشقون مین یہ باوفا ہے خاص

ردیفِ ضادِ معجمہ

یہ چلی اُس کوچے مین ای شوق گلستان کے عوض
دل کرے نالہ کشی بلبلِ نالان کے عوض

آرزو ہے کہ دمِ حشر مرے حصّے مین
ہو مدینے کا چمن روضۂ رضوان کے عوض

دل گیا جان گئی کچھ نہ صلہ تم نے دیا
کاش دو بوسے ہی ملجائین دل و جان کے عوض

تیرے وحشی تو نئے رنگ کے گلچین نکلے
خار دامن مین چُنے ہین گُل و ریحان کے عوض

مشورہ مجکو دیا ہے یہ مری وحشت نے
وسعتِ دل کی کرو سیر بیابان کے عوض

پیرہن کا ہے کہان ہوش ترے مجنون کو
طوق ہے زیبِ گلو اب تو گریبان کے عوض

قابلِ شکر ہے اتنی بھی مسرت اے دل
زخم خندان تو ملے ہین لبِ خندان کے عوض

جب سے شانے نے ترے بالون کو سلجھایا ہے
دل پریشان ہے مرا زلفِ پریشان کے عوض

اسکے نالون سے تو دم بھر نہین آرام مجھے
اور دل دے کوئی یارب دلِ نالان کے عوض

ہی وہ رنگت مرے شعرون مین کہ سُنتا ہون جلیل
جوہری ڈھونڈھتے ہین لعلِ بدخشان کے عوض

ردیفِ طائے مہملہ

اچھا نہین ہے اہد و دلبر سے ارتباط
شامت ہے اُسکی جسکو ہو خنجر سے ارتباط

دشمن ہوئے ہین حضرتِ دل اپنی جان کے
پیدا کیا ہے ایک ستمگر سے ارتباط

بلبل اسی چمن کی ہے بادِ بہار بھی
کس کو نہین ہے کوچۂ دلبر سے ارتباط

ارمانِ وصل کو ہے مرے دل سے رسم و راہ
سودائے عشق کو ہے مرے سر سے ارتباط

کہتی ہے تیرِ ناز سے تیغِ ادائے یار
تجکو جگر سے ہے تو مجھے سر سے ارتباط

پھر بڑھ کے اضطراب نے پوچھا مرا مزاج
پھر درد کو ہوا دلِ مضطر سے ارتباط

شانہ ترا ہو یا دلِ صدچاک ہو مرا
رکھتے ہین دونون زلفِ معنبر سے ارتباط

بے چین مجکو دیکھ کے کہتا ہے اُن سے ناز
زیبا نہین تمھین کسی مضطر سے ارتباط

اے زاہدانِ خشک تمھین اس کی کیا خبر
رندونکو ہے جو ساقیِ کوثر سے ارتباط

گو زار ہون مگر ہے حسینون سے میل جول
گو خار ہون مگر ہے گُلِ تر سے ارتباط

رگ رگ مری پھڑکتی ہے اس بات پر جلیل
مجکو ہے اُس نگاہ کے نشتر سے ارتباط

ردیفِ ظائے معجمہ

عشق مین دل کا ہے خدا حافظ — ایسے بسمل کا ہے خدا حافظ

بڑھ کے پتھر سے ہے گلا میرا — تیغِ قاتل کا ہے خدا حافظ

ہو گئی دلربا نظر اُن کی — اب مرے دل کا ہے خدا حافظ

پاؤن پھیلا رہی ہے وحشتِ دل — اب سلاسل کا ہے خدا حافظ

روز دو چار صدقے ہوتے ہین — اُن کی محفل کا ہے خدا حافظ

لب پہ بسمل کے ہے جزاک اللہ — قولِ قاتل کا ہے خدا حافظ

دُھرے پیکان ہین تیرِ قاتل مین — جگر و دل کا ہے خدا حافظ

ہو گئی ہے کلی کلی صیّاد — اب عنادل کا ہے خدا حافظ

جوشِ گریہ ہے زور پر فریاد — دیدہ و دل کا ہے خدا حافظ

رُک گئی تیغ اُن کی حل سے جلیل
تیری مشکل کا ہے خدا حافظ

ردیفِ عین مہملہ

وصل سے ہے اگر حیا مانع — قتل سے آپ کو ہے کیا مانع

باز آیا نہ درد اُٹھنے سے
لاکھ ہوتی رہی دوا مانع

او ستمگر تری محبت کو
جور مانع نہ ہے جفا مانع

تیغ چلتی نہین نزاکت سے
عذر یہ ہے کہ ہے قضا مانع

جورِ گلچین ہے روز بُلبل پر
کوئی گُل ہے نہ ہے صبا مانع

مر رہے ہین قضا نہین آتی
ہے قضا کو تری ادا مانع

لاکھ ہین تمکو بے وفا کہتا
گر نہ ہوتی مری وفا مانع

آرزو دل کی کیا کہون اُن سے
کچھ تو ہے رُعب کچھ حیا مانع

ہو گیا خونِ آرزو جو سُنا
اُن کے آنے مین ہے حنا مانع

اُڑکے پہونچون جلیل یثرب مین
گر نہ ہو بختِ نارسا مانع

ردیفِ غین معجمہ

سیرِ چمن سے ہے جو مرا یار باغ باغ
ہر پھول باغ باغ ہے ہر خار باغ باغ

زخمون کا اِک چمن تنِ بسمل پہ دیکھکر
جلّاد باغ باغ ہے تلوار باغ باغ

یوسف کی تم بہار دکھاؤ تو کیون نہو
بازار باغ باغ خریدار باغ باغ

ساقی کے دم سے رنگِ چمن میکدے مین ہے
سرشار باغ باغ ہین ہُشیار باغ باغ

آمد بہار کی جو سُنی ہے نسیم سے
اشجار باغ باغ ہین گلزار باغ باغ

رحمت جو اُسکی عام ہے میدانِ حشر مین
زاہد ہین باغ باغ گنہگار باغ باغ

پہنا جو اُس نے ہار تو دل نے یہ دی دعا
تُو باغ باغ اور ترا ہار باغ باغ

سب پر اثر سُرور کا دیکھا بہار مین
دیندار باغ باغ ہین میخوار باغ باغ

میری یہ ہے دعا کہ خوشی سب کو ہو جلیل
احباب باغ باغ ہون اغیار باغ باغ

ردیفِ فا

وہ آج گھر سے چلے ہین مرے مکان کی طرف
بہار آتی ہے بُلبل کے آشیان کی طرف

جو تھی بہار تو گاتے رہے بہار کا راگ
خزان جو آئی تو ہم ہو گئے خزان کی طرف

تلاشِ دل مین چلا یُون کسی کا تیرِ نظر
پرند جیسے اُڑے اپنے آشیان کی طرف

ستمگرون کو بھی ہوتا ہے پاس اپنون کا
کہ تیر رُخ نہین کرتا کبھی کمان کی طرف

چلا اُٹھا کے جو بُلبل کو باغ سے صیّاد
تو دیکھتی تھی وہ مُڑ مُڑ کے آشیان کی طرف

بلائے تازہ کوئی آج آنے والی ہے
کیا ہے اُسنے اشارہ کچھ آسمان کی طرف

ذرا سی بات مین قصہ تمام ہوتا ہے ‌ ‌ ادا سے دیکھ لو اک بار نیمجان کی طرف
بہت کیئے ہین ستم اب ذرا سنبھل جاؤ ‌ ‌ نکل کے دل سے چلی آہ آسمان کی طرف

جلیل سب کا ہوا خواہ ہے گلستان مین
نہ بلبلون کی طرف ہے نہ باغبان کی طرف

ردیفِ قاف

اہلِ محفل ہین مےِ ہوشربا کے مشتاق ‌ ‌ ہم ہین ساقی تری مستانہ ادا کے مشتاق
ہمہ تن گوش ہین اُس بت کی صدا کے مشتاق ‌ ‌ ہمہ تن چشم ہین اُس ماہ لقا کے مشتاق
منتظر قاصدِ جانان کا ہے یون دل میرا ‌ ‌ جیسے ہون غنچہ و گُل بادِ صبا کے مشتاق
ٹکڑے بادل کے جو میخانے پہ ہین چھائے ہوئے ‌ ‌ یہ بھی شاید ہین مےِ ہوشربا کے مشتاق
اُس مسیحا سے نسیمِ سحری کہدینا ‌ ‌ دردمندانِ محبت ہین دوا کے مشتاق
کھینچ لو تیغِ ادا دیر ہے کیا بسم اللہ ‌ ‌ تم جفاجو ہو تو ہم بھی ہین جفا کے مشتاق
عشقبازی مین ہے یکسان ہمین مرنا جینا ‌ ‌ منتظر ہین نہ تمھارے نہ قضا کے مشتاق
مجکو تڑپا گئے وہ نازو ادا سے کہکر ‌ ‌ تمھین رہتے ہو مرے نازو ادا کے مشتاق
وعدۂ دید جو ٹھہرا ہے قیامت پہ جلیل ‌ ‌ ہم اسی واسطے ہیں روزِ جزا کے مشتاق

ردیفِ کافِ عربی

نیمجان ہو کے تڑپتے رہین بسمل کب تک
یہ رُکاوٹ یہ کھچاوٹ تری قاتل کب تک

ناوکِ ناز کا چسکا دلِ بسمل کب تک
تیری خاطر رہون منّت کشِ قاتل کب تک

مین تو سنتا تھا ترا وصف کہ دریا دل ہے
آبِ خنجر کو ترستا رہون قاتل کب تک

اِک نہ اِک دن ہدفِ تیرِ نظر ہوتا ہے
مین بچاؤن گا تمھین اے جگر و دل کب تک

گرم آہون سے تو ہوجاتے ہین پتّھر پانی
بُتِ بیدرد پسیجے گا ترا دل کب تک

حُسن چمکا ہے جوانی مین تو نازان کیون ہو
یہ تو سوچو کہ فروغِ مہِ کامل کب تک

سخت جان مین ہون ان چھُری کند ہے نازک جلّاد
دیکھیے ہوتی ہے آسان مری مشکل کب تک

پھر وہی مین ہون وہی دشت نوردی ہے جلیل
مجکو روکین گے بھلا طوق و سلاسل کب تک

مین رہون عشق مین سرگشتہ و حیران کب تک
اے جنون سلسلۂ زلفِ پریشان کب تک

دلِ بسمل ہے مرا تیرِ نظر کا مشتاق
ناوک افگن خلشِ ناوکِ مژگان کب تک

اے فلک تیرے کرم کی کوئی حد ہے کہ نہین
میرے حصّے مین بلائے شبِ ہجران کب تک

ناوکِ ناز سے تم راہ نکالو کوئی
دل مین گھُٹ گھُٹ کے رہین حسرت و ارمان کب تک

تیرے نالے کا نہین جب کوئی سُننے والا
پھر یہ ہنگامۂ محشر دلِ نالان کب تک

تنگ آکر یہ مرادستِ جنون کہتا ہے
مین گریبان سے رہون دستِ گریبان کب تک

فخر ہے میرے لیئے ناز اُٹھانا تیرا
لیکن اے دشمنِ جان رہزنِ ایمان کب تک

دیگئے دل کے عوض داغ یہ کہکر وہ جلیل
مین رہون آپ کا شرمندۂ احسان کب تک

ردیفِ کافِ فارسی

وہ خوشنما ہے ترے روے لاجواب کا رنگ
بہار جسپہ تصدق کرے گلاب کا رنگ

بہارِ حُسن سے پردہ اُٹھا لڑکپن کا
ادا ادا سے ٹپکنے لگا شباب کا رنگ

یہ فیض صحبتِ عارض نہین تو پھر کیا ہے
کہ دیدنی ہے رُخِ یار پر نقاب کا رنگ

بہارِ عارضِ پُرنور روز افزون ہے
کہ پہلے چاند کا تھا اب ہے آفتاب کا رنگ

نگاہِ شوخ سے بےچین دل یہ کہتا ہے
کہ تونے چھین لیا میرے اضطراب کا رنگ

ہمارے سوختہ دل مین کباب کی بو ہے
تمھاری شربتی آنکھون مین ہے شراب کا رنگ

وہ رنگ یار کا صبحِ شبِ وصال ہوا
کہ جیسے رات گزرنے پہ ماہتاب کا رنگ

ابھی تھی شام ابھی صبح ہوگئی روشن
اُڑا لیا ہے شبِ وصل نے شباب کا رنگ

جلیل عشق کی تاثیر اس کو کہتے ہین
کہ اشکِ بلبلِ شیدا مین ہے گلاب کا رنگ

ردیفِ لام

تم چارۂ جگر ہو تمھین ہو دوائے دل — پہلو مین تم جو آؤ تو قابو مین آئے دل
او سنگدل ستمگرِ نا آشنائے دل — کب تک ترے فراق کے صدمے اُٹھائے دل
آنکھون کا رنگ دیکھیے حالت نہ پوچھیے — ہر اشک کر رہا ہے بیان ماجرائے دل
مجھسا بھی رند کوئی نہ نکلے گا ساقیا — شیشہ جو ٹوٹتا ہے تو کہتا ہون ہائے دل
یہ بات خاص ہے تری تصویر کے لیے — سینے مین لوگ رکھتے ہین اُسکو بجائے دل
آواز جن مین ہوتی ہے وہ تیر اور ہین — تیرِ نگاہ سے کوئی کیونکر بچائے دل
ہلچل پڑی ہے چار طرف تیرِ ناز سے — کہتا ہے کوئی ہائے جگر کوئی ہائے دل
سو آفتین ہین ایک مری جان کیلیے — رشکِ رقیب فرقتِ جانان جفائے دل
اک آہ کے اثر سے کلیجہ دہل گیا — تم نے ابھی سنے ہین کہان نالہائے دل
تیغِ ادائے یار سے اللہ کی پناہ — ٹکڑے کرے جگر کے جو پہلو بچائے دل
صبر و قرار دل سے جُدا ہو گئے جلیل — اک درد رہ گیا ہے قدیم آشنائے دل

ردیف میم

حُسن یہ ہے کہ دلربا ہو تم
عیب یہ ہے کہ بیوفا ہو تم

اس سے بڑھکر عروج کیا ہوگا
مہر طلعت ہو مہ لقا ہو تم

تم سمجھتے ہو جب رخ کو ظالم
مین سمجھتا ہون کچھ سوا ہو تم

جانتے ہین تمھارے شیدائی
تم نہین جانتے کہ کیا ہو تم

تمکو زیبا ہے جان و دل لینا
خوبصورت ہو خوش ادا ہو تم

ہے جبھی لطف آشنائی کا
کاش کچھ درد آشنا ہو تم

سچ ہے یا جھوٹ لوگ کہتے ہین
فتنہ پرور ہو فتنہ زا ہو تم

مدعا پوچھتے ہین وہ میرا
کہدے قاصد کہ مدعا ہو تم

جب وہ ملتے ہین پوچھتے ہین جلیل
سچ کہو کس پہ مبتلا ہو تم

ردیف نون

کونسا وصف ترے ابرو و مژگان مین نہین
بل یہ خنجر مین نہین نوک یہ پیکان مین نہین

دل گم گشتہ اگر کوچۂ جانان مین نہین
یہ سمجھیے کہ کہین عالم امکان مین نہین

لب پہ آئے نہ ترا ذکر یہ ہو سکتا ہے
دل مین آئے نہ تری یاد یہ امکان مین نہین

خون فشانی مژۂ قیس کی دیکھے کوئی
پھول جتنے ہین بیابان مین گلستان مین نہین

مین بھی گلچین کی طرح پھول چنا کرتا ہون
کب گریبان سے پرزے مرے دامان مین نہین

چشم لیلی نے کہا قیس سے جاتا ہے کہان
کوئی آہو مری شوخی کا بیابان مین نہین

مین ہون دونون سے الگ جشن ہو یا ماتم ہو
خار صحرا مین نہین پھول گلستان مین نہین

وعدۂ دید ہے آنکھین ہین بچھی چار طرف
آج تل بھر بھی جگہ کوچۂ جانان مین نہین

شانہ و آئینہ بیکار طلب ہوتے ہین
کونسا حسن تری زلف پریشان مین نہین

تو ہی احسان کرا اے پیک تصور مجھ پر
نامہ بر کا تو گزر کوچۂ جانان مین نہین

دل بلبل پہ گرانی تھی نہ بجلی اے چرخ
جس سے رونق تھی وہی پھول گلستان مین نہیں

دل ہے بیتاب جدا آنکھ ہے بیخواب جدا
کوئی آرام کی صورت شب ہجران مین نہین

وہ جو گلگشت کو آتے ہین صبا کہتی ہے
اس نزاکت کا کوئی پھول گلستان مین نہین

عشق کہتا ہے کہ تقدیر کو روئین آنکھین
گوہر اشک اگر دامن مژگان مین نہین

شکر ہے اس مین محبت کا خزانہ نکلا
مین تو سمجھا تھا کہ کچھ بھی دل ویران مین نہین

جان ہو گی یہ کسی کی جو بندھی رکھی ہے
آپ سچ کہتے ہین دل گوشۂ دامان مین نہین

کوئی معشوق جو مچلے تو بہل سکتا ہے
دلِ بیتاب سنبھل جائے یہ امکان مین نہین

روزِ محشر کا تجھے خوف ہے بیکار جلیل
کیا جگر تیری دلِ شافعِ عصیان مین نہین

نگاہِ ناز سے عشاق بسمل ہوتے جاتے ہین
مبارک ہو ابھی سے آپ قاتل ہوتے جاتے ہین

گریبان چاک ہے گل کا پریشان بال سنبل کے
یہ سب تیرے ہواخواہون مین داخل ہوتے جاتے ہین

خبر کچھ آپ کو بھی ہے مریضانِ محبت کی
تصدق آپ پر ہونیکے قابل ہوتے جاتے ہین

الٰہی خیر ہو میرے جگر کی جان کی دل کی
خدنگِ نازِ قاتل کے مقابل ہوتے جاتے ہین

وہان سے آج فرمایش ہوئی ہے ہار گندھنے کی
دلِ عشاق بھی پھولون مین شامل ہوتے جاتے ہین

وہ آئینے مین اپنے عکس سے خوش ہوکے کہتے ہین
ترے انداز دل لینے کے قابل ہوتے جاتے ہین

دل ان پر ہر طرف سے آرہے ہین مثلِ پروانہ
خوشی کی بات ہے وہ شمعِ محفل ہوتے جاتے ہین

محبت کا نتیجہ کچھ نہ ہو لیکن یہ کیا کم ہے
وفا مین ہم جفا مین آپ کامل ہوتے جاتے ہین

ترقی کر رہا ہے دمبدم حسن و جمال ان کا
مہِ نو سے کبھی اب ماہِ کامل ہوتے جاتے ہین

تمھاری شکل و صورت آنکھ مین گھر کرتی جاتی ہے
تمھارے خالِ عارض آنکھ کا تل ہوتے جاتے ہین

تڑپنے پر مرے ان کا پھڑکنا لطف دیتا ہے
خدا کی شان قاتل ہو کے بسمل ہوتے جاتے ہین

تصور کو بھی کیا اللہ نے تاثیر بخشی ہے
تجلی گاہِ جانان دیدہ و دل ہوتے جاتے ہین

تڑپنا دل کا رونا آنکھ کا جلنا کلیجے کا
یہ قصّے آپکے سننے کے قابل ہوتے جاتے ہین

تڑپتے لوٹتے مجکو جو دیکھا ہنس کے وہ بولے
محبت کے مزے اب تمکو حاصل ہوتے جاتے ہین

تمھین تو کھیل ہے اے جان ہان کہکر نہین کہنا
مرے سب کام آسان ہوکے مشکل ہوتے جاتے ہین

خدا کے واسطے اب باندھ لو اِن بکھرے بالون کو
اسیرِ دامِ گیسو سیکڑون دل ہوتے جاتے ہین

وہ بیٹھے تیز چھُریان کر رہے ہین اپنے غمزونکی
مرے پہلو مین اک دل کے کئی دل ہوتے جاتے ہین

غرض اس سے یہی ہوگی کہ وعدہ یون ہی ٹلجائے
یہ اُنکی ہوشیاری ہے جو غافل ہوتے جاتے ہین

نگاہین خود شہادت دے رہی ہین بیوفائی کی
تمھارے جتنے دعوی تھے وہ باطل ہوتے جاتے ہین

اُدھر زینت کے وہ کپڑے پہنتے ہین شبِ وعدہ
اِدھر جامے سے باہر حضرتِ دل ہوتے جاتے ہین

جلیل اللہ کا ہے فضل آصفجاہ سابع پر
ابھی سے خلق مین مشہور عادل ہوتے جاتے ہین

یا خدا دردِ محبّت مین اثر ہے کہ نہین
جسپہ مرتا ہون اُسے میری خبر ہے کہ نہین

بول اُٹھے وہ جو حسینون کا مرقع دیکھا
میری تصویر ستارون مین قمر ہے کہ نہین

آج تک کچھ نہ محبّت کا نتیجہ نکلا
یارب اس نخلِ سے اُمیدِ ثمر ہے کہ نہین

اُٹھ گئے شیشۂ و پیمانہ ابھی سے ساقی
پوچھ لینا تھا کوئی تشنہ جگر ہے کہ نہین

مجھسے ارشاد یہ ہوتا ہے کہ تڑپا نہ کرو
کچھ تمھین اپنی اداؤن پہ نظر ہے کہ نہین

دیکھ لی تم نے مرے دل کی تڑپ سچ کہنا — کچھ تمھین بھی خلشِ دردِ جگر ہے کہ نہین
ان نگاہون کے جو زخمی ہین وہی جانتے ہین — تیر و خنجر تری ایک ایک نظر ہے کہ نہین
شیشۂ دلکو مرے سنگِ جفا سے توڑا — سا بُتِ ظالم تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ نہین
چٹکیاں دل مین تو لیتے ہو بہت ہنس ہنسکر — کچھ تمھین نالۂ دل کی بھی خبر ہے کہ نہین
آج تقدیر بھی کمبخت پڑی سوتی ہے — کس سے پوچھون شبِ فرقت کی سحر ہے کہ نہین
تم نہ آتے تھے مگر کھینچ ہی لایا تمکو — اب کہو جذبِ محبت مین اثر ہے کہ نہین
روز ہم تجھ سے تصوّر مین گلے ملتے ہین — سا بیخبر کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے کہ نہین
خندۂ گل کا چمن مین ہے وہی رنگ ابتک — تیری فریاد مین بلبل کچھ اثر ہے کہ نہین
ہاتھ رکھو مرے سینے پہ تو ظاہر ہو جائے — سوزِ دل ہے کہ نہین سوزِ جگر ہے کہ نہین
شوخ چشمون کو یہی فکر رہا کرتی ہے — دل کسی کا ہدفِ تیرِ نظر ہے کہ نہین
تم جو ہنس ہنس کے نمک اسپہ چھڑک جاتے ہو — قابلِ ناز مرا زخمِ جگر ہے کہ نہین
اونگاہون سے زمانے کو لٹانے والے — میری قسمت کا کوئی تیرِ نظر ہے کہ نہین
دل مین چھپکر نہ کبھی دل سے جدا ہو قاتل — کوئی ایسا بھی ترا تیرِ نظر ہے کہ نہین
پوچھ لو اُن سے جو دل کھوئے ہوئے بیٹھے ہین — نگہِ ناز مین جادو کا اثر ہے کہ نہین
آپ سے آنکھ ملاؤن یہ مری طاقت ہے — سا دیکھتا یہ ہون کہ اگلی سی نظر ہے کہ نہین

آنکھ آئینے سے ہر وقت لڑی رہتی ہے — کچھ مرے حال پہ بھی تمکو نظر ہے کہ نہین

اپنے دامن سے نہ اُس نے کبھی آنسو پونچھے — ڈوب مرنے کی جگہ دیدۂ تر ہے کہ نہین

سچ تو کہتا ہے ترا ناصحِ غمخوار جلیل
تجکو انجامِ محبت پہ نظر ہے کہ نہین

دردِ دل لاکھ کہو اُنپہ اثر کچھ بھی نہین — دل مین رہتے ہین مگر دل کی خبر کچھ بھی نہین

دیکھنے کو تو سبھی رکھتے ہین آنکھین لیکن — تو نظر آئے نہ جسکو وہ نظر کچھ بھی نہین

کیا محبت یون ہی دو دل مین ہوا کرتی ہے — اسطرف جان پہ آفت ہے اُدھر کچھ بھی نہین

شمع اس فکر سے محفل مین گھُلی جاتی ہے — رات بھر کا ہے سماں وقتِ سحر کچھ بھی نہین

ہو چکی دیدۂ گریان کی گہر افشانی — ابتو دامن مین بجز لختِ جگر کچھ بھی نہین

آ چکی ہے شبِ فرقت مین قیامت سو بار — اور ابھی خیر سے آثارِ سحر کچھ بھی نہین

یاس ہوتی ترے ملنے سے تو بہتر ہوتا — نخلِ اُمید سے اُمیدِ ثمر کچھ بھی نہین

کوئے جانان مین یہ جانے کا نتیجہ ہے جلیل
کھو گئے ہوش کچھ ایسے کہ خبر کچھ بھی نہین

ساقیا دیر نہ کر کشتیِ مے لانے مین — جان پیاسون کی پڑی ہے ترے پیمانے مین

کیسی شوریدہ سری ہے ترے دیوانے مین — ڈھونڈتا ہے دلِ گم گشتہ کو ویرانے مین

ساقیا دیدۂ پرخون کی خبر تجکو نہین
مے گلرنگ بھری ہے مرے پیمانے مین

ہوش اُڑ جایئن نہ کیون بادہ کشون کے ساقی
گردشِ چشم پری ہے ترے پیمانے مین

دردِ دل ہوگا مرے دیدۂ تر سے ظاہر
جو ہے شیشے مین وہی آئیگا پیمانے مین

ہر جگہ اس کو نئے روپ مین ہم دیکھتے ہین
مے ہے شیشے مین پری حور ہے پیمانے مین

ساقیِ توبہ شکن فصلِ بہار آنے دے
خون توبہ کا بھرینگے ترے پیمانے مین

مین سمجھتا ہون اسی کو دلِ مضطر کا علاج
تو نہ اے درد کمی کر مرے تڑپانے مین

چھوڑکر خانۂ زنجیر کو پچھتاتا ہون
جی بہلتا ہے نہ گلشن مین نہ ویرانے مین

یون تو جل بجھنے مین دونون ہین برابر لیکن
وہ کہان شمع مین جو آگ ہے پروانے مین

میکدے کی یہ اداسی نہین دیکھی جاتی
نہین معلوم ہے کیا دیر بہار آنے مین

میرے کہنے کا یقین تمکو نہ آئیگا جلیل
چل کے جنت کا سمان دیکھ لو میخانے مین

صبر کی تاب اب اے تیغ مرے دل مین نہین
یا مرا سر نہین یا تو کفِ قاتل مین نہین

سرفروشون کا وہ مجمع ہے کہ اللہ اللہ
پاؤن رکھنے کی جگہ کوچۂ قاتل مین نہین

قتل کرنے کی ندامت بھی بُری ہوتی ہے
جو تڑپ آج ہے قاتل مین وہ بسمل مین نہین

کیا تماشا ہے کہ وہ کر گئے بسمل لیکن
زخم کا نام و نشان بھی تنِ بسمل مین نہین

غیر کا دخل مرے گھر مین نہین ہو سکتا
تو ہے یا عشق ترا اور کوئی دل مین نہین

کس محبّت سے یہ بڑھ بڑھ کے گلے ملتا ہے
جو مزہ خنجرِ قاتل مین ہے قاتل مین نہین

قتل کرتی ہے لچکنے کی ادا عالم کو
تیغ جیسی ہے کمر مین کفِ قاتل مین نہین

حسن صورت مین اثر بات مین ناز آنکھون مین
یہ تو سب کچھ ہے مگر رحم ترے دل مین نہین

کچھ جو غیرت ہے تو ہم آپ ہی کٹ جائینگے
نہ سہی باڑھ اگر خنجرِ قاتل مین نہین

اس صفائی سے کیا قتل کہ ماشاءاللہ
خون کی چھینٹ کہین دامنِ قاتل مین نہین

شام ہوتے ہی یہان درد چمک اُٹھتا ہے
شمع کی اب کوئی حاجت مری محفل مین نہین

آتے رہتے ہین تصوّر مین پریرو کیا کیا
جو ہے خلوت مین تماشا کسی محفل مین نہین

جوش زن خونِ جگر ہے یہ سُنا ہے جب سے
آج کل رنگِ حنا پنجۂ قاتل مین نہین

اک نہ اک قید محبّت نے لگا رکھی ہے
دل ہے گیسو مین اگر پاؤن سلاسل مین نہین

حُسن کو عشق پہ ترجیح ہے شُہرت مین جلیل
بُوئے گُل مین ہے جو پرواز عنادل مین نہین

عجیب رنگ کی مستی ہے چشمِ دلبر مین
شباب نے یہ بھری ہے شراب ساغر مین

گلے سے گھونٹ اُترتا ہے رُوح بن بن کر
شراب ہے کہ ہے آبِ حیات ساغر مین

تری نگاہ مین جو بات مین نے دیکھی ہے
نہ تیر مین ہے نہ تلوار مین نہ خنجر مین

عجیب رنگ سے اشکون مین پارۂ دل ہے
کہ جیسے لعل کا ٹکڑا ہو سلکِ گوہر مین

غلط خیال ہے مین سخت جان نہین قاتل
یہ دیکھتا ہون کہ دم کس قدر ہے خنجر مین

حسین ہو کے سنورنے کی کیا ضرورت ہے
جو سادگی مین ہے زینت کہان وہ زیور مین

اب آنسوؤن مین ہوئی خون کی جھلک پیدا
جو دل بجھا تو لگی آگ دیدۂ تر مین

ہزار کوچۂ قاتل مین بھیڑ تھی لیکن
کھنچی جو تیغِ ادا فیصلہ تھا دم بھر مین

اُڑا کے ہوش تری چشمِ مست کہتی ہے
ہزار شیشون کا نشہ ہے ایک ساغر مین

پہونچ گیا سرِ منزل مین اک تڑپ مین جلیل
جو عمر بھر مین نہ ہوتا ہوا وہ دم بھر مین

مین کسی اور سے کیون شکوۂ بیداد کرون
لطف جب ہے کہ تجھی سے تری فریاد کرون

دل جگر مین تو کوئی خون کا قطرہ نہ رہا
کیا تواضع تری اے ناوکِ جلاد کرون

رحم آیا ہے نہ آئیگا کبھی قاتل کو
مین کہانتک دہنِ زخم سے فریاد کرون

دل تو کہتا ہے غمِ عشق کا اظہار نہ ہو
درد دل کا یہ تقاضا ہے کہ فریاد کرون

دو گھڑی چین سے رہنے کی یہی صورت ہے
تجکو قاتل کے حوالے دلِ ناشاد کرون

مست کر دے مجھے ساقی مگر اس شرط کے ساتھ
ہوش اتنا رہے باقی کہ تجھے یاد کرون

تازہ کرتا ہے مرے زخمِ کہن کو صیاد
مجھسے کہتا ہے بہار آئے تو آزاد کرون

مجکو مدت ہوئی رہتے ہوئے گلشن مین جلیل
چل کے اب خانۂ صیاد کو آباد کرون

وہ دلبری کی نظر سے اِدھر کو دیکھتے ہین
ہم اُنکی آنکھ کو اُن کی نظر کو دیکھتے ہین

وہ تیغ باندھ کے اپنی کمر کو دیکھتے ہین
نظر کے دیکھنے والے نظر کو دیکھتے ہین

نگاہِ شوق مین اتنا تو ہو اثر پیدا
اُنھین کو دیکھتے ہین ہم جدھر کو دیکھتے ہین

نیا علاج نکالا ہے اپنے بسمل کا
نمک چھڑک کے وہ زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

وہ چوم لیتے ہین خود اپنے دستِ بازو کو
جو رنگ پر مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

ادا سے کرکے وہ بسمل کچھ ایسے اِترائے
کہ دمبدم مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

یہ آپ ہی کی نظر نے تو گل کھلایا ہے
اب آپ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

بلا نصیب سے موقع یہ سرخروئی کا
لگا کے تیر وہ میرے جگر کو دیکھتے ہین

ہماری آہ کا اتنا اثر بھی کیا کم ہے
کہ رکھ کے ہاتھ وہ اپنے جگر کو دیکھتے ہین

جو دل کی تاک ہے اُن کو تو ہم بھی ہین ہشیار
وہ ہم کو اور ہم اُنکی نظر کو دیکھتے ہین

جلیل اوج پہ قسمت اب اور کیا ہوگی
درِ حضور پہ ہم اپنے سر کو دیکھتے ہین

زخم کھا کر جو کرے شکر وہ بسمل مین ہون
گرچہ ناقص ہون مگر عشق مین کامل مین ہون

مے پلائی ہے تو آنکھین بھی ملا آنکھون سے
کچھ ابھی ہوش مین اے ساقیِ محفل مین ہون

مین نہ کہتا تھا کہ اُس زُلف سے بچتے رہنا
اب گرفتارِ بلا تُو ہے کہ اے دل مین ہون

آبِ خنجر سے مری پیاس بجھے یا نہ بجھے
یہ ہے دشوار کہ منّت کشِ قاتل مین ہون

ناوکِ ناز یہ کہتا ہوا آیا دل مین
ہو مُبارک کہ دوائے تپشِ دل مین ہون

ساتھ دونون کا نہ چھوٹے چمنِ عالم مین
رنگِ گُل تم ہو تو فریادِ عنادل مین ہون

مدحِ سرکار مین جو شعر نکلتا ہے جلیل
وہ یہ کہتا ہے کہ تعریف کے قابل مین ہون

غمزۂ یار یہ کہتا ہے کہ خنجر مین ہون
ناز کہتا ہے یہ خنجر ہے تو جوہر مین ہون

جلوۂ یار سے چمکی ہے جو قسمت اُس کی
آئینہ کو ہے یہ دعویٰ کہ سکندر مین ہون

بوسۂ مے ہوش اُڑانے کیلیۓ کافی ہے
کیا ضرورت ہے کہ منّت کشِ ساغر مین ہون

بادہ نوشی مری غفلت سے ہے خالی واعظ
ہون گنہگار اگر آپ سے باہر مین ہون

آبِ شمشیر کو قاتل مجھے ترساتا ہے
کیا نصیبہ ہے کہ پیاسا لبِ کوثر مین ہون

الاماں اُس نگہِ ناز سے جو کہتی ہے
دُور سے تیر ہون نزدیک سے خنجر مین ہون

دیکھئے کیا وہ جوانی مین ستم ڈھاتا ہے
جو ابھی سے یہ کہے فتنۂ محشر مین ہون

نہین رُکتی نگہِ شوق کسی موقع پر
محوِ نظّارۂ قاتل تہِ خنجر مین ہون

فصلِ گل مین نہین گلشن کا مجھے ہوش جلیل
درِ ساقی پہ لگائے ہوئے بستر مین ہون

سچ ہے کہ یار سا کوئی جادو نظر نہین
دل لیگیا وہ چھین کے مجکو خبر نہین

زخمِ جگر کی تجکو خبر چارہ گر نہین
اچھا ہو جو دوا سے وہ زخمِ جگر نہین

دو روز مین مزاج کا رنگ اور ہو گیا
آنکھین تری وہی ہین مگر وہ نظر نہین

دل ہے جو بیقرار تو مجھ پہ عتاب ہے
اپنی نگاہِ شوخ پہ تمکو نظر نہین

کس سے کہون کہ جائے خبر لائے یار کی
قاصد نہین نسیم نہین نامہ بر نہین

بیٹھے ہین وہ نقاب اُٹھا کر جو بزم مین
سب محو ہین کسیکو کسی کی خبر نہین

وہ نازکی مین کم نہین تارِ نگاہ سے
پھرتے ہین آنکھ مین مگر آتے نظر نہین

نکلا ہون اسطرح مین تری جلوہ گاہ سے
دل مجھ سے بیخبر مجھے دل کی خبر نہین

آنکھین چرائے جاتے ہو کیون قتلگاہ سے
کیا میرے نام کا کوئی تیرِ نظر نہین

کمسن ہو تم حسین ہو تم دلربا ہو تم
تمکو ستم روا ہے مگر اس قدر نہین

مین کیا ثبوت دون تجھے آزارِ عشق کا
کچھ دیکھنے کی چیز تو دردِ جگر نہین

دل لوٹتا ہے جلوۂ دیدار کے لئے
اِسپر نظر نہین ہے کہ تابِ نظر نہین

دل کو نظر بچا کے نکلنا محال ہے
آنکھین تری ہین مست مگر بیخبر نہین

مشکل ہے تیر یار کو رکھین چھپا کے ہم
اتنا وسیع دامنِ زخمِ جگر نہین

چلتی ہے ساتھ ساتھ قضا بن کے رہنما
تنہا تری گلی مین کسیکا گزر نہین

چتون کے جو شہید ہین اُن کا یہ قول ہے
برچھی کی نوک ہے تری ترچھی نظر نہین

اشکون کا اب جو رنگ ہے پہلے نہ تھا جلیل
کیونکر کہون کہ شرکتِ خونِ جگر نہین

اک برق وش کو دیکھ کے ہون اضطراب مین
آنکھون نے مجکو ڈالدیا کس عذاب مین

تم آفتاب ہو گئے عہدِ شباب مین
اب کیا چھپے گا چہرۂ روشن نقاب مین

وہ چاندنی مین پھرتے ہین گھر گھر یہ شور ہے
نکلا ہے آفتاب شبِ ماہتاب مین

کہدو یہ نیند سے کہ نہ آئے شبِ فراق
تل بھر جگہ نہین مری چشمِ پُر آب مین

دنیا کا رنگ دیکھتے ہم چوکتے نہین
آنکھین تو جاگتی ہین مگر دل ہے خواب مین

کیونکر کہون کہ یار تغافل شعار ہے
اتنا تو ہے خیال کہ آتا ہے خواب مین

کھٹکا نہ محتسب کا نہ قاضی کا خوف ہے
ڈر ہے کہ ہوش آئے نہ بزمِ شراب مین

جو صاحبِ جمال ہماری نظر مین ہے
دیکھا نہ ہوگا چشمِ زلیخا نے خواب مین

زاہد تجھے ہے زہد مین جس چیز کی تلاش
وہ ہے پڑی ہوئی مرے جامِ شراب مین

کوئی شریکِ حال نہ ٹھہرا شبِ فراق
تھا آسرا نصیب کا وہ بھی ہے خواب مین

وہ مُنہ چھپائے بیٹھے ہین جلتا ہے جی مرا
اے برقِ آہ آگ لگا دے نقاب مین

اُن کی نظر تو کھیلتی ہے جان کا شکار
دل کس شمار مین ہے جگر کس حساب مین

پھر دل مین اُس کی یاد نے نشتر چبھو دیا
کچھ کچھ کمی ہوئی تھی مرے اضطراب مین

تھوڑی سی نیند مانگ لے قسمت سے چشمِ شوق
وعدہ وہ کر گئے ہین کہ آئین گے خواب مین

توبہ جو کی ہے مین نے تو ساقی خفا نہ ہو
توبہ کا اعتبار ہی کیا ہے شباب مین

بیجا نہین جو اُن کو کسی کی خبر نہین
سو بو تلون کا رہتا ہے نشہ شباب مین

آنسو بہین نہ دیدۂ تر سے محال ہے
دریا کو کس نے بند کیا ہے حباب مین

روزِ حساب آئے جو نوبت جلیل کی
یا رب کمی نہو کرم بے حساب مین

سلام

جن کا شُہرہ تھا کبھی مصر کے بازارون مین
وہ بھی ہین یوسفِ زہراؓ کے خریدارون مین

کون مجھسا ہے شہیدون کے عزادارون مین
درد ہمدرد ہے غم ہے مرے غمخوارون مین

دیکھکر آب چمکتی ہوئی تلوارون مین
عید تھی جامِ شہادت کے طلبگارون مین

اے مسیحائے دو عالم یہ ذرا دھیان رہے
ہم بھی ہین عابدِؓ بیمار کے بیمارون مین

گلِ مقصود بنین گے یہی ٹکڑے دل کے
گوندھ رکھون مین انھین آنسوؤنکے تارون مین

سیرِ گل خاک کرے ماہِ محرم مین کوئی
ہر طرف خون کی بو آتی ہے گلزارون مین

فوجِ دشمن سے کوئی حُرؑ کا نکلنا دیکھے
چُن لیا شاہ نے وہ پھول جو تھا خارون مین

قافلے والو خدا کے لیے آہستہ چلو
ایک بیمار بھی ہے تازہ گرفتارون مین

ق

نظرِ بد سے خدا عونؑ و محمدؑ کو بچائے
دیکھنا کیسے دھنسے جاتے ہین تلوارون مین

خوشجمالی کے فدا شانِ جلالی کے نثار
بجلیون کی ہے چمک چاند سے رخسارون مین

ہلکے پھلکے قد و قامت مین غضب کی پھرتی
چلتی پھرتی ہین یہ دو تیغین جفا کارون مین

مان یہ کہتی ہے کہ شبیرؑ کا سب صدقہ ہے
ورنہ تھی جان کہان اتنی مرے پیارون مین

بعدِ شبیرؑ یہ کہتے تھے عزیزانِ وطن
پھول گلشن مین نہین چاند نہین تارون مین

پھول جنت کے جو تھے دامنِ رضوان مین جلیل
بٹ گئے سب وہ شہیدونکے عزادارون مین

ردیفِ واؤ

کردے یہ خبر کوئی بتِ شوخ ادا کو
عشاق ترے ڈھونڈھتے پھرتے ہین قضا کو

آئے ہین وہ بکھرائے ہوئے زلفِ دوتا کو
کہتے ہین کہ ہم مان گئے آہِ رسا کو

مرجائین اگر دردِ محبت مین کمی ہو
بیمار ترے زہر سمجھتے ہین دوا کو

مے ہمنے جو پی ہو تو گنہگار مگر ہان
دیکھا ہے کسی کی نگہِ ہوش رُبا کو

مانا کہ ہے مشّاق بہت چلنے مین جادو
پہونچیگا نہ لیکن نگہِ ہوش رُبا کو

ہوتے ہین عطا حُسن کی سرکار سے ہر روز
ناوک نگہِ ناز کو تلوار ادا کو

مجکو تو بناتے ہین وہ دیوانہ و وحشی
روکا نہین جاتا نگہِ ہوش رُبا کو

عیسےٰ وہ بنے جب سے نہین ایک بھی بیمار
اب درد کو ڈھونڈو تو ملے گا نہ دوا کو

دل ہم سے لیا اور خبر ہمکو نہین ہے
شاباش ہے تیری نگہِ ہوش رُبا کو

کچھ کرکے دعا اُٹھ گئے بالین سے ہمارے
گویا وہ ہمین سونپنے آئے تھے خدا کو

بیمارِ محبت بھی ہین دنیا سے نرالے
مرجائین مگر مُنہ نہ لگائین گے دوا کو

دل اتنے کہان ہین جو کوئی نذر کو لائے
ایک اُن کو ہے درکار تو سو ناز و ادا کو

ہو خیر الٰہی جو مجھے لوٹ چکے ہین
آتے ہین وہ پھر ساتھ لئے ناز و ادا کو

اچھے سے جلیل آپ نے دل اپنا لگایا
جانے جو محبت کو نہ پہچانے وفا کو

دیتے ہی بنی جان ہمین اُس کی ادا کو
کیا کیجئے رُوکا نہین جاتا ہے قضا کو

سُن لے جو کسی روز مری آہِ رسا کو
اے بُت بخدا یاد کرے تو بھی خدا کو

کیا پائے کوئی فتنہ تری شوخ ادا کو
اُستاد ہے ایسی کہ سکھاتی ہے قضا کو

سب خیر مناتے ہین مے و جام کی ساقی
دیتے ہین دعا ہم تری مستانہ ادا کو

ان شوخ حسینون پہ جو آتی ہے جوانی
تلوار بنا دیتی ہے ایک ایک ادا کو

بچپن سے یہی کھیل ہے اُس عہد شکن کا
جوڑا کبھی توڑا کبھی پیمانِ وفا کو

تم دیکھتے ہو آئینہ مین دیکھ رہا ہون
انداز کو غمزے کو کرشمے کو ادا کو

بیٹھے مرے دل ہی کے کیا کرتے ہین ٹکڑے
ملتا نہین جب اور کوئی تیغِ ادا کو

رکھا ہی نہین میرے جنون نے کوئی پردہ
بیکار لئے بیٹھے ہو اب شرم و حیا کو

کیا خاک مناؤن مین خوشی مرگِ عدو کی
پاتا ہون پریشان تری زُلفِ دوتا کو

بے پردہ جو لڑتی وہ نظر شور نہ ہوتا
پردے نے کیا مُفت مین بدنام حیا کو

تم سیر کو جانے لگے ہر روز چمن مین
ہاتھ آئے شگوفہ نہ کوئی بادِ صبا کو

کرتا ہے جنون دونون طرف فیض رسانی
سودا ہے اِدھر دل کو اُدھر زُلفِ دوتا کو

او وعدہ فراموش کچھ اسکی بھی خبر ہے
وعدے ترے برسون سے ترستے ہین وفا کو

کچھ دل کا تقاضا تو نہین مین نے کیا تھا
اُلجھائے چلے جاتے ہو کیون زُلفِ دوتا کو

در پردہ جلیل آنکھ جو لڑتی ہے بتون سے
کیا مردِ خدا مُنہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

وائے قسمت یہ ہوا عشق مین حاصل مجکو — دیگیا داغ جدائی کا مرا دل مجکو

پیاس میری کسی پانی سے نہین بجھنے کی — آب خنجر ہو عنایت مرے قاتل مجکو

منزلِ عشق مین جس دن سے قدم رکھا ہے — دلکو مین ڈھونڈتا ہون ڈھونڈتا ہے دل مجکو

تاکتا ہے وہ جگر کو جو نشانے کے لیے — دل یہ کہتا ہے کہ پہلے مرے قاتل مجکو

قصد کرتا ہون جو زندان سے نکل جانے کا — پاؤن پر پڑکے مناتی ہے سلاسل مجکو

اتنی تیزی تجھے لازم نہ تھی اے تیغِ ادا — رہگئی حسرتِ نظارۂ قاتل مجکو

اے فلک مین ترے تڑپانے کا محتاج نہین — تجکو بجلی ہو مبارک تپشِ دل مجکو

مین دمِ ذبح تڑپتا نہین بیتابی سے — وجد آتا ہے تہِ خنجرِ قاتل مجکو

دیکھ لینا یہی بدنام کرین گے اک دن — تجکو تیری نگہِ شوخ مرا دل مجکو

دلِ بیتاب کو سینے مین دباؤن کب تک — دے تڑپنے کی اجازت مرے قاتل مجکو

یار کے ظلم کا شکوہ مری نادانی ہے — یار سے بڑھ کے ستاتا ہے مرا دل مجکو

ایک سے ایک زیادہ ہے تڑپنے مین جلیل
چین لینے نہین دیتے جگر و دل مجکو

میری آنکھون سے مرے یار کا جلوا دیکھو — چشمِ مجنون سے بہارِ رخِ لیلے دیکھو

ہوش اڑ جائین اگر یار کا جلوا دیکھو — جھوٹ سمجھو نہ اسے حالتِ موسیٰ دیکھو

بام پر چڑھ کے نہ بجلی کا چمکنا دیکھو
آؤ میرے دلِ مضطر کا تماشا دیکھو

ہون مین حاضر ہدفِ تیرِ نظر ہونے کو
دیکھو دیکھو سوئے دشمن نہ خدارا دیکھو

آتشِ عشق سے کیونکر مین بچاؤن دامن
دل تو کہتا ہے کہ گھر پھونک تماشا دیکھو

تم حنا جان کے ملتے ہوا سے ہاتھون مین
رنگ لائے نہ کہین خونِ تمنا دیکھو

شوقِ دیدار یہ ہر دم مجھے سمجھاتا ہے
کچھ نہ دیکھو فقط اُس کا رُخِ زیبا دیکھو

آنکھ بجلی سے لڑانا کوئی آسان نہین
یار کے دیکھنے والون کا کلیجا دیکھو

ناوکِ ناز سے کرتے ہو جو روزن دل مین
راہ پاکر نہ نکل جائے تمنا دیکھو

نگہِ شوق سے بیکار خفا ہوتے ہو
آئینہ لے کے ذرا حسن تو اپنا دیکھو

جان لینے مین مری جان کوئی لطف نہین
نیمجان چھوڑ کے بسمل کا تماشا دیکھو

نازو انداز سے چلتے ہو جو تم محشر مین
پھر نہ ہو جائے قیامت کہین برپا دیکھو

دیکھا ایک نظر قتل کیا ہے تم نے
جان آجائے اگر مُردے کے دوبارا دیکھو

اشک آنکھون مین ہے سوزش ہے کلیجے مین جلیل
دل لگانے کا یہ ہوتا ہے نتیجا دیکھو

جب سے اے تیغِ ادا چھوڑ گئی تو مجھکو
کوئی تسکین کا ملتا نہین پہلو مجھکو

اور ہی باغ کے ہین پھول مرے داغِ جگر
سونگھتا ہون جسے آتی ہے تری بو مجھکو

آتشِ عشق سے رہ رہ کے سلگنا کب تک
پھونکدے پھونکدے اے برقِ نظر تو مجکو

تمنے ملتے ہی نظر چھین لیا دل میرا
پھر یہ کہتے ہو کہ آتا نہین جادو مجکو

وہی کوچہ وہی قاتل وہی ہنگامۂ حشر
لیچلا اے دلِ بیتاب کہان تو مجکو

یار ہے بادِ بہاری تو مین ہون نکہتِ گل
ساتھ اپنے لئے پھرتا ہے وہ ہر سو مجکو

گرچہ آسان نہین جان کا دینا لیکن
یہ بھی منظور ہے ملجائے اگر تو مجکو

یہی رونا ہے تو کچھ شک نہین رسوائی مین
سب کی آنکھون سے گرائین گے یہ آنسو مجکو

اور کیا مانگئے محشر مین یہی کافی ہے
مین تجھے مانگ لون اللہ سے اور تو مجکو

گھات مین خنجر و شمشیر سبھی تھے لیکن
کر گئی قتل تری جنبشِ ابرو مجکو

درِ ساقی پہ صدا دیر سے دیتا ہے جلیل
شیشۂ و جام کا صدقہ کوئی چلو مجکو

بے پئے چین اب آتا نہین دم بھر مجکو
لبِ معشوق ہے ساقی لبِ ساغر مجکو

کس سے آگے مین کہون اپنی تمنا قاتل
پوچھتی ہے کوئی تلوار نہ خنجر مجکو

خون ہو جائیگا توبہ کا بلا سے ساقی
تو پلا دے مئے گلرنگ کا ساغر مجکو

جان لینے کی خوشی ہے یہ خبر تجکو نہین
دمِ عیسیٰ ہے ستمگر دمِ خنجر مجکو

مین نے تو دردِ محبت کو چھپا رکھا تھا
تو نے بدنام کیا اے دلِ مضطر مجکو

کچھ تعارف کی ضرورت نہین میخانے مین
خوب پہچانتے ہین شیشہ و ساغر مجکو

چھیڑتا ہون تری پلکون کو اسی مطلب سے
رگِ جان کے لیے درکار ہے نشتر مجکو

دیر و کعبہ کی زیارت تو فقط حیلہ ہے
جستجو تیری لیے پھرتی ہے گھر گھر مجکو

میکشی کے جو مزے رہتے ہین یارونمین جلیل
یاد آئین گے یہ جلسے لبِ کوثر مجکو

کرتا ہون یاد شام سے ابروے یار کو
خنجر سے کاٹتا ہون شبِ انتظار کو

وعدہ رہا نہ یاد تغافل شعار کو
اب کیا جواب دون نگہِ انتظار کو

گلشن مین اُنکی شوخیِ رفتار دیکھکے
چالین سکھا رہے ہین نسیمِ بہار کو

یہ پھول اب تو ہار کے قابل نہین رہا
کسکے گلے لگاؤن دلِ داغدار کو

دینا ہے اُسکو نذر جو شوخی پسند ہے
بجلی بنا رہا ہون دلِ بیقرار کو

آنکھون سے اُنکی دل کا بچانا محال ہے
صیاد ہین کہ تاک رہے ہین شکار کو

ایسا ہے شوقِ دید کہ وعدہ جو تو کرے
آنکھون مین دون جگہ مین ترے انتظار کو

اچھا کیا جو خاک مین ہمکو ملا دیا
اب تو نکال ڈالئے دل سے غبار کو

آئے وہ فاتحہ کو تو اندھیر دیکھیے
گُل کر دیا نسیم نے شمعِ مزار کو

زاہد جو میکشی سے مخالف ہے اے جلیل

سمجھا نہین وہ رحمتِ پروردگار کو

کیون اشک نہ پیارا ہو مرے دیدۂ تر کو
پالا ہے بڑے ناز سے اس لختِ جگر کو

قاتل سے جو کہنا ہے ادا کر نا نہین سکتا
اللہ زبان دے دہنِ زخمِ جگر کو

خنجر مرے پہلو مین رہے شکر کی جا ہے
آباد کیا آپ نے اُجڑے ہوئے گھر کو

ہمدرد کوئی درد مین شامل نہین ہوتا
روتا ہون تو آتی ہے ہنسی زخمِ جگر کو

ملجائے تصدق ترے خالِ نمکین کا
درکار ہے تھوڑا سا نمک زخمِ جگر کو

جب تیغ پڑی پڑ گئی قاتل کی نظر بھی
مرہم کی ضرورت نہ رہی زخمِ جگر کو

تم تیر کے مشتاق ہو مین تیر کا مشتاق
دل کو جو اُڑا دوگے تو رکھدون گا جگر کو

دلبر کے لئے عیب نہین دل کا چرانا
کیون چور بناؤن تری دُزدیدہ نظر کو

اب آنکھ چرا تا ہے پلاتے ہوئے ساغر
رِندون کی نظر لگ گئی ساقی کی نظر کو

شکوہ فقط آہون کو نہین بے اثری کا
جو اشک ٹپکتا ہے وہ روتا ہے اثر کو

آنکھون نے جلیل آج کیا مجکو پشیمان
پہچان گئے لوگ محبّت کی نظر کو

نالہ کرنے کی نہ تھی عشق مین عادت مجکو
تو نے مجبور کیا دردِ محبّت مجکو

دل مرا آنکھ سے کہتا ہے مبارک ہو یہ رنگ
اشکِ خون تجکو ملا داغِ محبّت مجکو

تیزیِ خنجرِ قاتل سے یہ اندیشہ ہے ۔۔۔ رہ نہ جائے کہین دیدار کی حسرت مجکو

کیا تصوّر ہے کہ آئینے مین آتی ہے نظر ۔۔۔ اپنی صورت کی جگہ یار کی صورت مجکو

سخت جان مین نہین جلاّد مگر بات یہ ہے ۔۔۔ مرنے دیتی نہین تلوار کی لذّت مجکو

آخر اے خنجرِ قاتل ترے منہ پر لایا ۔۔۔ باڑھ دے دیکے مرا شوقِ شہادت مجکو

آپ کے عہدِ محبّت کا یقین کیونکر ہو ۔۔۔ یہ تو جب ہو کہ ملے غیر کی قسمت مجکو

اثرِ سوزِ محبّت سے نہین تم قاتل ۔۔۔ کاش اک آہ کی ہو جائے اجازت مجکو

کیا ستم ہے کہ وہ مشتاق بنا کر اپنا ۔۔۔ کسی صورت سے دکھاتے نہین صورت مجکو

بھر دیا آپنے ہنس ہنس کے نمک زخمون مین ۔۔۔ اب تو ہو جائے تڑپنے کی اجازت مجکو

آب خنجر سے کسی دن تو گلا تر ہوگا ۔۔۔ یون نہ چھوڑے گا مرا شوقِ شہادت مجکو

مے سے آلودہ جو دامن ہے تو کیا غم ہے جلیل
پاک کردین گے مرے اشکِ ندامت مجکو

جان دیتا ہون بڑے شوق سے قاتل تجکو ۔۔۔ اس تمنّا مین کہ دیکھون دمِ بسمل تجکو

وصل مین عذر اگر ہے تو چلے تیغِ ستم ۔۔۔ قتل مین عذر نہ مجکو ہے نہ قاتل تجکو

تیر مارا تھا ابھی آنکھ ملا کر جس نے ۔۔۔ پھر وہی تاک رہا ہے دلِ بسمل تجکو

نیمجان رہ گئے ہم پھر گئی چتون تیری ۔۔۔ اسی خنجر پہ بہت ناز تھا قاتل تجکو

آنکھ سے آنکھ ملانے کا یہ انجام ہوا
غم ترا مجکو ملا اور مرا دل تجکو

ہم پہ تاکید یہ ہوتی ہے کہ قاتل نہ کہو
اپنی چتون کی خبر ہی نہین قاتل تجکو

لذتِ زخم ملے غیر کو میرے ہوتے
خون کرنا تھا نہ انصاف کا قاتل تجکو

رشک کی آگ سے معشوق بھی محفوظ نہین
جل گئی شمع جو دیکھا سرِ محفل تجکو

حسن کے سامنے کیا خون کا دعوی چلتا
تیری صورت سے نہ سمجھا کوئی قاتل تجکو

دل کے دینے مین مجھے عذر نہین بات یہ ہے
شرم آتی ہے کہ دون درد بھرا دل تجکو

ناوک اندازیِ مژگان کی کرون کیا تعریف
بس جو ہوتا تو دکھاتا جگر و دل تجکو

شاہِ عثمان کو دعا دے سحر و شام جلیل
جنکے الطاف سے عزت ہوئی حاصل تجکو

چین لینے نہین دیتا دلِ نادان مجکو
لیچلا پھر طرف کوچۂ جانان مجکو

دل جلانا کسی معشوق کا منظور نہین
پھونکدے پھونکدے اے نالۂ سوزان مجکو

اے جنون خندۂ اغیار کا شکوہ کیسا
ابتو ہنستا ہے مرا چاکِ گریبان مجکو

وہ بگڑتے ہین تڑپنے سے یہ پوچھے کوئی
کیون بنایا ہدفِ ناوکِ مژگان مجکو

ایسے چھینٹون سے کہین دل کی لگی بجھتی ہے
تجھ پہ آتی ہے ہنسی دیدۂ گریان مجکو

ہے یہان بھی وہی صورت جو ترے آگے ہے
آئینہ تجکو مبارک دلِ حیران مجکو

دستِ وحشت پہ نہین پردہ دری کا الزام
موسمِ گل نے کیا چاک گریبان مجکو

تم بدل جاؤ بدلنے کا نہین دل میرا
وہی مین ہون وہی حسرت وہی ارمان مجکو

دستِ قاتل کی خطا ہے نہ خطا خنجر کی
سخت جانی مری کرتی ہے پشیمان مجکو

گل کو شکوہ ہے یہ بلبل سے کہ او خانہ خراب
تیرے نالون نے کیا چاک گریبان مجکو

حضرتِ دل کا یہ رہتا ہے تقاضا مجھسے
کسی معشوق پہ کردیجئے قربان مجکو

اب کہان ہوش کہ دیکھون رخِ دلدار جلیل
کردیا زلفِ پریشان نے پریشان مجکو

صاف کہتی ہے فتنہ گر تجکو
تیری جادو بھری نظر تجکو

کیا ستم ہے کہ مین رہو محروم
اور دیکھے پیامبر تجکو

جلوۂ مہر و ماہ کیا دیکھون
ڈھونڈتی ہے مری نظر تجکو

مین نہین قابلِ نظر نہ سہی
ہو مبارک تری نظر تجکو

تیرِ قاتل کا توڑ مشکل تھا
آفرین آہِ پُر اثر تجکو

نامۂ یار پھر مین دیکھون گا
دیکھ لون پہلے نامہ بر تجکو

تو ہے اے شمعِ شام سے گریان
ابھی جلنا ہے رات بھر تجکو

چھپنے دے گی نہ او حیا والے
میری حسرت بھری نظر تجکو

غیر کو تیر ناز کی کیا قدر
تاکنا تھا مرا جگر تجکو

دردِ اُلفت نے کردیا مشہور
مجکو بیمار چارہ گر تجکو

دل کو اے غم مٹا کے روئیگا
پھر نہ ایسا ملے گا گھر تجکو

کچھ تو اس کا صلہ عنایت ہو
دل مین رکھا ہے عمر بھر تجکو

دل کہان کھو گیا خدا جانے
نہ مجھے ہے نہ ہے خبر تجکو

لے کے آتا ہون آرزو کیا کیا
بھول جاتا ہون دیکھکر تجکو

اپنے دل سے یہ پوچھ اُو ظالم
چاہتا ہون مین کس قدر تجکو

بے خبر یار سے کہو یہ جلیل
کچھ ہماری بھی ہے خبر تجکو

نیا عروج مبارک ہو جانِ جان تجکو
ستمگری نے بنایا ہے آسمان تجکو

خدا کرے ترے انکار کا یہ ہو انجام
کہ لائے جذبِ محبت کشان کشان تجکو

کبھی ہے مجھسے کبھی ہے رقیب سے وعدہ
خجل کرے نہ کسی دن تری زبان تجکو

یہ پیچ پیچ رہے باقی تو دیکھنا بلبل
قفس دکھا کے رہے گی تری زبان تجکو

سمجھ گیا جو ملین خاک مین تمنائین
غبار ہے مری جانب سے آسمان تجکو

چلے قفس کی طرف ہم یہ کہکے بلبل سے
کہ شاخ گل پہ مبارک ہو آشیان تجکو

ستمگری کا مزہ جب ہے اے ستم ایجاد
کرے جواب ستم کا مری فُغان تجکو

زمین سے دُور رہی اسقدر بلند رہی
ہماری آہ نہ چھوڑے گی آسمان تجکو

یہ کوئی نغمۂ دلکش نہین کہ دل خوش ہو
خدا سُنائے نہ ظالم مری فغان تجکو

ترے فراق نے کیا کیا سلوک مجھ سے کیا
جو تو سُنے تو سُناؤن یہ داستان تجکو

ہزارون ہو گئے سیراب آبِ خنجر سے
خدا نصیب کرے عُمرِ جاودان تجکو

تجھے تو حُسن نے جانِ جہان بنایا تھا
تری ادا نے کیا آفتِ جہان تجکو

اُسے تو جلوہ نمائی کا شوق ہے لیکن
جلیل طاقتِ دیدار ہے کہان تجکو

ردیفِ ہائے ہوز

عشق کرنا تھا نہ تجکو نگہِ یار کے ساتھ
کھیلتا ہے دلِ نادان کوئی تلوار کے ساتھ

رشکِ یوسف ہو طرحدار ہو دلدار ہو تم
ناز کرنا تمھین زیبا ہے خریدار کے ساتھ

کیا اشارے پہ لگایا ہے ستمگر تو نے
چلتی پھرتی ہے قضا بھی تری تلوار کے ساتھ

وصل کی رات خوشی نے مجھے سونے نہ دیا
مین بھی بیدار رہا طالعِ بیدار کے ساتھ

تجکو اے قاتلِ بے رحم خبر ہے کہ نہین
دم ہے وابستہ کسی کا تری تلوار کے ساتھ

اے جنون کوچۂ دلدار کو چھوڑون کیونکر
ہوگئی ہے مجھے اُلفت در و دیوار کے ساتھ

جب وہ تلوار لگاتے ہین کسی بسمل پہ
بُو ل اُٹھتی ہے ادا مین بھی ہون تلوار کے ساتھ

چشمِ جانان کو مرے دل سے وہی نسبت ہے
جسطرح اُنس ہو بیمار کو بیمار کے ساتھ

شربتِ دید بھی کیا مے کا اثر رکھتا ہے
ہوش اُڑ جاتے ہین ظالم ترے دیدار کے ساتھ

سرفرازی کسے ہوتی ہے درِ جانان پر
ہم بھی پامال رہے سایۂ دیوار کے ساتھ

تو نے قاتل عجب انداز سے کھینچی تلوار
کھچ گئی جان بھی میری تری تلوار کے ساتھ

درد کا لُطف ہے ہمدرد کی صحبت مین جلیل
آؤ فریاد کرین بُلبلِ گلزار کے ساتھ

ردیفِ یاے تحتانی

تلوار کھچکے پنجۂ قاتل مین رہ گئی
بسمل کی آرزو دلِ بسمل مین رہگئی

جھونکا جب آگیا کوئی مجنون کی آہ کا
لیلے تڑپ کے پردۂ محمل مین رہگئی

پھرتی رہی نگاہ مین تصویر یار کی
آخر اُتر کے آنکھ سے وہ دل مین رہ گئی

ہے شُکر کی جگہ کہ نہ مٹی ہوئی خراب
بسمل کی لاش کوچۂ قاتل مین رہگئی

اے یار تیری نیم نگاہی کے مین نثار
کچھ آرزو نکل گئی کچھ دل مین رہگئی

قاتل کا ہاتھ ہائے رُکا بھی تو کب رُکا
تھوڑی سی جان جب تنِ بسمل مین رہگئی

کہتا ہے عشق تجھُ سے مین سمجھُون گا چشمِ تر
کوئی لہُو کی بوند اگر دل مین رہگئی

چاہا تھا جان لیکے نکل جاؤن مین کہین
وہ بھی مچل کے کوچۂ قاتل مین رہگئی

سب کچھ ہم اُن سے کہہ گئے لیکن یہ اتفاق
کہنے کی تھی جو بات وہی دل مین رہگئی

اے تیغِ ناز اتنی بھی تیزی نہ چاہیئے
دیدار کی ہوس دلِ بسمل مین رہگئی

خُوش ہو رہے ہین دل سے وہ ناوک نکال کے
اسکی خبر نہین کہ خلش دل مین رہگئی

نیچی نظر کی اور نزاکت مین کیا کہون
اک پھانس تھی کہ چُبھ کے مرے دل مین رہگئی

اسیر خیالِ یار نے قبضہ جما لیا
باقی جگہ جو درد بھرے دل مین رہگئی

خنجر اُدھر کھچا اِدھر آہین کھچین مگر
تھوڑی سی چل کے بسمل و قاتل مین رہگئی

یادِ وطن بھی ساتھ نہ غربت مین دے سکی
تھک کر غریب پہلے ہی منزل مین رہگئی

کی شست و شُو ہزار مگر پھر بھی اے جلیل
رنگت لہو کی دامنِ قاتل مین رہگئی

نکلی نہ آہ مُنہ سے مرے دل مین رہگئی
صد شکر بات غیر کی محفل مین رہگئی

اک آہ کر کے قیس نے جنگل کی راہ لی
لیلیٰ غریب چیختی محمل مین رہگئی

پھر آپ سے بھی ہاتھ لگایا نہ جائیگا
دو دن یہی تڑپ جو مرے دل مین رہگئی

کچھ ہو سکا جواب نہ فریادِ قیس کا
لیلیٰ کی آہ پردۂ محمل مین رہگئی

تنہا بھی اب رہون تو نہ وحشت ستائیگی
اچھا ہوا کہ یاد تری دل مین رہگئی

لیلیٰ جو نکلی قیس سے ہونے کو ہمکنار
لیلیٰ کی شرم پردۂ محمل مین رہگئی

زورون پہ کچھ دنون رہی فریاد قیس کی
آخر اُلجھ کے طوق و سلاسل مین رہگئی

محفل کی سب بہار ہوئی صبح تک ہوا
ہان شمع اک بُجھی ہوئی محفل مین رہگئی

سب قتل ہو چکے ہین تو اب مجکو دیکھکر
کہتے ہین وہ کہ ایک خلش دل مین رہگئی

اُنکو سُنا کے شمع کو کہنا تھا بے حجاب
مجھسے یہ آج غیر کی محفل مین رہگئی

مین کیون گلہ کرون کہ وہ مجھ پر برس گئے
اچھا ہوا نہ بات کوئی دل مین رہگئی

مجنون سے جان مانگ رہی ہے کھڑی اجل
کہتا ہے وہ کہ جان تو محمل مین رہگئی

لیلیٰ اُسدھار بھی گئی محمل مین بیٹھکر
مجنون یہ کہہ رہا ہے مرے دل مین رہگئی

نکلی نہ فصلِ گُل مین رہائی کی آرزو
قسمت سے وہ بھی پھنسکے سلاسل مین رہگئی

دل حسرتون کی لُوٹ ہوا اور یون ہوا
جو آرزو ہوئی وہ مرے دل مین رہگئی

اُلٹی ہوا نے عارضِ روشن سے جب نقاب
جل بُجھ کے شمع یار کی محفل مین رہگئی

تاب و توان تھی صبر و سکون تھا قرار تھا
سب چلدیے تڑپ دلِ بسمل مین رہگئی

جتنے تھے جان نثار وہ سب ہوگئے نثار
رونق ہی رونق آپ کی محفل مین رہگئی

مجھ نیم‌جان کی ہاے کسی نے مدد نہ کی
چھپکر اجل بھی دامنِ قاتل مین رہگئی

چلتی ہے تیغِ ناز مزے لوٹ لو جلیل
کہنا نہ پھر کبھی کہ ہوس دل مین رہگئی

شبِ وعدہ عذرِ حنا ہو رہا ہے
وہان آج خونِ وفا ہو رہا ہے

روان تیغ ہے سر جدا ہو رہا ہے
محبت کا حق آج ادا ہو رہا ہے

ترے حسن کا ذکر مذکور میرا
یہی آجکل جا بجا ہو رہا ہے

کھلے ہین جو اتنے لبِ زخمِ بسمل
ترا شکر قاتل ادا ہو رہا ہے

یہان اُڑ گئی خاک اہلِ وفا کی
وہان امتحانِ وفا ہو رہا ہے

ستم ہے ستم کعبۂ دل کا ڈھانا
یہ کیا کر رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے

محبت مین جور و جفا کا گلہ کیا
جو کچھ ہو رہا ہے بجا ہو رہا ہے

مجھے سخت جان کہتا جاتا ہے قاتل
گلا کٹ رہا ہے گلا ہو رہا ہے

جہان کل وہ بیٹھے تھے ناز و ادا سے
وہان آج محشر بپا ہو رہا ہے

کہو سرد آہون سے بڑھکر خبر لین
وہ سرگرم جور و جفا ہو رہا ہے

محبت مین یا رب کرون رشک کس سے
کہ سارا جہان مبتلا ہو رہا ہے

جلیل آج کل کشورِ دل مین اپنے
غمِ عشق فرمانروا ہو رہا ہے

ہم آغوش وہ مہ لقا ہو رہا ہے
فلک سے کہو آج کیا ہو رہا ہے

اُڑاتی ہے وہ تیغ چادر لہو کی
شہیدون کو خلعت عطا ہو رہا ہے

وہ لیتے رہے جان نثارون کی جانین
کسی نے نہ پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے

تماشا تو دیکھو کہ تڑپا کے مجکو
وہ بے چین مجھ سے سوا ہو رہا ہے

تمھین کچھ خبر اس کی ہے یا نہین ہے
کسی پر ستم ناروا ہو رہا ہے

روان ہے جو خنجر تو کیون ہاتھ روکو
یہ سمجھو کسی کا بھلا ہو رہا ہے

سنائیگی کس کس کو اک جان میری
اُدھر تم اِدھر دم خفا ہو رہا ہے

جو قاتل تھا مشہور وہ آج کے دن
غریبون کا حاجت روا ہو رہا ہے

یہان ہو گیا اپنا وعدہ برابر
وہان وعدہ اب تک وفا ہو رہا ہے

جسے جان اپنی مین سمجھے ہوئے تھا
غضب ہے وہ مجھ سے جدا ہو رہا ہے

جفا راس آئی ستم کام آیا
ترا نام او بیوفا ہو رہا ہے

دلِ مضطرب کو پھنسا کر وہ گیسو
گرفتارِ دامِ بلا ہو رہا ہے

ہمین اک مریضِ محبت نہین ہین
مکان اُن کا دارالشفا ہو رہا ہے

جلیلؔ اُن کو دے کر دعا منفعل ہون
وہ سمجھے بیان مدعا ہو رہا ہے

دل جا رہا ہے چھوٹ کے زُلفِ سیاہ سے
او چشمِ یار باندھ لے تارِ نگاہ سے

اچھا ہے وہ جو مجکو پھراتے ہین دربدر
آگاہ کر رہے ہین محبت کی راہ سے

اظہار صُلح کا نئے انداز سے ہوا
اُن کی نگاہ لڑ گئی میری نگاہ سے

سُرمے پہ جو گزر گئی کس سے کہے غریب
پس پس گیا ہے گردشِ چشمِ سیاہ سے

مشکل ہے اب کہ دیدۂ و دل کو قرار ہو
مانوس ہو رہے ہین بہت اشک و آہ سے

پہونچی فلک پہ اور وہی برق بن گئی
شوخی جو بچ گئی تھی تمھاری نگاہ سے

پردے کا اہتمام فقط دیکھنے کا ہے
آنکھون مین پھر رہے ہین وہ چھپکر نگاہ سے

مین نے کیا ہے قصد جو اُسکی گلی کا آج
دل جا رہا ہے شوق مین آگے نگاہ سے

ظلمت نے چار چاند لگائے ہین نور مین
چہرے کی آب و تاب ہے زلفِ سیاہ سے

دلکو تو دیکھیے مجھے دیتا ہے یہ صلاح
آنکھین لڑائیے کسی جادو نگاہ سے

لکھا نصیب کا کہ مرا خط پڑھا تمام
مطلب کی بات رہ گئی اُن کی نگاہ سے

کی جسپہ اک نظر اُسے بندہ بنا لیا
اللہ کی پناہ بتون کی نگاہ سے

آنکھین ملا کے مفت مین شرمندگی ہوئی
وہ دل کی بات پا گئے میری نگاہ سے

آنسو اگر رُکے بھی تو کیا فائدہ ہوا
حسرت ٹپک رہی ہے ہماری نگاہ سے

سیرِ چمن کو آپ گئے تھے یہ گُل کھلا
پھولون مین آگ لگ گئی برقِ نگاہ سے

افتادگی ہے عشق مین زینہ عروج کا
اُچھلا ہے نام حضرتِ یوسف کا چاہ سے

ہنستے ہوئے وہ سیر کو آئے تھے اے جلیل
روتے ہوئے پھرے ہین مری قتلگاہ سے

ہنستے تو ہین گرا کے وہ بجلی نگاہ سے
دم بھر مین دم گھٹے گا مرے دودِ آہ سے

ناوک فگن وہ ہو گئے مشہور مفت مین
دو اک دلون کو چھید کے تیرِ نگاہ سے

آنسو ملے جو خاک مین دل نے مرے کہا
یارب کوئی گرے نہ کسی کی نگاہ سے

آنکھین وہی ہین پر نہین پاتا مین وہ نگاہ
دل لے لیا ہے تم نے مرا جس نگاہ سے

وہ سامنے رہے تو چلے ہم پہ تیرِ ناز
بجلی گری جو ہو گئے اوجھل نگاہ سے

کتنے ہین تیرِ ناز جگر مین چُھبے ہوئے
مین کیا کہون یہ پوچھیے اپنی نگاہ سے

قاصد بیان ہو نہین سکتا جو حال ہے
کہنا کہ دیکھ جائیے اپنی نگاہ سے

جب دیکھیے ہے آئنہ آگے دھرا ہوا
وہ دیکھتے ہین آپ کو میری نگاہ سے

اُڑتی تھی روز یون ہی خبر میرے عشق کی
پر لگ گئے کچھ اور بھی فریاد و آہ سے

محمل مین اپنے بیٹھ کے لیلےٰ نے راہ لی
روتا ہے قیس ملکے گلے گردِ راہ سے

سر چڑھ کے لے رہے تھے ہر اک سے غرور کی
آخر رقیب گر گئے اُن کی نگاہ سے

پھرتا کنار رقیب کو ہوتے ہوئے مرے
ہوتی ہے پھر خطا ترے تیرِ نگاہ سے

اک دن نظر کرین گے ہم انجامِ عشق پر
فرصت ہوئی جو نالۂ و فریاد و آہ سے

ایسا نہ جانتے تھے وہ اپنے جمال کو
خُوش ہو رہے ہین دل مین مری آہ آہ سے

شانہ ہزار کھینچے جاتے ہین بل کہان
دلبستگی اُنھین بھی ہے زُلفِ سیاہ سے

اللہ اور آپ کو حسن و جمال دے
مُوسیٰ بنایئے مجھے برقِ نگاہ سے

دیکھو شبِ وصال ہے کیسی روان دوان
ہو سیر تم جو باندھ لو زلفِ سیاہ سے

سمجھا یہ مین کہ تیغ ہوئی میان سے جدا
نکلی نگاہ یون تری چشمِ سیاہ سے

تکتا ہے دُور سے فلک آتا نہین قریب
سہما ہوا ہے آپ کے تیرِ نگاہ سے

فتنہ ہو سحر ہو کہ فسون ہو کوئی بھی ہو
پایا ہے سب نے فیض تمھاری نگاہ سے

تعریف قدِ ناز کی سیدھی سی بات تھی
وہ دیکھنے لگے مجھے ٹیڑھی نگاہ سے

آپس مین ہم تم آؤ کرین تیر افگنی
لے کام کوئی آہ سے کوئی نگاہ سے

یہ کیا کیا کہ بام پر آتے نہین کبھی
سمجھین گے لوگ دب گئے تم مہر و ماہ سے

تدبیر یہ جلیل بھروسا نہ چاہیے
کچھ اور گرم ہو گئے وہ سرد آہ سے

عصمت کا ہے لحاظ نہ پروا حیا کی ہے
یہ سِن غضب کا ہے یہ جوانی بلا کی ہے

صد آفرین ہے قاتلِ رنگین مزاج کو
شرکت حنا کے رنگ مین خونِ وفا کی ہے

انجام کیا ہو داغِ محبت کا دیکھیے
سینے مین ابتدا سے جلن انتہا کی ہے

سچ پوچھیے تو نالۂ بلبل ہے بیخطا
پھولون مین ساری آگ لگائی صبا کی ہے

آتا ہے دلکو چین تڑپنے سے چارہ گر
تاثیر میرے دردِ جگر مین دوا کی ہے

ساقی یہی تو پھول پلانے کا وقت ہے
میخوار باغ باغ ہین آمد گھٹا کی ہے

دل ہے عجیب گلِ چمنِ روزگار مین
رنگت تو پھول کی ہے مگر بو وفا کی ہے

آئے ہین گھر مرے وہ بڑی آن بان سے
ہمراہ فوج غمزہ و ناز و ادا کی ہے

آجائے گا مزہ کہ برابر کا جوڑ ہے
عادت تمھین جفا کی ہے مجکو وفا کی ہے

آنکھین لڑائے وہ جسے پروائے جان نہو
ترچھی نگاہ آپ کی برچھی قضا کی ہے

دل کو جو چھین لیتے ہین وہ بات بات مین
جادوگری یہ سب نگہِ فتنہ زا کی ہے

سنتے ہو تم جو خلق مین افسانہ قیس کا
کچھ کچھ وہ سرگزشت مری ابتدا کی ہے

خلوت مین کیون یہ ساتھ ہین سبکو الگ کرو
شوخی کا ہے نہ کام نہ حاجت حیا کی ہے

وہ ہاتھ اُنکے چومتی ہے مین ہون پائمال
یہ ہین مرے نصیب وہ قسمت حنا کی ہے

کچھ لوٹتے اِدھر ہین تڑپتے ہین کچھ اُدھر
قاتل کی ہے گلی کہ زمین کربلا کی ہے

فرمانروا جو آصفِ سابع ہین اے جلیل
بندون کے حال پر یہ عنایت خدا کی ہے

ماناکہ ہے خو اُن مین شوخی و شرارت کی
ہمکو ہے نظر اسپر صورت ہے قیامت کی

پھر قامتِ بالا کا مین وصف کرون تمسے
پھر تم یہ کہو مجھسے تو نے تو قیامت کی

کچھ حد ہے تغافل کی جان آگئی ہونٹون پر
اب بھی جو مجھے پوچھا احسان عنایت کی

تم حُسن مین یکتا ہو تم شاہدِ رعنا ہو
کیا مین نے بُرائی کی تم سے جو محبت کی

دُنیا سے اُٹھاکر دل مین نے تمھین چاہا تھا
افسوس نہ کی تم نے کچھ قدر محبت کی

سب طرح کی دی خوبی خالق نے تمھین لیکن
آنکھون مین ضرورت ہے تھوڑی سی مُروّت کی

دل لے ہی چکے ہمسے اب کیون نظر آئیگی
چتون وہ لگاوٹ کی وہ آنکھ محبت کی

ہونے کو ہوئے مدفون اُس راہگذر مین ہم
دو دن بھی نہ گزرے تھے خاک اُڑگئی تُربت کی

مین دل کے جلانے کا شاکی جو ہوا اُن سے
بولے کہ مجھے کیا دخل آنکھون نے شرارت کی

اقرار کبھی کچھ ہے گفتار کبھی کچھ ہے
ہے دستِ تلوّن مین باگ اُنکی طبیعت کی

شاہد ہے خدا اُسکا جس بُت نے دیا صدمہ
قسمت کی شکایت کی اُس کی نہ شکایت کی

چڑھکر وہی سینے پر سر کاٹتے ہین میرا
آتے ہوئے جو دل مین لیتے تھے نزاکت کی

جب سے بُتِ نازک کو دیکھا یہ کہا دل نے
اللہ نے بھیجی ہے تصویر نزاکت کی

زُلفون کے بڑھانے مین مصروف نہ یون ہوتے
ہوتی جو خبر اُنکو طولِ شبِ فرقت کی

راحتکدہ جب دل تھا وہ اور زمانہ تھا
ہے ابتو یہ اک بستی درد و غم و حسرت کی

بالین پہ جلیل آکر کس طنز سے فرمایا
انکو بھی شکایت ہے تو دردِ محبت کی

وہ شمع بھی تربت پہ جلانے نہین دیتے
دلسوز کو آنسو بھی بہانے نہین دیتے

خنجر کو گلے سے وہ لگانے نہین دیتے
مرتا ہون مگر پیاس بجھانے نہین دیتے

میرے دلِ نازک کا لحاظ انکو ہے ابتک
دو پھول بھی تربت پہ چڑھانے نہین دیتے

پتھر کو وہ شیشے سے سوا سمجھے ہین نازک
جوبن کو ذرا ہاتھ لگانے نہین دیتے

ہوش اُڑتے ہین خلوت مین حیا دیکھکے انکی
پہرون وہ مجھے آپ مین آنے نہین دیتے

کہتی ہے یہ نرگس کہ اُڑین باغ سے بلبل
دم بھر کو مجھے آنکھ لگانے نہین دیتے

نازان ہون مین اسپر کہ مجھی پر ہے عنایت
اغیار کو ناز اپنے اُٹھانے نہین دیتے

کیونکر مین کرون حالتِ دل آپ پہ ظاہر
چھاتی سے لگاؤن تو لگانے نہین دیتے

محبوب بنے جب سے پسند انکو ہے خلوت
اک دل کے سوا غیر کو آنے نہین دیتے

ڈرتے ہین کہ شیشے مین اُتارے نہ یہ ہمکو
آئینے کو وہ سامنے آنے نہین دیتے

یہ رشک نہین ہے تو جلیل اور کہین کیا
روٹھے ہوے دل کو وہ منانے نہین دیتے

زلف لیلیٰ نہین تو پھر کیا ہے
دل کو سودا نہین تو پھر کیا ہے

دل مین رہتے ہو آنکھ سے چھپکر
ہم سے پردا نہین تو پھر کیا ہے

لن ترانی نیازمندون سے
نازبیجا نہین توپھر کیا ہے

تیری زُلفِ سیہ کے حلقے مین
دل ہمارا نہین توپھر کیا ہے

مرتے مرتے نہ نکلے جو دل سے
وہ تمنّا نہین توپھر کیا ہے

پندِ سودائیون کو اے ناصح
تجکو سودا نہین توپھر کیا ہے

جسکے چرچے ہین جسکے شُہرے ہین
میرا قصّا نہین توپھر کیا ہے

دل نہین مانگتے مگر چُپ ہو
یہ تقاضا نہین توپھر کیا ہے

تو ہی کہدے کہ تیری چالون سے
حشر برپا نہین توپھر کیا ہے

زخم سے جان آگئی قاتل
تو مسیحا نہین توپھر کیا ہے

شمع مین گل مین ماہ وانجم مین
تیرا جلوا نہین توپھر کیا ہے

توگلستانِ دلربائی کا
گُلِ رعنا نہین توپھر کیا ہے

دہنِ تنگ کا ترے مضمون
اک مُعمّا نہین توپھر کیا ہے

نگہِ دلفریب کے صدقے
آنکھ فتنا نہین توپھر کیا ہے

لوگ جسکو جلیل کہتے ہین
تیرا شیدا نہین توپھر کیا ہے

کیا ہوا اگر برق دمِ خنجر کفِ قاتل مین ہے
توڑ ہے اُسکا جو بجلی کی تڑپ بسمل مین ہے

کس مزے کا یہ علاقہ بسمل و قاتل مین ہے
تیر اُنکے ہاتھ مین پیکان ہمارے دل مین

درد دل مین داغ دل مین رنج و حسرت دل مین ہے
دل مین رہ کر آرزو تیری بڑی مشکل مین ہے

قیس کہتا ہے یہ دھوکا ہے کہ وہ محمل مین ہے
تھی کبھی محمل مین لیلیٰ ابتو میرے دل مین ہے

ناوکِ قاتل سے قاتل کی نظر کچھ کم نہین
فرق اتنا ہے وہ دلکے پار ہے یہ دل مین ہے

رل رہی ہے تیغ بڑھ بڑھ کر گلے عُشاق سے
آج جشنِ عیدِ قربان کوچۂ قاتل مین ہے

خفتگانِ خاک سے کیا خاک پُوچھے کوئی حال
قافلے کا قافلہ خاموش اس منزل مین ہے

آنکھ قاتل سے لڑی تھی اک زمانہ ہوگیا
لذّتِ تیرِ نظر ابتک ہمارے دل مین ہے

بانکپن کی شان کو بسمل سے پُوچھا چاہیے
تیر و خنجر مین کہان وہ نوک جو قاتل مین ہے

اک تصور کی بدولت دونون گھر آباد ہین
تیری صورت آنکھ مین ہے تیری حسرت دل مین ہے

حُسن کا دامن کہین چُھٹتا ہے دستِ عشق سے
مین ہون پروانہ وہان تو شمع جس محفل مین ہے

بزم کی رونق تمھین ہو بزم کی زینت تمھین
شمعِ محفل صرف جلنے کے لیے محفل مین ہے

تشنۂ جامِ شہادت کی بجھی ابتک نہ پیاس
دیکھنے کی آبداری خنجرِ قاتل مین ہے

جان آجاتی ہے جب آتا ہے دل مین تیرِ ناز
جو مسیحا مین صفت تھی وہ مرے قاتل مین ہے

پھر لگاؤ تیر تم اس کی کوئی حاجت نہین
بس یہی کافی ہے تھوڑی سی خلش جو دل مین ہے

ہر جگہ صورت نئی رکھتا ہے عشقِ فتنہ گر
اشک آنکھون مین کھٹک سینے مین شورش دل مین ہے

شمع د پروانہ پہ کیا موقوف ہے ای شعلہ رُو
جل رہا ہے گھل رہا ہے جو تری محفل مین ہے

لوٹتی ہین آج میرے گھر مین دو دو بجلیان
اک چمکتے داغ دل مین ایک دردِ دل مین ہے

قتل پر میرے شہادت دینے والا کون تھا
شُکر ہے دھبّا لہو کا دامنِ قاتل مین ہے

اشکِ خون داغِ محبت کی علامت ہے جلیل
آنکھ سے ہوتا ہے ظاہر جو تمھارے دل مین ہے

مژدۂ دید مجھے دیدۂ تر دیتا ہے
درد اُٹھ کر ترے آنے کی خبر دیتا ہے

پھول ایسا ترے گلشن مین کہان اے بلبل
جو محبت کی مرا داغِ جگر دیتا ہے

جام خالی کبھی دیتا ہے جو مجکو ساقی
خون آنکھون سے ٹپک کر اُسے بھر دیتا ہے

تم جو نالہ نہین سُنتے نہ سنو تم کیا ہے
وہ تو سُنتا ہے جو نالے مین اثر دیتا ہے

مفت احسان کسی کا نہین لیتا ظالم
دل جو لیتا ہے تو وہ داغِ جگر دیتا ہے

شوقِ جانان ہو جسے جان کی پروا نہ کرے
معرکہ سر وہی کرتا ہے جو سر دیتا ہے

جانتا ہے جو مصور مجھے شیدا تیرا
رنگِ حیرت مری تصویر مین بھر دیتا ہے

ہے یہ طوفان نیا میرے ڈبونے کے لیے
دیدۂ تر کو مدد دامنِ تر دیتا ہے

اتنی مہلت نہین ملتی کہ کوئی بات کرون
وہ نظر ملتے ہی بیخود مجھے کر دیتا ہے

ناتوانی تو تڑپنے نہین دیتی مجکو
مفت الزام مجھے دردِ جگر دیتا ہے

ٹکر پہ ٹکر نکلتا ہے دلِ بسمل سے
زخم پر زخم ترا تیرِ نظر دیتا ہے

پیار کی آنکھ سے قاتل نے کبھی دیکھا تھا
آجتک خون مرا زخمِ جگر دیتا ہے

چارہ گر تیری دوا سے مجھے پرہیز نہین
بات یہ ہے کہ مزہ دردِ جگر دیتا ہے

اشک بہتے ہین جو آنکھون سے تو بہنے دو جلیل
سینچتا نخلِ محبت کا ثمر دیتا ہے

اک سنگدل حسین کو دلبر بنائین گے
ہم بھی جگر کو آج سے پتھر بنائین گے

اُنکی بلا سے رات گزر جاے وصل کی
بیٹھے وہ اپنی زلفِ معنبر بنائین گے

صدمے اُٹھا چکے ہین بہت اب یہ عہد ہے
دل دین گے ہم کسی کو نہ دلبر بنائین گے

چالین سکھا رہے ہین دلِ بیقرار کو
اس فتنے کو وہ فتنۂ محشر بنائین گے

تو ہم سے اے تصورِ مژگان جُدا نہو
بہر رگِ جنون تجھے نشتر بنائین گے

کوچے مین یار کے یہی پھولون کی سیج ہے
ہم خاکسار خاک کا بستر بنائین گے

اہلِ غرض کو مُنہ نہ لگاؤ بلا کے ہین
یوسف کہین گے تمکو پیمبر بنائین گے

نازک سی اک ادا وہ نکالین گے قتل کو
جیسے ہین آپ ویسا ہی خنجر بنائین گے

ہوتی ہے روز مشقِ تصور اسی لیے
تصویرِ یار صفحۂ دل پر بنائین گے

چلّو سے آج کام نکالین گے ساقیا
ساغر نہین تو ہاتھ کو ساغر بنائین گے

سب جان لین کہ قبلۂ عشاق ہے یہی — سجدے کا ہم نشان ترے در پر بنائین گے
اشکو نکو اپنے خاک مین ملنے نہ دینگے ہم — انکو کسی کے ہار کا گوہر بنائین گے
کہتے ہین تیر سینے مین پیکان اُتار کے — اک دل ہم اور دل کے برابر بنائین گے
برباد ہو کے عشق مین آباد ہون گے ہم — گھر کو مٹا کے دل مین ترے گھر بنائین گے

آثار کہہ رہے یہ طالع کے اے جلیلؔ — میرے حضور مجکو سکندر بنائین گے

اک چلبلے حسین کو دلبر بنائین گے — بجلی تجھے ہم اے دلِ مضطر بنائین گے
مانا کہ آپ دل مین مرے گھر بنائین گے — بگڑے ہوے نصیب کو کیونکر بنائین گے
سو کام لین گے ایک نظر سے یہ خوبرو — ناوک بنائین گے کبھی خنجر بنائین گے
کوثر سے کیا بجھے گی لگی دل کی ساقیا — اک میکدہ بھی ہم لبِ کوثر بنائین گے
چمکا رہے ہین جلوۂ رُخ سے زہے نصیب — وہ اپنے آئنے کو سکندر بنائین گے
عشاق کا ہجوم جو ہوتا رہا یہ ہین — تیری گلی کو عرصۂ محشر بنائین گے
دُنیا مین کچھ نشان دلِ مرحوم کا رہے — چھوٹی سی قبر آپ کے در پر بنائین گے
یہ بھی نصیب اپنے دلِ بدنصیب کا — نکلے گا بے وفا جسے دلبر بنائین گے
اُنکے مزاج مین ہے ترحم بھی قہر بھی — ہم دل کو رنج و عیش کا خوگر بنائین گے
خالی رہیگا دل نہ کوئی داغِ عشق سے — اک یادگار اپنی وہ گھر گھر بنائین گے

قاتل بھی وہ بنین گے نئے رنگ ڈھنگ سے　　غمزے کو تیغ ناز کو خنجر بنائین گے

باندھین گے وصف حور جہانونکا اے جلیل
ہم اس غزل کو حسن کا دفتر بنائین گے

کچھ غم عشق نے چھوڑا نہین بسمل کے لیے　　صرف اک جان لگا رکھی ہے قاتل کے لیے

یہی بچپن کی ضدین ہین تو نبھے گی کیونکر　　کب سے مچلے ہوے بیٹھے ہین مرے دل کے لیے

نگہ لطف و غضب یار کی دو چھریان ہین　　وہ کلیجے کے لیے ہی یہ مرے دل کے لیے

لے گئی باد خزان لوٹ کے سارا گلشن　　پنکھڑی بھی کوئی چھوڑی نہ عنادل کے لیے

آفرین دیدۂ خونبار کی فیاضی پر　　ایک قطرہ بھی نہ رکھا جگر و دل کے لیے

زندہ رہنے کے لیے پھول کی بو کافی ہے　　اور کیا چاہیے صیاد عنادل کے لیے

درد بکتا نہین بازار جہان مین ورنہ　　جان تک بیچ کے لیتا مین ترے دل کے لیے

اپنی تصویر اگر آپ نے کھچوائی ہے　　اک مجھے بھی ہو عطا آئنۂ دل کے لیے

رونق افروز ہوے محفل احباب مین تم　　شمع کی اب کوئی حاجت نہین محفل کے لیے

جان نثارون کے سوا غیر نہ مقتل مین رہا　　راستہ صاف ہے اب خنجر قاتل کے لیے

تمکو پہلو مین بٹھاؤن یہ نہوگا مجھسے　　تم ہو آنکھون کے لیے تم ہو مرے دل کے لیے

حسن پر قتل کا الزام کہان آتا ہے　　جسقدر خون کرے زیب ہے قاتل کے لیے

اور ہونگے جو شکایت کرین قاتل کی جلیل
ہم تہِ تیغ دعا کرتے ہین قاتل کے لیے

در شانِ حضرتِ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

آج قسمت درِ خواجہ پہ مجھے لائی ہے — یہی وہ در ہے جہان لطفِ جبین سائی ہے
تھا بہت دور مگر کھینچ بلایا مجھکو — جانتے تھے کہ یہ مدت کا تمنائی ہے
مین نے اجمیر مین جسوقت قدم رکھا ہے — تہنیت کے لیے جنت کی ہوا آئی ہے
مجکو دیکھو قدمِ حضرتِ خواجہؒ دیکھو — آج تو ذرہ و خورشید مین یکجائی ہے
خاکبوسی کو جھکا ہون تو دھڑکتے دل سے — میرے خواجہ مرے خواجہ کی صدا آئی ہے
شاہِ آصف کی بدولت ہوئی دولت یہ نصیب — جنکے قدمون سے لگی خلقِ خدا آئی ہے
مرحبا دولتِ دارین لٹانے والے — کس نے اس در سے مراد اپنی نہین پائی ہے
مثلِ پروانہ ہے روضے پہ ہجومِ عشاق — رہ کے خلوت مین عجب انجمن آرائی ہے
بادشاہون کا بھی دربار نہ دیکھا ایسا — حق نے کیا شان عطا آپ کو فرمائی ہے
جرعہ نوشانِ عقیدت کو مزے آتے ہین — جسطرف دیکھیے رحمت کی گھٹا چھائی ہے
گنبدِ پاک یہ ہے یا کوئی خورشید جمال — جلوہ افروز بصد عشوہ و رعنائی ہے

محو کردیتی ہے انسان کو تجلّی اسکی
خود تماشا ہے جو روضے کا تماشائی ہے

نذر کے واسطے کچھ اور مرے پاس نہین
صرف اک درد کا مارا دلِ شیدائی ہے

چاہتا ہون دلِ مُردہ مرا زندہ ہوجاے
آپ ہی سے مجھے امیدِ مسیحائی ہے

نابلد کوچۂ عرفان سے ہون لیکن پھر بھی
ناز اسپر ہے کہ حضرت سے شناسائی ہے

کچھ کہے کوئی مگر مین تو کہون گا یہ جلیل
جسکو خواجہؒ کا نہ سودا ہو وہ سودائی ہے

صبا نے مجکو سنگھائی ہے جب سے بو تیری
چمن چمن لیے پھرتی ہے جستجو تیری

ہوا ہے مشقِ تصور سے اسقدر حاصل
کہ تو کہین بھی ہو صورت ہے روبرو تیری

مجھے تمام زمانے کی آرزو کیون ہو
بہت ہے میرے لیے ایک آرزو تیری

مجھے تو رشک ترے آئنے پہ آتا ہے
کہ صبح ہوتے ہی صورت ہے روبرو تیری

چمن کے پھول بھی تیرے ہی خوشہ چین نکلے
کسی مین رنگ ہے تیرا کسی مین بو تیری

اب اور تیر لگانے کی کیا ضرورت ہے
کھٹک رہی ہے کلیجے مین آرزو تیری

یہ چار چاند مرے عشق نے لگائے ہین
کہ آج حُسن مین شہرت ہے چارسُو تیری

مجھے تو نالۂ وشیون سے آپ نفرت ہے
مگر جو چین سے رہنے دے آرزو تیری

اُدھر کھٹک ہے جگر کی اِدھر تڑپ دل کی
عجیب شان سے رہتی ہے آرزو تیری

خداکی شان کہ دل کو مرے قرار نہین | جمی ہوئی ہے مگر دل مین آرزو تیری

جلیل اشک فشانی نہ کر بقولِ امیر
ملے نہ خاک مین موتی سی آبرو تیری

ہر اک محفل مین ذکرِ نرگسِ مستانہ ہوتا ہے | یہی مے اب تو چلتی ہے یہی پیمانہ ہوتا ہے
شریکِ بزمِ جانان کب کوئی بیگانہ ہوتا ہے | جو ہوتا ہے وہ شمعِ حُسن کا پروانہ ہوتا ہے
غرض کے آشنا ہین ساقیا سب بزمِ عالم مین | جہان شیشہ ہوا خالی جُدا پیمانہ ہوتا ہے
نہین ممکن کہ ہر انسان مین سوزِ محبت ہو | ہزارون مین کہین اک دِلجلا پروانہ ہوتا ہے
سمجھ والے سمجھ سکتے نہین رازِ محبت کو | وہی کچھ با خبر ہوتا ہے جو دیوانہ ہوتا ہے
ہمارا کام چلتا ہے فقط مے کے تصوّر سے | یہی ساقی یہی شیشہ یہی پیمانہ ہوتا ہے
جفا ہو یا لگاوٹ ہو وفا ہو یا رُکاوٹ ہو | طرحدارون کا ہر انداز معشوقانہ ہوتا ہے
اِدھر اُلفت اُدھر غفلت ذرا انصاف سے کہنا | یہی برتاؤ ہوتا ہے جہان یارانہ ہوتا ہے
شبِ وعدہ یہان آخر ہوئی جاتی ہو دمبھر مین | وہان زلفِ پریشان مین ابھی تک شانہ ہوتا ہے
ذرا مین ہوش مین آؤن تو پوچھون اپنے ساقی سے | نظر تو بہ شکن ہوتی ہے یا پیمانہ ہوتا ہے

جلیل اچھا ہے دلکو صاف رکھنا ہر کدورت سے
اِسی گھر مین ظہورِ جلوۂ جانانہ ہوتا ہے

دلِ صد چاک ہے موزون غمِ جانان کیلیے
یہ ہوا دار مکان ہے اسی مہمان کیلیے

دل تڑپتا ہے تری جنبشِ مژگان کے لیے
خوب نشتر یہ نکالا ہے رگِ جان کیلیے

لذتِ دردِ جگر کہتی ہے بیمارون سے
کوئی منتّ کشِ عیسیٰ نہو درمان کیلیے

دستِ وحشت کا کرم مجھ پہ لگاتار رہا
تار چھوڑا نہ کوئی جیب و گریبان کیلیے

اشک رُکتے نہین رُوکے سے خدا خیر کرے
کہین رونا نہ پڑے دیدۂ گریان کیلیے

کیون غمِ یار ہے تو خونِ جگر کا پیاسا
کچھ تو رہنے دے مرے دیدۂ گریان کیلیے

قدرتی حُسن ہے ان بکھرے ہوے بالون مین
حاجتِ شانہ نہین زلفِ پریشان کیلیے

سچ تو یہ ہے کہ جو قاتل نہین معشوق نہین
خونِ عشاق ہے غازہ رخِ جانان کیلیے

اے فلک روز کے مہمان سے مین باز آیا
کیا کوئی اور نہ تھا گھر شبِ ہجران کیلیے

قدر کیا جانے کوئی لختِ دلِ بلبل کی
مایۂ ناز ہین یہ پھول گلستان کیلیے

تیرِ قاتل نے لگایا کہ شگوفہ چھوڑا
دل جگر دونون کٹے مرتے ہین پیکان کیلیے

ہر جگہ شان نئی رکھتی ہے قاتل کی ادا
باڑھ خنجر کے لیے نوک ہے پیکان کیلیے

بیوفاؤن کی محبت سے نہین باز آتا
لاؤن ناصح مین کہان سے دلِ نادان کیلیے

عمر و دولت کی دعا دل سے نکلتی ہے جلیل
اپنے آقا شہِ عثمان علیخان کیلیے

جھومتا آج مرا ستِ شباب آتا ہے
کوئی دیکھے تو کہے پی کے شراب آتا ہے

تم جو روٹھے تو سب احباب مرے روٹھ گئے
چین آتا ہے کسیوقت نہ خواب آتا ہے

حرفِ مطلب کا کہین ذکر نہین نام نہین
کسقدر صاف مرے خط کا جواب آتا ہے

خوب وعدہ ہے کہ آئین گے ترے خواب مین ہم
وہ سمجھتے ہین کہ عاشق کو بھی خواب آتا ہے

لطف واخلاق وکرم کچھ نہین آتا اُن کو
ناز آتا ہے ضد آتی ہے عتاب آتا ہے

مین جو کہتا ہون کہ جاتے ہو کہان راتون کو
وہ یہ کہتے ہین نظر آپ کو خواب آتا ہے

کیا تماشا ہے کہ پھرتے ہین مری آنکھو نمین
سامنے آتے ہوے انکو حجاب آتا ہے

وصل کی شب بھی نہین جاگتی قسمت میری
شام ہوتے ہی تری آنکھ مین خواب آتا ہے

خیر توبہ کی ہو یارب کہ مُبتِ توبہ شکن
دستِ نازک مین لیے جامِ شراب آتا ہے

روز سوتے مین ہوا کرتا ہے دیدار نصیب
یار کو ساتھ لیے آنکھ مین خواب آتا ہے

گردشِ بخت سے لینا ہے عوض رندون کو
دیکھیے دور مین کب جامِ شراب آتا ہے

عجب انداز سے آتی ہے سواری اُنکی
فتنۂ حشر بھی ہمراہِ رکاب آتا ہے

یہی آتا ہے کہ تڑپے کبھی فریاد کرے
اور کیا تجکو دلِ خانہ خراب آتا ہے

تیز ہو جاتی ہین چھریان مژۂ و ابروٗ کی
بن کے جلّاد حسینون کا شباب آتا ہے

پردہ ڈالے گا جوانی پہ لڑکپن کب تک
کہہ رہی ہین یہ نگاہین کہ شباب آتا ہے

ایسے پر کالۂ آتش سے نبھے گی کیونکر
صبح پیری مین جوانی کا اثر کچھ بھی نہین

جو تصوّر مین بھی سرگرم عتاب آتا ہے
خواب آتا ہے کہ انسان کا شباب آتا ہے

کنگ کوٹھی پہ وہ جوبن نظر آتا ہے جلیل
کسی معشوق پہ جس طرح شباب آتا ہے

دل جلے عشق کے ڈرتے نہین جلجانے سے
چشمِ ساقی کا اشارہ ہے یہ پیمانے سے
دختِ رز حور بنی فصلِ بہار آنے سے
اِک پتنگے کی اگر جان گئی جانے دو
حسن دیکھا جو بتون کا تو خدا یاد آیا
جو ہے قاتل کا ارادہ وہی منشا میرا
ایسے موقع کے لیے ہے دلِ صد چاک مرا
رس بھری آنکھ جو دیکھی ہے تری ای ساقی
خوب مستی مین گزرتی تھی مگر وائے نصیب
ہون وہ میکش کہ نظر بھر کے جہان دیکھ لیا
ناصحا خوب علاجِ دلِ بیتاب کیا

لذتِ سوزِ جگر پوچھیے پروانے سے
دیکھ ہشیار نہ جائے کوئی میخانے سے
آج جنّت کی ہوا آتی ہے میخانے سے
نام تو شمع کا روشن ہوا پروانے سے
راہ کعبے کی ملی ہے مجھے بتخانے سے
مین تڑپنے سے نہ باز آؤن وہ تڑپانے سے
پیچ زلفون کے نہ نکلین گے ترے شانے سے
میری نیّت نہین بھرتی کسی پیمانے سے
ہوش نے آکے نکالا مجھے میخانے سے
مے گلرنگ چھلک جاتی ہے پیمانے سے
بڑھ گیا اور بھی سودا ترے سمجھانے سے

کوئی معشوق جو بگڑے تو منا سکتے ہین　　دلِ بیتاب بہلتا نہین بہلانے سے
داستان دردِ محبت کی سنی ہے جب سے　　نیند آتی نہین اُن کو کسی افسانے سے
قدرِ عشاق کی معشوق سے پوچھے کوئی　　لَو لگائے ہوے ہر شمع ہے پروانے سے
اب تو پینے کی بھی حاجت نہ رہی ای ساقی　　ہوش اُڑ جاتے ہین خالی ترے پیمانے سے
بیخبر ہو کے زمانے کی خبر رکھتا ہے　　ہوشیاری کوئی سیکھے ترے دیوانے سے
جی مین آتا ہے کہ ساقی سے اجازت لیکر　　دل کو شیشے سے ملون آنکھ کو پیمانے سے
مست کرنا ہے تو خُم مُنہ سے لگا دے ساقی　　تو پلائیگا کہان تک مجھے پیمانے سے

پارسائی کا بہت کرتے تھے اظہار جلیل
جھومتے آج چلے آتے ہین میخانے سے

جی مین آیا تھا اگر دون کچھ مین شکایت تیری　　چٹکیان لینے لگی دل مین محبت تیری
بیکسی مین بھی کلیجے سے لگی رہتی ہے　　بیوفا تو ہے وفادار ہے اُلفت تیری
مین سمجھتا تھا کہ آئینہ تجھے دیگا جواب　　وہ بھی حیران رہا دیکھ کے صورت تیری
وہی آنکھون مین ہے آنسو وہی لب پر فریاد　　سیکڑون بھیس بدلتی ہے محبت تیری
بیچ سے پردہ جُدائی کا اُٹھایا نہ گیا　　کچھ تو ہے ضعف مرا کچھ ہے نزاکت تیری
اِس قدر محوِ تصور ہون کہ شک ہوتا ہے　　آئینے مین مری صورت ہے کہ صورت تیری

دل بہت تجھ سے ہے مانوس خبر اس کی نہین
ایک دن آگ لگا دے گی شرارت تیری

نشۂ عشق کسی وقت اُترتا ہی نہین
مے ہے شیشے مین کہ ہے دل مین محبّت تیری

لیکے آیا تھا مین ارمان ہزارون دل مین
یاد کچھ بھی نہ رہا دیکھ کے صورت تیری

تھا کبھی خون مرے جسم مین لیکن ابتو
دوڑتی پھرتی ہے رگ رگ مین محبّت تیری

کس قدر حُسن ترقی پہ ہے اللہ اللہ
آج کچھ اور ہے کل اور تھی صورت تیری

یہ کرامت ہے ترے حُسن و ادا کی ظالم
اور بڑھتی ہے ستانے سے محبّت تیری

یہ دعا مانگ کے سوتا ہون مین شبکو ہر روز
جب کھُلے آنکھ تو ہو سامنے صورت تیری

حُسن کی قدر محبت سے ہوا کرتی ہے
مین جو بدنام ہوا ہو گئی شُہرت تیری

قتل کرنا تجھے آتا تھا کہان اے قاتل
باڑھ دینے سے مرے بڑھ گئی ہمّت تیری

خوب نبھ جائیگی دونون مین کہ جوڑا اچھا ہے
دل ہے بیچین مرا شوخ طبیعت تیری

یا خدا لاکھ گنہگار ہو بندہ تیرا
ڈھونڈ لیتی ہے بہانہ کوئی رحمت تیری

مین سمجھتا ہون کہ ہے جنّت و دوزخ کیا چیز
ایک ہے وصل ترا ایک ہے فرقت تیری

کچھ ضرورت نہین اظہارِ محبّت کی جلیل
خود کہے دیتی ہے بیچین طبیعت تیری

اُڑتے ہین ہوش ابروِ دلبر کے سامنے
کیا مُنھ کسی کا آئے جو خنجر کے سامنے

دعویٰ تھا اضطراب کا سیماب و برق کو
ٹھہرا نہ ایک بھی دلِ مضطر کے سامنے

ساقی اگر مین جام سے محروم رہگیا
شکوہ کرون گا ساقیِ کوثر کے سامنے

گو زخم کھا چکا ہون مگر جی نہین بھرا
جانا پڑے گا پھر بھی مجھے خنجر کے سامنے

ساقی کی چشمِ مست کا دعویٰ ہوا اُنھین
شیشے جو سر جھکاتے ہین ساغر کے سامنے

اب سے نہ مُنہ لگاؤن گا توبہ کو ساقیا
کرتا ہون عہد شیشۂ و ساغر کے سامنے

صیاد کی خبر نہین بُلبل غریب کو
بیٹھی ہے بھول کر جو گلِ تر کے سامنے

قاتل مری نظر مین ہے بانکی ادا تری
جھپکے گی آنکھ کیا ترے خنجر کے سامنے

تم سختیان کرو تو نہ کیون دل ہو چُور چُور
شیشے کی کیا بساط ہے پتھر کے سامنے

قدمون پہ لوٹ جائیگا اسکی خبر نہ تھی
دل نے خجل کیا مجھے دلبر کے سامنے

تڑپا مین وقتِ ذبح تو بولی رگِ گلو
ہونے دے سُرخرو مجھے خنجر کے سامنے

بسمل جو ہو چکے ہین ترستے ہین موت کو
آتی نہین قضا ترے خنجر کے سامنے

چھپ چھپ کے تم گناہ جو کرتے ہو اے جلیل
کیونکر چھپے گا داورِ محشر کے سامنے

نگاہ تاک مین او بے وفا ہے کس کس کی
کہان گرے گی یہ بجلی قضا ہے کس کس کی

کوئی ہے زخم کا خواہان کوئی شہادت کا
تمھاری تیغ بھی حاجت روا ہے کس کس کی

ترا خیال بھی ہے غم بھی ہے ملال بھی ہے
ذرا سا دل ہے مگر اس مین جا ہے کس کس کی

زمانہ درپئے آزار آسمان دشمن
جفاے یار مین شامل جفا ہے کس کس کی

وہ آج گھر سے جو نکلے ہین خوب بن ٹھن کر
ادا یہ کہتی ہے دیکھین قضا ہے کس کس کی

ملے ہین درد و غم و یاس خون پینے کو
مرے جگر کا لہو بھی غذا ہے کس کس کی

نقاب رُخ پہ پڑی ہے یہ کوئی کیا جانے
کہ گھات مین نگہِ فتنہ زا ہے کس کس کی

اِسی سے ہاتھ رنگے جاتے ہین حسینو نکے
ہمارا خونِ تمنّا حنا ہے کس کس کی

بہت سے دل جو ہوئے ہین اسیر گیسو مین
وہ کہتے ہین کہ مرے سر بلا ہے کس کس کی

جو یہ نہو تو نہ پائین دل و جگر آرام
جلیل دردِ محبت دوا ہے کس کس کی

چلتے پھرتے جہان نظر آئے
آنکھ سے دل مین وہ اُتر آئے

اس کو محوِ خیال کہتے ہین
کی نظر جس پہ تم نظر آئے

بزمِ قاتل مین جس کو آنا ہو
وہ ہتیلی پہ رکھ کے سر آئے

خیر ہو دل کی آج دامن مین
چند ٹکڑے مجھے نظر آئے

مشغلہ خوب تھا تڑپنے کا
دِل بھر آیا جو زخم بھر آئے

کر گئے بے خبر دو عالم سے
خوب لینے مری خبر آئے

تجھ پہ آیا شباب مین سمجھا — نخلِ امید مین ثمر آئے
رُخ جو چمکا جھپک گئین آنکھین — ہو جو تجلی وہ کیا نظر آئے
دی دعا جام دیکے ساقی نے — ہوش مین تو نہ عمر بھر آئے

دل کے داغون کا ہے وہ رنگ جلیل
باغ جیسے بہار پر آئے

اُن کے سب تیر دل مین در آئے — اب یقین ہے مُراد بر آئے
دیکھکر اُن کو بیخودی چھائی — مین گیا گھر سے وہ جو گھر آئے
اُس کی آنکھون پہ مین فدا سو بار — جس کو اک بار تو نظر آئے
بزم جانان تھی ہم کو میخانہ — گئے ہشیار بے خبر آئے
اُس کے جاتے ہی صبر و ہوش و قرار — چلتے پھرتے سب مجھے نظر آئے
وہ بھی آنے کو ہین قیامت بھی — دیکھئے کون پیشتر آئے
مین جو سویا تو جاگ اُٹھی تقدیر — خواب مین تم مجھے نظر آئے
ہوش آیا مجھے تو ساقی نے — لی خبر کہہ کے تم کدھر آئے
دل مین آکر خدنگِ نازِ اُن کے — خوش ہین یون جیسے اپنے گھر آئے

اُس کی قدرت سے کیا بعید جلیل

شجرِ خشک مین ثمر آئے

چل کے خنجر جو ترا تا بہ گلو آتا ہے — صدقے ہونے کو رگِ جان سے لہو آتا ہے
بن کے قاتل مرے پہلو مین جو تو آتا ہے — دیکھنے والون کی آنکھون مین لہو آتا ہے
بیوفائی کا چلن سیکھ لیا دونون نے — اب نہ قابو مین دل آتا ہے نہ تو آتا ہے
توبہ کرتا ہون کبھی مین تو منانے کے لیے — جام آتا ہے مے آتی ہے سبو آتا ہے
ضبطِ گریہ سے نکلتا ہے نتیجہ اُلٹا — اشک تھمتے ہین تو آنکھون سے لہو آتا ہے
کششِ عشق سے ہے دونون کا آنا جانا — ورنہ مین آپ سے جاتا ہون نہ تو آتا ہے
اسی حسرت مین کٹی عمر ہماری قاتل — دیکھئے کب تہِ شمشیر گلو آتا ہے
نہ اشارہ نہ کنایہ نہ تبسم نہ کلام — بن کے تصویر مرے سامنے تو آتا ہے
حسرتین دل مین مچلتی ہین نکلنے کے لیے — تیغ کھینچے ہوئے جب سامنے تو آتا ہے

تیغِ خوش آب کو مژدہ ہو کہ مقتل مین جلیل
تشنہ لب تشنہ جگر تشنہ گلو آتا ہے

تیری چتون کے شہیدون مین یہ ناشاد بھی ہے — او مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے
آسمان لاکھ ستمگر سہی یہ بات کہان — تو ستمگر بھی ہے ظالم ستم ایجاد بھی ہے
دلربائی کا ہو سامان مبارک تجھکو — نازو انداز بھی ہے حُسنِ خدا داد بھی ہے

پاس ہے رازِ محبّت کا جو خاموش ہون مین ورنہ لب پر مرے نالہ بھی ہے فریاد بھی ہے
گو جدائی ہے مگر لطف ہے یکجائی کا تو جہان ہے وہین میرا دلِ ناشاد بھی ہے
یہی کشتہ کرے عاشق کو جلائے بھی یہی نگہِ ناز مسیحا بھی ہے جلّاد بھی ہے
چٹکیان وصل مین لیتا ہے جدائی کا خیال آج وہ دن ہے کہ دل شاد بھی ناشاد بھی ہے
دل مین درد و غم و اندوہ سبھی ہین لیکن قابلِ ناز تو یہ ہے کہ تری یاد بھی ہے
دُہرے پھندے ہین ترے دم کیلیے اے بلبل باغبان تاک مین ہے گھات مین صیاد بھی ہے

اے **جلیل** آج کے موقع کو غنیمت جانو
تم بھی مقتل مین ہو خنجر بھی ہے جلّاد بھی ہے

دیکھا جو حسنِ یار طبیعت مچل گئی آنکھون کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی
ہم تم ملے نہ تھے تو جدائی کا تھا ملال اب یہ ملال ہے کہ تمنّا نکل گئی
ساقی تری شراب جو شیشے مین تھی پری ساغر مین آکے اور بھی سانچے مین ڈھل گئی
دشمن سے پھر گئی نگہِ یار شکر ہے اک پھانس تھی کہ دل سے ہمارے نکل گئی

پینے سے کر چکا تھا مین توبہ مگر **جلیل**
بادل کا رنگ دیکھ کے نیّت بدل گئی

اک ذرا اٹھ تو سرِ قبر گزرنیوالے دہنِ گور سے کچھ کہتے ہین مرنیوالے
ذرا اٹھ تو سرِ قبر گزرنیوالے

کشتۂ عشق اجل سے نہین ڈرنیوالے
مرچکے یار پہ ہم اب نہین مرنیوالے

جان دیدی کسی عاشق نے تو پروا کیا ہے
تم سلامت رہو کچھ کم نہین مرنیوالے

کسی مرہم سے مرے زخم بھرین گے کیونکر
یہ تو ہین دم تری تلوار کا بھرنیوالے

جان نثارون کی بدولت جو ہوا نام اُن کا
اب یہ کہتے ہین کہ جیتے رہین مرنیوالے

مین نہ سمجھا تھا کہ وعدے کا یہ ہوگا انجام
آفرین ہے تجھے او کہکے مکرنیوالے

سب ٹھہر سکتے ہین سیماب ہو یا بجلی ہو
جگر و دل نہین سینے مین ٹھہرنیوالے

تیغِ قاتل مین ہے دریا کی روانی جب سے
موت کے گھاٹ اُترتے ہین اُترنیوالے

دل پہ صدمے جو گزرتے ہین گزرنے دو جلیل
ہم زبان سے کبھی شکوہ نہین کرنیوالے

یون تو ممکن نہین دم بھر دلِ بسمل ٹھہرے
ہان عجب کیا ہے ترے خنجرِ قاتل ٹھہرے

دل مین جبتک نہ کوئی ناوکِ قاتل ٹھہرے
غیر ممکن ہے کہ پہلو مین مرا دل ٹھہرے

ہو مبارک تمھین اے جان مسیحا بننا
ایسی تدبیر بتاؤ کہ مرا دل ٹھہرے

واہ رے خوبیِ تقدیر ترا کیسا کہنا
جان دون جسپہ وہی جان کا قاتل ٹھہرے

آتشِ رشک سے خالی نہ کسی کو دیکھا
جل گئی شمع جو تم رونقِ محفل ٹھہرے

جو اشارہ تری آنکھون نے کیا دیکھ لیا
اب ہے دشوار کہ پہلو مین مرا دل ٹھہرے

خوب انصاف ترے حسن کی سرکار مین ہے
کہ لڑے آنکھ خطاوار مرا دل ٹھہرے

شاہِ عثمان کی توجہ سے مرے شعر جلیل
مایۂ ناز ہوئے فخر کے قابل ٹھہرے

بڑھ کے پتھر سے حسینون کا جگر ہوتا ہے
لاکھ فریاد کرو کون خبر ہوتا ہے

مین جو روتا ہون تو اُس کا یہ اثر ہوتا ہے
خندہ زن مجھپہ مرا زخمِ جگر ہوتا ہے

شور کرنے کا نتیجہ نہین کچھ اے بُلبل
دل مین ہو درد تو نالے مین اثر ہوتا ہے

تجکو اے ناصحِ نافہم خبر کیا اسکی
گھر مٹانے سے دلِ یار مین گھر ہوتا ہے

دل جگر دونون ہین قاتل کے مقابل دیکھین
کون پہلے ہدفِ تیرِ نظر ہوتا ہے

غیر ممکن ہے کہ آرام کا پہلو نکلے
دل ٹھہرتا ہے تو بیتاب جگر ہوتا ہے

لذّتِ دردِ محبت نہین ہوتی جس مین
دل وہ مٹّی کا وہ پتھر کا جگر ہوتا ہے

دلِ بیتاب تڑپتا ہے مرے سینے کو
مُفت بدنام ترا تیرِ نظر ہوتا ہے

شوخ چشمون سے جلیل آنکھ لڑایا نہ کرو
نگہِ ناز مین جادو کا اثر ہوتا ہے

ساقی بھی ہے چمن بھی ہے ٹھنڈی ہوا بھی ہے
تُونے جو آج توبہ تو اے دل مزا بھی ہے

جور و جفا کا حال تو معلوم تھا مجھے
چتون یہ کہہ رہی ہے کہ تُو بیوفا بھی ہے

آرام مل رہا ہے تڑپنے سے چارہ گر
جو درد ہے مرا وہی میری دوا بھی ہے

زیبا نہین فلک تجھے شوقِ ستمگری
کوئی حسین ہو تو ستم کا مزا بھی ہے

رگ رگ پھڑک رہی ہے نیا رنگ دیکھکر
قاتل بھی ہے چھری بھی ہے میرا گلا بھی ہے

پوشیدہ حسنِ یار ہے دو دو حجاب مین
برقع کے ساتھ منھ پہ نقابِ حیا بھی ہے

زاہد کی طرح خشک مسلمان نہین ہون مین
عشقِ بتان بھی دل مین ہے یادِ خدا بھی ہے

کس کو مٹا دیا ہے فلک نے کہ آجتک
بجلی بھی بیقرار ہے گریان گھٹا بھی ہے

مہندی مرے لہو کی مبارک ہو آپ کو
رنگِ حنا بھی اسمین ہے بوئے وفا بھی ہے

تم چشمِ اشکبار کو روتے ہو کیا جلیل
اک جان کا عذاب دلِ مبتلا بھی ہے

تڑپا کے دل مرا نگہِ یار رہگئی
تھوڑی سی چلکے آج یہ تلوار رہگئی

کیا حسن تھا کہ آنکھ سے دیکھا ہزار بار
پھر بھی نظر کو حسرتِ دیدار رہگئی

دشمن نہین تو اب غمِ دشمن ہے یار کو
کانٹا نکل گیا خلشِ خار رہگئی

محفل مین اُس کی رنگ جماتا تھا عشق کا
تجھسے یہ بات دیدۂ خونبار رہگئی

کٹ کٹ گئے گلے بتِ قاتل کی چال پر
ایسا چلا وہ تیز کہ تلوار رہگئی

حسن و جمال کا فقط افسانہ رہ گیا
یوسف رہے نہ گرمیِ بازار رہگئی

بدلا ستم کا لے نہ سکا چرخ سے جلیل
کچھ دور جاکے آہِ شرربار رہگئی

ساقیا کیون نہ ہوس ہو مجھے میخانے کی
دل ہے شیشے کا مرا آنکھ ہے پیمانے کی

محتسب تجکو خبر کیا مرے پیمانے کی
مین جو پیتا ہون وہ ہے اور ہی میخانے کی

ساری محفل کو لٹا کر یہ کہا ساقی نے
اک ادا تھی مرے چلتے ہوئے پیمانے کی

شمع پر خون کا الزام ہو ثابت کیونکر
پھونکدی لاش بھی کمبخت نے پروانے کی

آنکھون آنکھون مین پلا دی مرے ساقی نے مجھے
اب نہ شیشے کی ضرورت ہے نہ پیمانے کی

کھینچ کر تیغ کو پھر میان مین رکھ لیتا ہے
خوب سوجھی تجھے قاتل مرے تڑپانے کی

آپ پہلو مین جو بیٹھین تو سنبھلکر بیٹھین
دلِ بیتاب کو عادت ہے مچل جانے کی

ہمسے پیاسون کی اگر یون ہی مدارات رہی
دھوم ہو جائیگی ساقی ترے میخانے کی

مے نہ دے خیر اجازت یہ مجھے دے ساقی
لیلون آنکھون سے بلائین ترے پیمانے کی

اشکِ خون پر ہو نہ کیون ناز مری آنکھونکو
آبرو ہے مے گلرنگ سے پیمانے کی

مین نے پوچھا تھا کہ ہے منزلِ مقصود کہان
خضر نے راہ بتائی مجھے میخانے کی

مست کر دیتی ہے پہلے ہی نگاہِ ساقی
آنکھ کے سامنے چلتی نہین پیمانے کی

تیغ رُک رُک کے جو چلتی ہے گلے پر قاتل
کچھ ادا سیکھ رہی ہے ترے شرمانے کی

بیخودی مین بھی یہی منھ سے نکلتا ہے جلیل
شیشے آباد رہین خیر ہو پیمانے کی

بدن مین دم نہ رگون مین رہا لہو باقی
مگر گلے کو ہے خنجر کی آرزو باقی

خدا کی شان وہ ہنستے ہین میرے رونے پر
رہی نہ اشک محبت کی آبرو باقی

سرورِ وصل سے ابتک ہے بیخودی ہمکو
تجھے تو پا گئے اپنی ہے جستجو باقی

کسی کے تارِ نظر سے یہ کام نکلے گا
جگر کے چاک کو ہے حاجتِ رفو باقی

رہین شگفتہ الٰہی یہ داغہاے جگر
کہ ان گلون مین ہے ابتک وفا کی بو باقی

امید دل مین تھی ارمان تھے تمنا تھی
اب ایک بھی نہین باقی فقط ہے تو باقی

بڑے مزے مین گزرتی ہے تیرے مستونکی
دعا یہ ہے کہ رہین ساغر و سبو باقی

گمان یہ ہے ترے کشتے کی بیقراری سے
کہ رہ گئی ہو نہ کوئی رگِ گلو باقی

بقاے دل کے لیے مین دعا جو کرتا ہون
غرض یہ ہے کہ رہے تیری آرزو باقی

جلیل حسن پرستی سے کیون کرے توبہ
خدا کے فضل سے اب بھی ہین خوبرو باقی

فرقت مین بھی شگفتہ دلِ داغدار ہے
قدرت خدا کی ہے کہ خزان مین بہار ہے

دنیا کے رنج و عیش کا کیا اعتبار ہے
دو دن خزان ہے باغ مین دو دن بہار ہے

اُٹھتے ہین وہ بلند ہے جو خاکسار ہے
دیکھا ہے بارہا کہ فلک پر غبار ہے

دیکھا یہ فرق لطف و غضب کی نگاہ مین
اِک دل مین ہے چھپی ہوئی اک دل کے پار ہے

تڑپا جگر تو ناز سے چتون نے یہ کہا
دل تھا مرا شکار یہ تیرا شکار ہے

زخمون سے پھول کھل گئے تلوار جب چلی
قاتل کی تیغ ہے کہ نسیمِ بہار ہے

اللہ کی پناہ ہے مژگانِ یار سے
ہے تو ذرا سی پھانس مگر دل کے پار ہے

لاکھون ہی پھول ہو گئے نذرِ خزان مگر
ابتک بہار پر چمنِ روزگار ہے

ہجوِ شراب کا تجھے واعظ ہے اختیار
اتنا رہے خیال کہ فصلِ بہار ہے

جائے جدھر وہ سیر کو رہتا ہون ساتھ ساتھ
مین بوے گُل ہون یا نسیمِ بہار ہے

اچھا یہ مشغلہ ہے جدائی مین ای جلیل
وہ آئے یا نہ آئے یہان انتظار ہے

غیر کیا ناز اُٹھائین گے بہت مشکل ہے
یہ ہمارا ہے کلیجا یہ ہمارا دل ہے

جو کچھ ارشاد ہے ناصح کا بجا ہے لیکن
مین حسینون کو نہ چاہون یہ بہت مشکل ہے

داغ دیکر مرے دل کو نہ کہین کا رکھا
اب مرے کام کا یہ ہے نہ ترے قابل ہے

صبر کی تاب نہین جسکو وہ ہے دل میرا
رحم کا نام نہین جس مین وہ تیرا دل ہے

یار بھی رنگ بدلتا ہے زمانے کی طرح
دم ہی دم بھر مین مسیحا ہے وہی قاتل ہے

شمع کی جا دلِ عشاق جلا کرتے ہین
ہو مبارک کہ بہت گرم تری محفل ہے

تشنہ کامی کی شکایت مجھے کیون ہوگی جلیل
مہربان مجھ پہ مرا ساقیِ دریا دل ہے

نہ اشکون سے گلہ مجکو نہ شکوہ آہِ سوزان سے
ہُوا ہے فاش پردہ اے جنونِ چاکِ گریبان سے

تجھے اے جوشِ سودا ہم مبارکباد دیتے ہین
کیا ہے دل نے پیدا سلسلہ زلفِ پریشان سے

بہت مشکل ہے اب پھندے سے بچنا طائرِ جان کا
کیا ہے دل نے پیدا سلسلہ زلفِ پریشان سے

دلِ بسمل ہے کھینچا تیر کو جب تیر افگن نے
تمنائین بہت روئین گلے مل مل کے پیکان سے

چمن کی سیر تمکو اے چمن والو مبارک ہو
ہوا جنت کی آتی ہے یہان چاکِ گریبان سے

نزاکت ہو جہان ایسی وہان نظارہ کیونکر ہو
نظر کا بوجھ بھی اُٹھتا نہین رخسارِ جانان سے

عروسِ تیغ مشاطہ بنی ہے جب سے قاتل کی
حنا کا رنگ پھیکا پڑ گیا خونِ شہیدان سے

چُبھا رہنے دے قاتل ہاتھ کیون اپنا دُکھاتا ہے
نہ پیکان دل سے نکلے گا نہ دل نکلے گا پیکان سے

بہار آتے ہی مستی چھا گئی سارے زمانے پر
صبا اٹھکھیلیان کرتی ہوئی نکلی گلستان سے

کیا اُس خاک پر سجدہ تو پایا رتبہ عالی
نکالا آسمان ہمنے زمینِ کوے جانان سے

جلیل اُس فتنہ گر نے دلپہ آخر کر لیا قبضہ
ادا سے ناز سے ترچھی نظر سے چشمِ فتان سے

گرے تھے چند قطرے خون کے جو نوکِ مژگان سے
فقط آگاہ کرنا تھا کسی کو زخمِ پنہان سے

سحر کی ہے کسے امیدِ طولِ شامِ ہجران سے
ملا ہے سلسلہ اسکا کسی کی زلفِ پیچان سے

وہ کیا جانین کسی عاشق کو کیونکر قتل کرتے ہین
ابھی تو شرم آتی ہے اُنھین شمشیرِ عُریان سے

ہمین دیکھو کہ ہم رو یا کیے اُنکے ہنسانے کو
اُنھین دیکھو کبھی آنسو نہ پونچھے چشمِ گریان سے

قدمبوسی کا حیلہ کرکے ہم لوٹین گے قدمون پہ
یہ لٹکا ہاتھ آیا ہے تری زلفِ پریشان سے

یہی دو کام اپنے رہ گئے ہین جوشِ وحشت مین
تھکے جب پاؤن چلنے سے تو ہاتھ اُلجھے گریبان سے

مرا دل اے صبا تجھسے شگفتہ ہو نہین سکتا
کھِلا کرتا ہے یہ غنچہ ہوائے کوے جانان سے

مین اپنے پنجۂ وحشت سے بیحد تنگ آیا ہون
کہ جب دیکھو اسے دست و گریبان ہے گریبان سے

بہت سے ہین یہان پھندے اسیرِ دام کرنے کو
نظر سے کوئی بچ نکلا تو پھانسا زلفِ پیچان سے

تمھارے چاہنے والے فدا ہونے کو حاضر ہین
لگاؤ تیغِ ابرو سے چلاؤ تیرِ مژگان سے

فلک اس کہنہ مشقی پر بھی یہ اقرار کرتا ہے
کہ مین نے ظلم سیکھا ہے زمینِ کوے جانان سے

دیے ہین چشم و جان و دل خدا نے اس لیے مجکو
تجھے دیکھون مین آنکھون سے تجھے چاہون دل و جان سے

سلامت آپکا قاصد کسے امید ہے اس کی
خدا کے گھر سے پھرنا ہے پلٹنا کوے جانان سے

جو خود ہو مبتلا وہ مبتلا کی کیا خبر لے گا
لگی دل کی کبھی بجھتے نہ دیکھی چشمِ گریان سے

یہ وہ جا ہے جہان گردون کی گردش چل نہین سکتی
فلک کترا کے چلتا ہے زمینِ کوے جانان سے

جنون کے ہاتھ نے کیا وصل کی تصویر کھینچی ہے
کہ بڑھکر چاک دامن مل گیا چاکِ گریبان سے

مٹاتا ہے جو تو اسے چرخ تو احسان کرا تنا
کہ مل جائے ہماری خاکِ خاک کوے جانان سے

جلیل اپنی غزل کیا ہے دلِ محزون کا نوحہ ہے
محرّم مین کسے فرصت غم شاہ شہیدان سے

دل مین آتا ہے کہ وہ سوے جگر جاتا ہے
دیکھیے آج ترا تیر کدھر جاتا ہے

کیا کہون چھپکے وہ آنکھون سے کدھر جاتا ہے
شیشۂ دل مین پری بن کے اُتر جاتا ہے

اس طرح یاد تمھاری مرے دل مین آئی
جس طرح تیر کلیجے مین اُتر جاتا ہے

مرنیوالون سے رُکاوٹ نہین اچھی قاتل
بات رہ جاتی ہے اور وقت گزر جاتا ہے

وعدۂ وصل نہ کرنا تھا غنیمت تیرا
یہ ستم ہے کہ زبان دے کے مُکر جاتا ہے

عشق کرنا ہو جسے سیکھ لے پروانے سے
جی سے جاتا ہے مگر نام تو کر جاتا ہے

باری باری سے تڑپنے کا مزہ لیتے ہین
لوٹ جاتا ہے جگر دل جو ٹھہر جاتا ہے

کوے جانان جسے کہتے ہین وہی جنّت ہے
پھر پلٹ کر نہین آتا جو اُدھر جاتا ہے

رحم آیا نہ فلک کو نہ تجھے حسرت ہے
مُنھ سے نالہ جو نکلتا ہے کدھر جاتا ہے

کوچۂ زلف نہین ہے یہ بلا کا گھر ہے
ہوش مین آ دلِ دیوانہ کدھر جاتا ہے

بے وفا کہتے ہو دل کو مرے دلبر ہو کر
یہ تو سوچو کہ یہ الزام کدھر جاتا ہے

کوچہ گردی کوئی دیکھے ترے دیوانے کی
ہوش جاتے ہین کدھر آپ کدھر جاتا ہے

راستہ بند کیا گھر سے نکل کر تم نے
اِدھر آتا ہے نہ اب کوئی اُدھر جاتا ہے

قتل کا شوق نہ کیون ہو یہ سُنا ہے قاتل
سر اُترنے سے بڑا بوجھ اُتر جاتا ہے

آپ کیون اشک بہائین مری بیتابی پر
ایسے چھینٹون سے کہین داغِ جگر جاتا ہے

داورِ حشر کے آگے ہے طلب سبکی جلیل
یہ گنہگار بھی بادیدۂ تر جاتا ہے

وصالِ یار بھی ہے دور مین شراب بھی ہے
قمر بھی ہے مرے پہلو مین آفتاب بھی ہے

نگاہِ لطف اگر ہے تو کچھ عتاب بھی ہے
تری ادا مجھے رحمت بھی ہے عذاب بھی ہے

ثبوتِ عشق کو یہ دو گواہ کافی ہین
جگر مین داغ بھی ہے دل مین اضطراب بھی ہے

غرورِ حُسن تجھے جسقدر ہو زیبا ہے
خدا کے فضل سے صورت بھی ہے شباب بھی ہے

مرے لیے نہین پینے کی کچھ کمی ساقی
کہ چشمِ مست بھی ہے ساغرِ شراب بھی ہے

ستم کی چال ستم کی ادا ستم کی نگاہ
ترے ستم کا ستمگر کوئی حساب بھی ہے

شبِ فراق دو عالم مین جان رہتی ہے
ترا خیال بھی ہے انتظارِ خواب بھی ہے

یہ حُسن کی نہین جادوگری تو پھر کیا ہے
کہ تیری آنکھ مین شوخی بھی ہے حجاب بھی ہے

کسی کو تاب کہان ہے کہ تجھ کو دیکھ سکے
جو نور ہے ترے رُخ پر وہی نقاب بھی ہے

کسی کے رُخ پہ ہجومِ نظر تماشا ہے
کہ بے نقاب بھی وہ ہے تہِ نقاب بھی ہے

جلیل نے تمھین چاہا تو کیا گناہ کیا
تمھین بتاؤ تمھارا کہین جواب بھی ہے

علاج کی نہین حاجت دل و جگر کے لیے
بس اک نظر تری کافی ہے عمر بھر کے لیے

نگاہِ ناز یہ کہتی ہے تیر افگن کی
کہ مین ہون دل کے لیے تیر ہے جگر کے لیے

خدا نے تجکو بنایا ہے نازنین قاتل
ادا کی تیغ ہے موزون تری کمر کے لیے

مین اپنی جان کو مٹھی مین لیکے آیا ہون
یہ نذر ہے تری جادو بھری نظر کے لیے

دکھائیے رخِ روشن تو مشکل آسان ہو
ترس رہی ہے شبِ غم مری سحر کے لیے

وہ پھر بھی حُسن پہ اپنے غرور کرتے ہین
یہ جانتے ہین کہ ہے شام ہر سحر کے لیے

فراق مین نہ ہوا بیکسی کا غم مجکو
جو تم گئے تو غش آتا رہا خبر کے لیے

وہ پونچھتے ہین مرے اشک اپنے دامن سے
یہ آبرو ہے زمانے مین کس گہر کے لیے

خدنگ ناز نے دونون کو سرفراز کیا
مزے ہین دل کے لیے چین ہے جگر کے لیے

شبِ وصال گئی داغ دیکے فرقت کا
نیا یہ پھول کھلا دامنِ سحر کے لیے

جلیل دیدۂ خونبار سے خدا سمجھے
لہو کی بوند نہ چھوڑی دل و جگر کے لیے

کچھ لطف اُٹھایا نہ ستمگر کے ستم سے — چلتی ہوئی تلوار بھی منھ موڑ کے ہم سے

کچھ غم نہین محروم اگر ہون مین کرم سے — ایسا نہ ستم ہو کہ وہ باز آئے ستم سے

کُشتے جو پھڑکتے ہین تو کہتا ہے یہ قاتل — آباد ہے مقتل مری تلوار کے دم سے

سب مجکو سمجھتے ہین کہ بیمار ہون تیرا — تو رشکِ مسیحا ہے مسیحا مرے دم سے

مٹ جائیے لیکن درِ جانان سے نہ اُٹھیے — یہ بات مرے ہاتھ لگی نقشِ قدم سے

صورت پہ اگر چاند کو ہے ناز بجا ہے — کچھ کچھ تو مشابہ ہے ترے نقشِ قدم سے

مرتے ہین مگر اہلِ وفا کم نہین ہوتے — شاید ترے کُشتے پلٹ آتے ہین عدم سے

پردہ یہ نیا ہے یہ نئی شرم و حیا ہے — آنکھون مین وہ پھرتے بھی ہین چھپتے بھی ہین ہم سے

ہر درد کی دنیا مین دوا ہوتی ہے لیکن — اُس دل کی دوا کیا ہو جو مانوس ہو غم سے

دونون سے مجھے عشق نے آزاد کیا ہے — راحت سے نہین خوش ہون نہ رنجیدہ ہون غم سے

اب بادِ بہاری بھی چمن مین نہین آتی — صیاد کی بیداد سے گلچین کے ستم سے

دل غم سے بھرا ہے مجھے اس بات کا ڈر ہے — بس جائے تمنا نہ تری کثرتِ غم سے

کیون ڈر ہو قیامت کا یہ معلوم ہے مجکو — کچھ بڑھ کے نہین روزِ قیامت شبِ غم سے

اتنی ہو عنایت کہ رہون بیخود و سرشار — ساقی مجھے مطلب ہے زیادہ سے نہ کم سے

ذرّے سے جلیل آج ہوا مہرِ درخشان

سلطانِ دکن کی نگہِ لطف وکرم سے

ملتی نہین کچھ اہلِ چمن کی خبر مجھے
لیچل اُڑا کے تُو ہی نسیمِ سحر مجھے

دل لیکے آپ دے گئے داغِ جگر مجھے
یہ بات بھولنے کی نہین عمر بھر مجھے

دینے لگا مزہ مرا دردِ جگر مجھے
اب کیا غرض علاج سے ای چارہ گر مجھے

تصویرِ یار کہتی ہے دیکھین اگر مجھے
پُتلی بنائین آنکھ کی اہلِ نظر مجھے

پیکِ خیال کا بھی گزر اب نہین رہا
کیونکر ملے خبر تری او بے خبر مجھے

تیری زبان پہ فیصلۂ مرگ وزیست ہے
کچھ کہکے آج کردے اِدھر یا اُدھر مجھے

کس لطف کی نظر تھی لیا جس نے دل مرا
اب ڈھونڈتا ہون ملتی نہین وہ نظر مجھے

در پردہ کچھ اشارہ کیا ہوگا یار نے
بے چین کر رہا ہے جو دردِ جگر مجھے

آنسو بہا بہا کے ڈبوئے گی آبرو
تجھ سے نہ تھی اُمید یہ اے چشمِ تر مجھے

قسمت کی ہے یہ بات کہ سرکارِ حُسن سے
تیغِ ادا ملی تجھے زخمِ جگر مجھے

کیونکر کہون کہ دل کی نہین آپ کو خبر
کچھ دے رہی ہے آپ کی چتون خبر مجھے

کب تک جلا کرے کوئی سوزِ فراق سے
اے کاش پھونکدے تری برقِ نظر مجھے

صد آفرین ہے آپ کے تیرِ نگاہ کو
تا کا اُدھر عدو کو لُٹا یا اِدھر مجھے

نادان ہین پوچھتے ہین جو مجھسے خبر تری
تیری خبر ہو کیا نہین اپنی خبر مجھے

آنی تو ہو کسی کو شہادت کی آرزو
پڑتی گئی نگاہ بھی خنجر کے ساتھ ساتھ

باندھی جب اُس نے تیغ ہوا دردِ سر مجھے
دیتے گئے وہ مرہمِ زخمِ جگر مجھے

محوِ خیالِ یار ہون مین اسقدر جلیل
دیکھا جو آئنہ وہی آیا نظر مجھے

ہونے دے کامیاب دمِ امتحان مجھے
آبِ حیات ہوگئی تیغِ روان مجھے

اے تیغِ ناز چھوڑ چلی تو کہان مجھے
مرکر ملی ہے زندگیِ جاودان مجھے

ممنون ہون مین اپنے دلِ بیقرار کا
پہونچا دیا تڑپ کے کہان سے کہان مجھے

قاتل کو جانتا ہون مگر شکل دیکھ کر
ہوتا نہین ہے خون کا اُسپر گمان مجھے

آئے بھی وہ تو ساتھ عدو کو لیے ہوے
فصلِ بہار ہوگئی فصلِ خزان مجھے

اُڑ جائین گے دُھوئین جو ذرا مین نے آہ کی
سمجھا ہے اپنے ذہن مین کیا آسمان مجھے

گردن پہ نازکی کے رہا خونِ آرزو
قاتل نے تھک کے چھوڑ دیا نیمجان مجھے

در پردہ دے رہا ہے کوئی دل مین چٹکیان
دیتا ہے یہ خبر مرا دردِ نہان مجھے

مین وعدۂ وصال پہ سو جان سے نثار
رکھ لی ہے بات آپ نے دیکر زبان مجھے

مین چپ ہون اسلیے کہ نہ افشا ہو رازِ عشق
تمکو ہے یہ گمان نہین آتی فغان مجھے

رونے پہ وہ ہنسے تو مین غیرت سے کٹ گیا
خنجر کی دھار ہوگئے اشکِ روان مجھے

مین چشمِ یار کا ہون جو مدّاح اے جلیل
کہتے ہین لوگ شاعرِ جادو بیان مجھے

موسمِ گُل ہے نہ رکھ قید مین صیاد مجھے
ذبح کر ڈال جو کرتا نہین آزاد مجھے

چھیڑتا کیون ہے خدا کے لیے صیاد مجھے
تو گرفتار ہون آتی نہین فریاد مجھے

تیرے غصّے کے مین قربان ذرا پھر کہنا
"سونے دیتی نہین ظالم تری فریاد مجھے"

یون تو کاٹے نہین کٹتی ہے جُدائی کی گھڑی
کاش مل جائے کہین تیشۂ فرہاد مجھے

کبھی بھولے سے جو آجاتی ہے نیند آنکھون مین
چٹکیان لے کے جگاتی ہے تری یاد مجھے

قدردان کوئی ستم کا نہین ملنے والا
عمر بھر یاد کرے گا ستم ایجاد مجھے

دست و بازو کی نزاکت سے بہت ڈرتا ہون
نیم بسمل نہ کہین چھوڑ دے جلاّد مجھے

کوچۂ یار سے مرمر کے ابھی نکلا تھا
لے چلا پھر اُسی جانب دلِ ناشاد مجھے

ایسی صورت نظر آتے ہی مچل جاتا ہے
کسی آفت مین نہ ڈالے دلِ ناشاد مجھے

تو بھی مُنھ مُوڑ گیا کام پڑا جب تجھ سے
ایسی امید نہ تھی خنجرِ جلاّد مجھے

عشقِ صیّاد کا پھندا تو بدستور رہا
فائدہ کیا جو کیا قید سے آزاد مجھے

مین کرم کا جو سزاوار نہین ہون نہ سہی
رکھ نہ محروم ستم او ستم ایجاد مجھے

بھولی بھولی وہ کیا کرتے ہین باتین سب سے
چاہتے ہین کہ نہ سمجھے کوئی جلاّد مجھے

شکر ہے کیون نہ بدلجاے شکایت میری
لطف دینے لگی ظالم تری بیداد مجھے

ساری دُنیا کے خیالات تھے دل مین لیکن
جب سے ہے یاد تری کچھ نہ رہا یاد مجھے

اس زمانے مین کہان یارِ وفادار جلیلؔ
دیگیا داغِ جدائی دلِ ناشاد مجھے

دل ہے ناوک کے لیے سینہ ہے خنجر کے لیے
رہگئی جان اکیلی وہ ہے دلبر کے لیے

الامان اُس بُتِ قاتل سے جو یہ کہتا ہے
خونِ عشّاق ہے جوہر مرے خنجر کے لیے

حُسن ہوتا ہے تو آتا نہین الزام کوئی
ظلم ہے عیب مگر وصف ہے دلبر کے لیے

سختیِ عشق سے ٹوٹا دلِ نازک میرا
مین نہ سمجھا تھا کہ یہ شیشہ ہے پتھر کے لیے

چاند سورج کو سنورنے کی ضرورت کیا ہے
حاجتِ غازہ نہین عارضِ دلبر کے لیے

ہو سکا چارہ گرون سے نہ علاجِ سودا
رگِ جان میری پھڑکتی رہی نشتر کے لیے

ساقیا کب سے ترے در پہ صدا دیتا ہون
دیدے اک جام مجھے ساقیِ کوثر کے لیے

ہاتھ رکھکر وہ مرا سوزِ جگر دیکھتے ہین
اب تڑپنے کا ہے موقع دلِ مضطر کے لیے

خوش خرامی پہ ہزارون کے گلے کٹتے ہین
آپ نے چال نہ چھوڑی کوئی خنجر کے لیے

کیسے خوش رنگ ہین دامن مین جگر کے ٹکڑے
ہمنے یہ پھول چُنے ہین ترے بستر کے لیے

دلِ روشن پہ مرے فخر ہے دلبر کو جلیلؔ

مایۂ ناز ہے آئینہ سکندر کے لیے

کچھ عجب لطف ترا تیرِ نظر رکھتا ہے ۔ جانتا ہے وہی جو زخم جگر رکھتا ہے
اُس ستمگر کے تغافل پہ نہ جانا اے دل ۔ بیخبر ہو کے زمانے کی خبر رکھتا ہے
دل تڑپتا ہے مگر جی نہین بھرتا میرا ۔ کس قیامت کا مزہ دردِ جگر رکھتا ہے
گُل ہوئے چاک گریبان تو کھلا یہ عُقدہ ۔ نالۂ بلبلِ شیدا بھی اثر رکھتا ہے
لالہ و گُل بھی ترے چاہنے والے نکلے ۔ کوئی پُرخون ہے کوئی داغِ جگر رکھتا ہے
اور سب تیر تو رہتے ہین ترے ترکش مین ۔ ناوکِ ناز مرے سینے مین گھر رکھتا ہے
تیری فرقت کا زمانہ ہے زمانے سے جُدا ۔ شام آفت کی مصیبت کی سحر رکھتا ہے
اپنے دلبر کے مین قربان کہ تصویر مین بھی ۔ پیار کی آنکھ محبت کی نظر رکھتا ہے

شاعری مین ہے عجب لُطفِ خداداد جلیل
شعر اچھا ہو تو جادو کا اثر رکھتا ہے

کیا کہون مین کہ ترے عشق مین کیا ہوتا ہے ۔ درد کا لُطف تڑپنے کا مزا ہوتا ہے
تیری تلوار ہے یا بادِ بہاری قاتل ۔ جب یہ چلتی ہے مرا زخم ہرا ہوتا ہے
خونِ عشاق حسینون کے لیے زینت ہے ۔ ہاتھ مین آکے یہی رنگ حنا ہوتا ہے
خوش نصیبی ہے یہ اے خنجرِ قاتل تیری ۔ کام کرتی ہے ادا نام ترا ہوتا ہے

شوقِ دیدار مین روتی ہین جو آنکھین میری
دل یہ کہتا ہے ابھی دیکھیے کیا ہوتا ہے

نیمجان چھوڑ گئی تیغِ ادا واے نصیب
اب جو مرتا ہون تو احسانِ قضا ہوتا ہے

ابتدا سوزِ جگر کی ہے اُسی جانب سے
شمع جلتی ہے تو پروانہ فدا ہوتا ہے

کیا تماشا ہے کہ لڑتی تو ہین آنکھین اُن سے
اور دل مُفت سزاوارِ سزا ہوتا ہے

قتل کرتا ہے مرے یار کا رخصت ہونا
تیغ کی طرح گلے مل کے جُدا ہوتا ہے

اک قیامت ہے ترا وعدۂ فردا کیا ہے
ختم ہوتا ہے نہ کمبخت وفا ہوتا ہے

عشق تنہا نہین رہتا ہے کسی دل مین جلیل
درد ہوتا ہے جدا داغ جدا ہوتا ہے

محفلِ یار مین اب شرکتِ اغیار بھی ہے
وہ مَثل ہے کہ جہان گُل ہے وہان خار بھی ہے

ہان نہ رہ جائے کوئی حوصلۂ دل باقی
مین بھی ہون آپ بھی ہین ہاتھ مین تلوار بھی ہے

مین نے مانا کہ زمانے مین ہین دلدار بہت
مگر اے یار کوئی تجھسا طرحدار بھی ہے؟

دلِ نادان کہین صورت پہ نہ دھوکا کھانا
دلربا شکل ہے جس کی وہ دل آزار بھی ہے

تیغ کو میان مین رکھکر وہ چلے مقتل سے
کاش اتنا کوئی کہدے یہ گنہگار بھی ہے

نگہِ ناز سے ہوتا ہے مریضون کا علاج
چشمِ بیمار مسیحا بھی ہے بیمار بھی ہے

اُن کو قاتل کوئی کہتا ہے تو خوش ہوتے ہین
لطف یہ ہے کہ مرے قتل سے انکار بھی ہے

اک مرے دم کے لیے تیز ہین دو دو چھریان
نگہِ یار بھی ہے ابروِ خمدار بھی ہے

خوب ہے مشغلۂ نالہ و فریاد جلیل
دل کا بہلاؤ بھی ہے درد کا اظہار بھی ہے

بسمل نگاہِ ناز سے دل بھی جگر بھی ہے
نالہ بھی ہے گواہ مرا چشمِ تر بھی ہے

اللہ نے کیا مری آنکھون کو سرخرو
اشکون مین آج شرکتِ خونِ جگر بھی ہے

سینے سے مین لگائے ہون تجکو خیال مین
او مستِ ناز کچھ تجھے اپنی خبر بھی ہے؟

بلبل کے دم سے باغ مین دونی بہار ہے
گل بھی کھلے ہین رنگ پہ داغِ جگر بھی ہے

دل کی خوشی یہ ہے کہ لڑے آنکھ یار سے
اسپر نظر نہین کہ وہ جادو نظر بھی ہے

قاتل اگر ہنسے تو شکایت کی جا نہین
خندان ہمارے حال پہ زخمِ جگر بھی ہے

شوخی بھی ہے نگاہ مین شرم و حیا کے ساتھ
آنکھ اُس کی پردہ دار بھی ہے پردہ در بھی ہے

مین وہ نہین کہ عذر کرون دل کے واسطے
دل بھی ہے نذر آپ کے حاضر جگر بھی ہے

قاتل ذرا سمجھ کے اُٹھے دستِ امتحان
خنجر اگر اُدھر ہے تو نالہ اِدھر بھی ہے

پڑتی ہے وہ نگاہ بھی خنجر کے ساتھ ساتھ
قاتل کے پاس مرہم زخمِ جگر بھی ہے

جوہر دکھا رہے ہین وہ تیر افگنی کے آج
کہدو کہ اک شکار تمھارا اِدھر بھی ہے

کس کس سے اپنی جان بچاؤ گے تم جلیل

تیغِ ادا کے ساتھ خدنگِ نظر بھی ہے

چھیڑنا خنجرِ قاتل کا مزا دیتا ہے
گُدگُدا کر مرے زخمون کو ہنسا دیتا ہے

باعثِ نالہ مری دل شکنی ہے ساقی
ٹوٹتا ہے کوئی شیشہ تو صدا دیتا ہے

یار ہنس ہنسکے یہ تیرا نمک افشان ہونا
لذتِ زخمِ جگر اور بڑھا دیتا ہے

خواہشِ وصل جو کرتا ہون تو چرخِ ظالم
میری تقدیر کو پہلو مین سُلا دیتا ہے

آگ جو دل مین دبی ہے نہ بھڑک جائے کہین
میرے زخمون کو وہ دامن کی ہوا دیتا ہے

کیا زمانہ ہے کہ دل جسکو دیا ہے مین نے
وہ مجھے جرمِ محبت کی سزا دیتا ہے

وہ ہے پردے مین مگر ذکر ہے گھر گھر اُس کا
حُسن دیتا ہے تو شہرت بھی خدا دیتا ہے

داغِ دل مین نہ رہی پھول کی رنگت نہ سہی
ہے غنیمت کہ ابھی بوئے وفا دیتا ہے

ایسے معشوق سے کیا رسم بڑھائے کوئی
سر چڑھا کر جو نگاہون سے گرا دیتا ہے

یار کے سامنے کچھ بات نہین کیجاتی
اُس کا جلوہ مجھے تصویر بنا دیتا ہے

وہ جو ملتے ہین تو قسمت نہین ملنے دیتی
مژدۂ وصل مرے ہوش اُڑا دیتا ہے

عشق مین صحبتِ احباب کے قابل نہ رہا
درد اُٹھکر مجھے محفل سے اُٹھا دیتا ہے

اُسکی مستی کو پہونچتا نہین مے نوش کوئی
تو جسے شربتِ دیدار پلا دیتا ہے

عشق کی چوٹ چھپے گی نہ چھپائے سے جلیل

اشکِ گلگون دلِ پُرخون کا پتا دیتا ہے

آنکھ لڑتے ہی ہوا عشق کا آزار مجھے
چشم بیمار تری کر گئی بیمار مجھے

قہر ہے ظلم ہے آفت ہے بگڑنا اُس کا
ہو کے بیزار کیا جان سے بیزار مجھے

لیجئے کام ادا سے کہ یہی موقع ہے
نیمجان چھوڑ چلی آپ کی تلوار مجھے

دل کو زخمی تو وہ کرتے ہین مگر حیرت ہے
نظر آتی نہین چلتی ہوئی تلوار مجھے

دیکھئے جان پہ گرتی ہے کہ دل پر بجلی
دُور سے تاک رہی ہے نگہِ یار مجھے

گرچہ سو بار ان آنکھون سے تجھے دیکھا ہے
مگر ابتک ہے وہی حسرتِ دیدار مجھے

مجکو پروا نہین ناصح تری غمخواری کی
غم سلامت رہے کافی ہے یہ غمخوار مجھے

رشکِ یوسف جو کہا مین خطا مجھسے ہوئی
ناز کرتا ہے سمجھکر وہ خریدار مجھے

غیر ممکن ہے کرون دل کا تقاضا تجھسے
تو ہے درکار دل اپنا نہین درکار مجھے

شیشۂ و جام پہ ساقی کوئی الزام نہین
تیری آنکھین کئے دیتی ہین گنہگار مجھے

یار ساقی ہو تو چلتا ہے ابھی دورِ جلیل
کون کہتا ہے کہ پینے سے ہے انکار مجھے

دل ہے وہی کہ جس مین تری آرزو رہے
گُل ہے وہی کہ جس مین محبت کی بو رہے

اشکون کے دم سے داغِ جگر کی بہار ہے
پانی نہ پائین پھول تو کیا رنگ و بو رہے

اغیار کے خیال سے دل پاک ہو گیا ۔ اب دل مین تو رہے کہ تری آرزو رہے

دل مین ہجوم یاس ہے سیراب یہ خیال ۔ اتنی جگہ رہے کہ تری آرزو رہے

دل کو وہ توڑتے ہین خوشی کا مقام ہے ۔ کب تک مچل مچل کے مری آرزو رہے

مین تشنہ کام تھا مجھے سیراب کر دیا ۔ اے تیغ آبدار تری آبرو رہے

لازم نہ تھا یہ آپ کو انصاف کیجئے ۔ ہو دل تو پائمال حنا سرخرو رہے

دیکھون تجھے تو آپ مین رہنا محال ہے ۔ پاؤن تجھے تو اپنی مجھے جستجو رہے

یا رب چھٹے نہ دامنِ قاتل سے رنگِ خون ۔ مقتل کی یادگار ہمارا لہو رہے

جاری جو اشکِ خون ہین تو اس کا علاج کیا ۔ آنکھون کی ہے خوشی کہ نہ دل مین لہو رہے

چشمِ خیال ہے جو سلامت تو غم نہین ۔ پردے مین تو رہے کہ مرے روبرو رہے

قاتل خدا کرے کہ بر آئے یہ آرزو ۔ تجھ پر نظر رہے تہِ خنجر گلو رہے

صورت یہ خوب ہے ترے چھپنے کیواسطے ۔ پہلو مین دل رہے دلِ شیدا مین تو رہے

جام طہور خلد مین پینا ہے اے جلیل
کچھ کچھ ابھی سے عادتِ جام و سبو رہے

خنجرِ ناز و ادا سے نہ بچا دل کوئی ۔ نیم جان ہے کوئی کشتہ کوئی بسمل کوئی

خون اب شوقِ شہادت کا ہوا جاتا ہے ۔ ڈھونڈتا ہون مجھے ملتا نہین قاتل کوئی

محتسب توڑ نہ للہ بھرے شیشے کو
ٹوٹ جائے نہ کہین شوق بھرا دل کوئی

آجکل شوق ہے ناوک فگنی کا اُن کو
چاہیے روز نشانے کے لیے دل کوئی

دستِ قاتل مین خدا رکھے عجب لذت ہے
کھا کے تلوار تڑپتا نہین بسمل کوئی

مین بھی ہون تو بھی ہے خنجر بھی روان ہے قاتل
آج رہجائے نہ باقی ہوسِ دل کوئی

قتل کر شوق سے قاتل غمِ محشر کیسا
ہم یہ کہدین گے ہمارا نہین قاتل کوئی

بولنے سے نہین معذور تمھاری تصویر
بات یہ ہے کہ نہین بات کے قابل کوئی

مجکو تڑپا کے ادا سے یہ کہا قاتل نے
لطف کیا ہے جو کرے تیغ سے بسمل کوئی

بھولی صورت بھی دیا کرتی ہے دھوکے کیا کیا
میرے قاتل کو سمجھتا نہین قاتل کوئی

ہجر کے دن نہین کٹتے ہین کسی صورت سے
تو ہی تدبیر بتا خنجرِ قاتل کوئی

رحم کیا آئے کسی کو مری بیتابی پر
دیکھ سکتا نہین زخمِ جگر و دل کوئی

شمع جلتی ہے جلے مین تو یہی کہتا ہون
اب سوا تیرے نہین رونقِ محفل کوئی

عدل مین علم مین دانش مین سخاوت مین خلیل
شاہِ عثمان کا نہین آج مقابل کوئی

بے پیے کہتے ہین سب رندِ مے آشام مجھے
بیخودی تو نے کیا مفت مین بدنام مجھے

ساقیا دل مین جو توبہ کا خیال آتا ہے
دُور سے آنکھ دکھاتا ہے ترا جام مجھے

میں تو ساقی تری آنکھوں کے مزے لیتا ہون
عمر بھر کے لیے کافی ہین یہ دو جام مجھے

تمنے اس رنگ کا بیمار نہ دیکھا ہوگا
درد جب تک نہو ملتا نہین آرام مجھے

مانعِ قتل ہوئی تیری نزاکت قاتل
سخت جانی کا ملا مفت مین الزام مجھے

مین نہ سمجھا تھا کہ مے اتنی گران قیمت ہے
پارسائی ہوئی صدقے تو ملا جام مجھے

لیچلا دل طرفِ یار خدا خیر کرے
پھر اُسی دشمنِ ایمان سے پڑا کام مجھے

کسی بیدرد کا در پردہ اشارہ ہوگا
لینے دیتا نہین دردِ جگر آرام مجھے

دَوْر چلنے مین نہو دیر خدا را ساقی
اب ستاتی ہے بہت گردشِ ایام مجھے

میں مصیبت مین پڑا شوقِ شہادت کہکر
ہر ادا دینے لگی قتل کا پیغام مجھے

درِ ساقی یہ صدا دیر سے دیتا ہے جلیلؔ
واسطہ ساقیِ کوثر کا کوئی جام مجھے

سلام

جوش رونے کا غمِ سیدِ ابرار مین ہے
دل مین جو کچھ تھا لہو دیدۂ خونبار مین ہے

دردِ دل کی مجھے پیہم یہ خبر دیتا ہے
تاربرقی کا اثر آنسوؤن کے تار مین ہے

نالۂ لطف سے مرتے ہوے جی جاتے ہین
تھی جو عیسیٰ مین صفت عابدؑ بیمار مین ہے

کہتے تھے شوقِ شہادت مین شہِ تشنہ دہن
مجکو در کار وہ پانی ہے جو تلوار مین ہے

تیغِ عباسؓ سے جلکر ہوے ٹھنڈے لاکھون — آگ پانی کا خزانہ اسی تلوار مین ہے
کیون نہ اکبرؓ کے لیے ہون گہرافشان آنکھین — شاہ کا لال گھرا فوجِ ستمگار مین ہے
غمِ اصغرؓ مین قیامت تھی یہ مان کی فریاد — یا خدا پھول مرا کون سے گلزار مین ہے
دلِ مضطر کا پتہ اب مرے پہلو مین کہان — ہوئی مدت کہ وہ شبیرؓ کے دربار مین ہے
یون دعا کرتے تھے شبیرؓ شہادت کے لیے — کیا کمی اے مرے مولا تری سرکار مین ہے
اُن کو مژدہ ہو جو پیاسون کے لیے روتے ہین — آبِ کوثر کی جھلک اشکِ عزادار مین ہے
گُل و ریحانِ پیمبر ہین حسنؓ اور حسینؓ — انھین پھولون کی مہک خُلد کے گلزار مین ہے
پاؤن زخمی ہوے کانٹون سے تو بولے سجادؓ — کچھ عجب طرح کی لذت خلشِ خار مین ہے
روئین کس کس کی شہادت پہ یہ دو آنکھون سے — داغ ہی داغ دلِ عابدِ بیمار مین ہے
بھوکے پیاسے ہوے لاکھون سے مقابل تنہا — کیا شجاعت خلفِ حیدرؓ کرار مین ہے

نامِ شبیرؓ کی ہوتی ہے جو تکرار جلیل
لذتِ قندِ مکرر مرے اشعار مین ہے

ابتدا مین ہے یہ جفا تیری — دیکھیے کیا ہو انتہا تیری
مُنہ پہ تیغِ ادا کے چڑھتی ہے — موت آئی ہے اے قضا تیری
خون میرا اگر شریک ہوا — رنگ دیکھائے گی حنا تیری

چوم لون منہ ترا تصور مین
دے اجازت اگر حیا تیری

دلربائی بھی رہزنی ٹھہری
چھین لیتی ہے دل ادا تیری

اب شکایت کرون کہ شکر کرون
لطف دینے لگی جفا تیری

جان لینے کو ہے ادا کافی
کیون خوشامد کرون قضا تیری

درد و غم کا ہجوم رہتا ہے
پھر بھی خالی ہے دل مین جا تیری

تجھسے ملنے پہ یہ کھلا عقدہ
کج ادائی ہے اک ادا تیری

چارہ گر کیا مٹے گا درد مرا
درد سے بڑھکے ہے دوا تیری

دل بڑھاتا ہے بادہ خوارون کا
عمر بڑھ جائے ساقیا تیری

عشق کا آج امتحان ہے جلیل
مشکل آسان کرے خدا تیری

خوب پردہ یہ نکالا ہے ستمگر تونے
آنکھ سے چھپ کے مرے دل مین کیا گھر تونے

آفرین ہے تجھے او دل کے لٹانے والے
تیر مارا نہ چلایا کوئی خنجر تونے

مین نہوتا تو نہ یہ قدر ستم کی ہوتی
نام پایا مرے باعث سے ستمگر تونے

محتسب تجھپہ ہے دو خون کا دعویٰ مجکو
دل مرا توڑ دیا توڑ کے ساغر تونے

بھول سکتا نہین مین اے نگہ ناز کبھی
میری رگ رگ مین چبھویا ہے جو نشتر تونے

ساقیا کیون نہ اُتر آئے لہو آنکھون مین
میرے حصّے کا دیا غیر کو ساغر تو نے

سارے عالم مین ہے چرچا مری بیتابی کا
مجکو رکھا نہ کہین کا دلِ مضطر تو نے

حشر کے روز مجھے کہکے گنہگار اپنا
بات رکھ لی مری اے داورِ محشر تو نے

بیخودی مین تھا ہم آغوش کسی سے مین جلیل
کھو دیا لطف مرا ہوش مین آکر تو نے

تیغِ قاتل نے عجب رنگ جما رکھا ہے
خون کا نام ستمگر نے حنا رکھا ہے

آئنہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ معشوق ہے تو
تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے

مین کسی اور کا شکوہ جو کرون بیجا ہے
کون سا ظلم مرے دل نے اُٹھا رکھا ہے

مشغلہ ہے یہ غنیمت شبِ تنہائی مین
دردنے دل کو تڑپنے پہ لگا رکھا ہے

آپ ہنستے ہین ہنسین آپ کو زیبا ہے ہنسی
آپ نے کیون مرے زخمون کو ہنسا رکھا ہے

کیا قیامت ہے کہ مشتاق بناکر مجکو
اُس نے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے

نگہِ مست نہین ہوش مین آنے دیتی
بے پلائے مجھے ساقی نے لُٹا رکھا ہے

شاہ کی مدح سے ہے شعر مین تاثیر جلیل
ورنہ ظاہر ہے کہ الفاظ مین کیا رکھا ہے

گرچہ بیداد سے خالی نہین دلبر کوئی
غیر ممکن ہے کہ تجھسا ہو ستمگر کوئی

بادہ کش آج مرے ساتھ مرا یار بھی ہے
شرط یہ ہے کہ نہو آپ سے باہر کوئی

سخت جانی کی شکایت ہے اجل کو بیجا
جان دیدے ترے ہوتے ہوے کیونکر کوئی

ساتھ چھوٹے نہ رہِ عشق مین اے شوقِ وصال
تجھسے بہتر نہ ملے گا مجھے رہبر کوئی

میکشی چھوٹ گئی دیکھ کے آنکھین اُنکی
اب مری آنکھ مین جچتا نہین ساغر کوئی

قتل کا ڈھنگ نکالا ہے نیا قاتل نے
عُذر کرتا ہے کہ بھاتا نہین خنجر کوئی

حُسن خود عشق کا مشتاق رہا کرتا ہے
دل ہے پہلو مین تو ملجاے گا دلبر کوئی

قدردانی کی حسینون سے توقع کیسی
مفت بھی تجکو نہ لیگا دلِ مضطر کوئی

بعد مدت کے وہ شمشیر بکف نکلے ہین
آج رہ جاے نہ حسرت دلِ مضطر کوئی

خوشخرامی پہ تری مٹ گئے لاکھون عُشّاق
اس صفائی سے تو چلتا نہین خنجر کوئی

ایک تو حُسن غضب اُسپہ قیامت کا شباب
دیکھکر تجکو رہے آپ مین کیونکر کوئی

بارہا آئنہ دیکھا ہے مگر پھر بھی جلیل
وہ سمجھتے ہین کہ میرا نہین ہمسر کوئی

ملائیے نہ مجھے خاک مین خدا کے لیے
ملے گا پھر نہ کوئی آپ کو جفا کے لیے

دل و جگر مرے دونون ہین دلربا کے لیے
کوئی نگہ کے لیے ہے کوئی ادا کے لیے

مرا پیام یہ پہونچا دے کوئی قاتل کو
ترس رہا ہے ترا نیمجان قضا کے لیے

امیدوار مجھے کرگئے بادۂ تر کا / جواب خشک نہ دے ساقیا خدا کیلیے

خیالِ زلف نکلجاے دل سے کیا ممکن / یہ گھر ازل سے بنا ہے اسی بلا کیلیے

تمھاری تیغ کے پھل نے مزہ دیا ایسا / دہانِ زخم کھلے رہ گئے دعا کیلیے

فلک سے تم ہو سوا تم سے بڑھکے دل میرا / ملے ہین مجکو بہت مہربان جفا کیلیے

گلے سے کاش اُترجاے خنجرِ قاتل / یہی دوا ہے مرے دردِ لا دوا کیلیے

نہ دل بچے نگہِ ناز سے نہ جان بچے / وہ ابتدا کے لیے ہے یہ انتہا کے لیے

بلا سے درد نہ جائے یہ غیر ممکن ہے / کہ چارہ گر کی خوشامد کرون دوا کیلیے

رقیب وعدے سے خوش ہین خبر نہین اسکی / تری زبان کا وعدہ نہین وفا کیلیے

غلط نہین ہے اگر مین کہون یہ دعوے سے / وفا ہے میرے لیے اور مین وفا کیلیے

خدا کے سامنے جانا ہے ایک روز جلیل
بتون کے عشق سے توبہ کرو خدا کیلیے

توبہ کرنے سے بدلتی نہین عادت اپنی / آگئی پھر کسی کافر پہ طبیعت اپنی

خواب مین روز دکھاتے ہین وہ صورت اپنی / للہ الحمد کہ بیدار ہے قسمت اپنی

مجکو درکار وہ ساقی ہے جو دریادل ہو / ایک دو جام سے بھرتی نہین نیت اپنی

ہر جگہ مجکو وہ بدنام کیا کرتے ہین / چاہتے ہین اسی پردے مین وہ شہرت اپنی

ہمنے کی حسن پرستی تو تجھے کیا ناصح
آنکھ اپنی ہے دل اپنا ہے طبیعت اپنی

دستِ قاتل کی نزاکت کا یہ انجام ہوا
ہوگئی قتل تمنائے شہادت اپنی

اشک آنکھون مین تڑپے دل مین زبان پر فریاد
وجد آتا ہے مجھے دیکھ کے حالت اپنی

چشمِ قاتل کو ہے اقرار کہ قاتل مین ہون
نہین محتاج شہادت کی شہادت اپنی

آپ کیون ترکِ ستم کرکے ستم ڈھاتے ہین
بندہ پرور ہے ابھی جان سلامت اپنی

ہم نہ کہتے تھے کہ آسان نہین عشق جلیل
آئینہ لیکے ذرا دیکھیے صورت اپنی

کیا ملا تم کو مرے عشق کا چرچا کرکے
تم بھی رسوا ہوئے آخر مجھے رسوا کرکے

مجھپہ تلوار کا احسان نہوا خوب ہوا
مار ڈالا تری آنکھون نے اشارا کرکے

نگہِ شوق کو مانع نہین پردہ کوئی
آپ جائین گے کہان آنکھ سے پردا کرکے

دلربائی مین حکومت کا مزہ ملتا ہے
ناز کرتے ہین مرے دل پہ وہ قبضا کرکے

خونِ ناحق ہو کہ حق ہو یہ نہوگا مجھ سے
تمکو بدنام کرون خون کا دعوے کرکے

تمنے کی وعدہ خلافی تو نئی بات نہین
سبھی معشوق مکر جاتے ہین وعدا کرکے

ہر مرض کے لیے خالق نے دوا پیدا کی
مجکو بیمار کیا تجکو مسیحا کرکے

اُڑ گیا رنگ جو مہندی کا تو کیا غم اُنکو
پھر جما لین گے ابھی خونِ تمنا کرکے

شکر اس بندہ نوازی کا ادا کیا ہو جلیل
میرے سرکار نے رکھا مجھے اپنا کر کے

ساقیا تو جو اسے ہاتھ لگا دیتا ہے
ساغر ہوش ربا ہوش اُڑا دیتا ہے

رخِ روشن سے وہ پردہ جو اُٹھا دیتا ہے
دیکھنے والون کو تصویر بنا دیتا ہے

بیٹھنا غیر کے پہلو مین ستم ہے تیرا
درد اُٹھ اُٹھ کے مرے دل کو بٹھا دیتا ہے

کام لیتا ہے نگاہون سے ہمارا ساقی
آنکھون آنکھون مین کئی جام پلا دیتا ہے

بسملِ تیغِ ادا جب سے ہوا دل میرا
دہنِ زخم سے قاتل کو دعا دیتا ہے

کون کہتا ہے کہ بے فیض ہے قاتل میرا
آبِ خنجر سے لگی دل کی بجھا دیتا ہے

دل جو ٹوٹے تو نہ کیون نالہ و فریاد کرے
شیشہ ہوتا ہے شکستہ تو صدا دیتا ہے

میکشو مژدہ کہ برسات کا موسم آیا
ابر مین بادۂ گلرنگ مزا دیتا ہے

عشق کا راز ان آنکھون سے چھپے گا نہ جلیل
اشکِ غم دردِ محبت کا پتا دیتا ہے

کر کے وابستۂ گیسوئے پریشان تو نے
کس بلا مین مجھے ڈالا دلِ نادان تو نے

تیر تو جتنے چبھے تھے وہ نکالے لیکن
میرے دل سے نہ نکالا کوئی ارمان تو نے

ہم تو در پردہ محبت کے مزے لیتے تھے
رازِ دل کھول دیا دیدۂ گریان تو نے

آئنے پر ہے بہت چشمِ عنایت تیری
یہ نہ سمجھا کہ خدا کی ہے امانت اس مین
لطفِ دیدار سے محروم رہا جاتا ہون
مین تو قائل ہون کرامت کا تری پیرِ مغان
صبح کی فکر نہین فکر مجھے اسکی ہے

ابھی دیکھا نہین میرا دلِ حیران تونے
دل مرا چھین لیا دشمنِ ایمان تونے
کھو دیے ہوش مرے جلوۂ جانان تونے
دھو دیا مے سے مرا دفترِ عصیان تونے
گھر مرا دیکھ لیا اے شبِ ہجران تونے

دل کی رونق ہے حسینونکے تصور سے جلیل
خوب آباد کیا خانۂ ویران تونے

تم جو کہتے ہو کہ دل کی مجھے پروا کیا ہے
یار سے مل کے بھی ٹھہری نہ طبیعت اپنی
محوِ نظارہ وہ ہر وقت رہا کرتے ہین
دل مرا چاک کیا اُس نے یہ کہکر مجھ سے
یہی شوخی ہے تو ٹھہرے گی نہ چہرے پہ نقاب
آفرین حضرتِ دل آپ کی دانائی پر
تیری آنکھون کے ہین اے یار کرشمے سارے
آئنہ دیکھکے تم نے بھی جگر تھام لیا

اپنی چتون سے تو پوچھو کہ ادا کیا ہے
کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ تمنّا کیا ہے
آئنے مین نہین معلوم تماشا کیا ہے
دیکھتا ہون کہ ترے دل مین تمنّا کیا ہے
ایک دو روز کا پردہ ہے یہ پردا کیا ہے
یہ نہ سمجھے کہ محبّت کا نتیجا کیا ہے
سحر کیا چیز ہے اعجازِ مسیحا کیا ہے
مجکو ہنستے تھے کہو حال تمھارا کیا ہے

تم زبان سے تو کیا کرتے ہو وعدہ لیکن
آنکھ کہتی ہے کہ وعدے کا بھروسا کیا ہے

مست کرنا ہے تو لے کام ادا سے ساقی
ورنہ خالی ہے گلرنگ سے ہوتا کیا ہے

اب نظر میں نہیں جچتا کوئی معشوق جلیل
نہیں معلوم مری آنکھ نے دیکھا کیا ہے

لیجئے پھر اُسی ظالم پہ طبیعت آئی
رحم آیا کبھی جس کو نہ مروت آئی

دونوں بگڑے رہے روٹھے رہے بیزار رہے
یار پہلو میں نہ قابو میں طبیعت آئی

دل میں رہتے ہیں مگر دلپہ کوئی بار نہیں
مصلحت تھی جو حسینوں میں نزاکت آئی

اب نہیں غیر تو ہے غیر کا ماتم اُن کو
ایک آفت جو گئی دوسری آفت آئی

اس ادا سے سرِ محشر وہ ستمگر نکلا
میں یہ سمجھا کہ قیامت میں قیامت آئی

سرخرو سب ہوئے مقتل میں مگر وائے نصیب
تیغ میں دم نہ رہا جب مری نوبت آئی

اے فلک تجھسے شکایت کا محل ہی کہ نہیں
موت کو ہم نے بلایا شبِ فرقت آئی

کس جلے دل کا ہوا خون ترے کوچے میں
شمع روتی ہوئی شب کو سرِ تربت آئی

سرِ تربت ابھی آنا تھا نہ او فتنہ خرام
نیند پوری نہ ہوئی تھی کہ قیامت آئی

سیر کی گلشنِ عالم کی بہت ہمنے جلیل
کسی گُل سے نہ مگر بوئے محبت آئی

اسقدر ظلم مناسب نہین صیاد تجھے
مرغِ بسمل نہ بنادے مری فریاد تجھے

لب ہین جان بخش تو خونریز ہے چتون تیری
کوئی کہتا ہے مسیحا کوئی جلاّد تجھے

چاہتا ہے کوئی معشوق ہو گاہک میرا
مفت بھی کوئی نہ لے گا دلِ ناشاد تجھے

بیخودی ہے مجھے منظور مگر اے ساقی
ہوش اتنا رہے باقی کہ کرون یاد تجھے

ہاتھ رک جاے مگر تو نہ کہین رک جانا
میرے سر کی ہے قسم خنجرِ جلاّد تجھے

مین بھی ہون کشتۂ اندازِ تغافل تیرا
او مرے بھولنے والے یہ رہے یاد تجھے

مین نہوتا تو نہوتا یہ ستم کا شہرہ
آج کہتا ہے زمانہ ستم ایجاد تجھے

نوجوانی مین یہ اندازِ ستم کیا کہنا
مانتا ہے فلکِ پیر بھی اُستاد تجھے

ان حسینون مین نہین کوئی خریدار ترا
مین گلے کس کے لگاؤن دلِ ناشاد تجھے

دردِ سر سے بھی آرام کی صورت ہے جلیل
کاش ملجاے کہین تیشۂ فرہاد تجھے

اشکون نے گر کے خاک یہ مٹی خراب کی
کیا کیا ہنسی اُڑی مری چشمِ پُرآب کی

اچھی ہوئی دوا یہ مرے اضطراب کی
بجلی گرا رہے ہین وہ چشمِ عتاب کی

واعظ کو سوجھتی نہین خوبی شراب کی
آنکھین نہون تو قدر ہو کیا آفتاب کی

نالے کا ساتھ اشک نہ دیتے تو خوب تھا
دونون نے ملکے اور بھی مٹی خراب کی

بوسہ جو لے لیا ہے تو مجھ پر ہے کیون عتاب — ہے شوق کا قصور خطا اضطراب کی

رُخ سے اُٹھی نقاب تو کیا فائدہ ہوا — چلمن پڑی ہے سامنے شرم وحجاب کی

تم خوش رہو کہ پونچھ کے دامن سے اشکِ غم — رکھ لی ہے آبرو مری چشمِ پُر آب کی

واعظ مےِ طہور جو پینا ہے خُلد مین — عادت ابھی سے ڈال رہا ہون شراب کی

ساقی بہار آتے ہی رنگ اور ہو گیا — گلشن کے پھول دینے لگے بُو شراب کی

چلتے ہین کس غرور سے وہ جھومتے ہوئے — کچھ کم نہین شراب سے مستی شباب کی

مستی کا اب مدار ہے ساقی کی آنکھ پر — اس جام نے شراب کی مٹی خراب کی

رندون کے ہاتھ سے نہین ٹوٹی یہ ساقیا — نشئے سے چور ہو گئی بوتل شراب کی

یون کہکے بے حجاب کیا ہم نے یار کو — کچھ آفتاب کو نہین حاجت نقاب کی

اکسیر پر وہ آنکھ نہ ڈالے کبھی جلیل
ملجائے جس کو خاک درِ بُو ترابؓ کی

بل ہے ابرو پہ لب پہ گالی ہے — جو ادا ہے تری نرالی ہے

سُن چکے آپ نالۂ پُر درد — کہئے کیسا مزاجِ عالی ہے

میری توبہ بھی ہے کوئی توبہ — جب بہار آئی توڑ ڈالی ہے

ہجرِ ساقی مین ہے یہ حال اپنا — چشم پُر خون ہے جام خالی ہے

کون آیا چمن مین جسپہ نثار ‏— پتہ پتہ ہے ڈالی ڈالی ہے
سرخرو دیکھ کر حنا کو تری ‏— دل بھی مشتاقِ پائمالی ہے
پردہ غیرون سے چاہیئے ساقی ‏— دُختِ رز میری دیکھی بھالی ہے
ہے اُسی دن سے آئنہ حیران ‏— تم نے جس دن سے آنکھ ڈالی ہے
شمع کو تم اُٹھا دو خلوت سے ‏— یہ ہمیشہ کی جلنے والی ہے
تو نے ظالم وفا کے پردے مین ‏— خوب طرزِ جفا نکالی ہے
کیا ٹھکانا ہے اُسکی مستی کا ‏— جسپہ ساقی نے آنکھ ڈالی ہے
رہے آباد آصفی دربار ‏— ایک ہی بارگاہِ عالی ہے

کیون نہ اشعار ہون بلند جلیل
شاہ نے یہ زمین نکالی ہے

حُسن کہتا ہے دلربا تو ہے ‏— آنکھ کہتی ہے بے وفا تو ہے
تھک گئے چارہ گر دوا کرکے ‏— یہ نہ سمجھے مری دوا تو ہے
خانۂ دل مین دخلِ غیر نہین ‏— یا تری آرزو ہے یا تو ہے
کیا پشیمان ہون وفا کرکے ‏— مین نہ سمجھا تھا بے وفا تو ہے
ایک سودائی ایک ہرجائی ‏— دربدر مین ہون جا بجا تو ہے

میرے مطلب سے کیا غرض تجکو
اپنے مطلب کا آشنا تو ہے

آفتِ جان مرے لیے اے دل
ایک قاتل ہے دوسرا تو ہے

آئنہ قدر تیری کیا جانے
میری آنکھون سے پوچھ کیا تو ہے

دردِ الفت قضا سے کہتا ہے
ابتدا مین ہون انتہا تو ہے

سب ہین خواہان شراب کے تجھسے
میرا مقصود ساقیا تو ہے

دم غنیمت ترا ہے تیغ روان
رہبرِ منزلِ وفا تو ہے

دِل کی قسمت مین خون ہونا تھا
ناوکِ ناز بے خطا تو ہے

دِل پہ ہو جس قدر جفا تیری
ہے گوارا کہ دلربا تو ہے

بُت ستم کر رہے ہین درپردہ
عالم الغیب یا خدا تو ہے

محو ہون اس قدر تصور مین
شک یہ ہوتا ہے مین ہون یا تو ہے

آنکھ لڑنے لگی بتون سے جلیل
ہم تو سُنتے تھے پارسا تو ہے

تیغ ادا ملی ہے جو بیداد گر تجھے
وہ زخم دے کہ یاد کرون عمر بھر تجھے

رونا ترا ڈبوئے گا اے چشم تر تجھے
ہنستے ابھی سے ہین لبِ زخم جگر تجھے

قاتل تجھے سمجھتے ہین سمجھا کرین رقیب
مین جانتا ہون مرہم زخم جگر تجھے

او مستِ ناز تیرے تغافل کے مین نثار
ممکن نہین کہ مجھسے قیامت مین چھپ سکے
میری خبر تو کیا نہین اپنی خبر تجھے
پہچان لیگی لاکھ مین میری نظر تجھے

آنے لگا مزہ تری بیداد مین مجھے
بیداد گر کہون کہ کہون چارہ گر تجھے
بیہوش کرکے مجھکو مرا دل اُڑا لیا
سوجھی یہ خوب اے نگہِ فتنہ گر تجھے

اے دل سمجھ گیا مین ترے اضطراب کو
تڑپا رہی ہے لذّتِ دردِ جگر تجھے

آنکھین لڑا نہ شوخ نگاہون سے اے جلیل
ایسا نہ ہو کہ پھونکدے برقِ نظر تجھے

حُسن مین آفتِ جہان تو ہے
چال مین خنجرِ روان تو ہے
ہاتھ چلتا نہین دمِ بسمل
مجھسے کہتے ہین سخت جان تو ہے

دونون ظالم ہین فرق اتنا ہے
آسمان پیر ہے جوان تو ہے
بے کہے دل کا حال روشن ہے
اے خموشی مری زبان تو ہے

اپنے گھر مین خیال مین دل مین
ایک ہو کر کہان کہان تو ہے
دُور رہکر قریب ہون تجھسے
دل مرا ہے وہان جہان تو ہے

دونون جانب سے پردہ داری ہے
مین ہون گمنام بے نشان تو ہے
سب پیاری ہے جان دنیا مین
جان سے بڑھ کے جانِ جان تو ہے

آئنے پر نہین یہ چشم کرم
اپنی صورت کا قدر دان تو ہے

داغ دے دے کے گل کھلاتا ہے
گلشنِ دل کا باغبان تو ہے

دشمنون سے مجھے نہین شکوہ
دشمنِ جانِ دلِ تپان تو ہے

جان کی تاک مین ہے یا دل کی
آج کیا ہے جو مہربان تو ہے

کیا برابر کا جوڑ ہے یہ جلیل
یار نازک ہے ناتوان تو ہے

تم بھی سرگرمِ ستم ہو فلکِ پیر بھی ہے
یہ سمجھ لو کہ مری آہ مین تاثیر بھی ہے

کیا کہون دل مین محبت کی نشانی کیا ہے
ہجر کا داغ بھی ہے آپ کی تصویر بھی ہے

دور و نزدیک سے کرتی ہے برابر زخمی
ایک چتون تری شمشیر بھی ہے تیر بھی ہے

بات کرتی نہین مجھ سے تری تصویر کبھی
تو بھی مغرور ہے ظالم تری تصویر بھی ہے

آئنہ دیکھ کے غش ہے وہ ادا پر اپنی
ناوک افگن بھی وہی ہے وہی نخچیر بھی ہے

محو ہے دیکھ کے بہزاد تری صورت کو
ہے تماشا کہ مصور بھی ہے تصویر بھی ہے

دیکھیے کون اُڑاتا ہے نشانہ دل کا
چشمِ قاتل بھی اسی تاک مین ہے تیر بھی ہے

کون صیاد کے پھندے سے نکل سکتا ہے
ایک ہی دام نہین زلفِ گرہ گیر بھی ہے

یہ تو مانا کہ ترے بس مین ہے ساری دنیا
تو مرے بس مین ہو ایسی کوئی تدبیر بھی ہے

خونِ ناحق سے پڑا بوجھ پشیمانی کا
سر جھکائے ہوئے قاتل بھی ہے شمشیر بھی ہے

نگہِ لطف و غضب دیکھکے حیرت ہے مجھے
زہرِ قاتل بھی یہی ہے یہی اکسیر بھی ہے

اے جنون کوہ و بیابان مین پھرون مین کب تک
طوق بھی دیر سے مشتاق ہے زنجیر بھی ہے

اک مروّت تو نہین یار کی آنکھون مین جلیل
ورنہ شوخی بھی ہے جادو بھی ہے تسخیر بھی ہے

چھپنے والے تجھے خبر بھی ہے
نگہِ شوق پردہ در بھی ہے

شمع کے ساتھ مین جلون کب تک
اے شبِ غم تری سحر بھی ہے

پھانستے ہین نظر سے وہ دل کو
جال بھی ہے یہی نظر بھی ہے

کس کو سمجھون مین رازدار اپنا
دل بھی دشمن ہے چشمِ تر بھی ہے

دل مرا آنکھ آپ کی بیمار
جو اِدھر رنگ ہے اُدھر بھی ہے

محوِ نظارہ آئنہ کب تک
بندہ پرور مری نظر بھی ہے

دل عجب شے ہے راہِ الفت مین
راہزن بھی ہے راہبر بھی ہے

تم جو آنکھین مجھے دکھاتے ہو
کچھ مرے حال پہ نظر بھی ہے؟

ایک تو شوخ ہے تری چتون
اُس پہ طرہ کہ فتنہ گر بھی ہے

دردِ دل کی دوا نہین ملتی
مین بھی حیران ہون چارہ گر بھی ہے

کچھ تو بچپن ہین وہ شوخی سے — کچھ مری آہ کا اثر بھی ہے
تیرے پیکان کو اب کہان رکھون — دل بھی صد چاک ہے جگر بھی ہے
ہے تماشا کہ دلفگارون مین — نام قاتل کا چارہ گر بھی ہے
کون توبہ شکن نہین ساقی — مے تو مے ہے تری نظر بھی ہے
رُخ ترا رات دن ہے نور افشان — مہر بھی ہے یہی قمر بھی ہے
چاہیے اک ادا بھی تیر کے ساتھ — دل اکیلا نہین جگر بھی ہے

اس غزل کا جلیل کیا کہنا
پُر اثر بھی ہے مختصر بھی ہے

مین اپنے ہوش مین اے فتنہ گر نہین نہ سہی — تری خبر تو ہے اپنی خبر نہین نہ سہی
یہان تو پیکِ تصور سے کام چلتا ہے — صبا نہین نہ سہی نامہ بر نہین نہ سہی
کھلے ہین پھول عنادل کی سرد آہون سے — اگر چمن مین نسیم سحر نہین نہ سہی
مرنے کے واسطے کچھ کم نہین خلش دل کی — جگر کے پار خدنگِ نظر نہین نہ سہی
پھڑک رہا ہے مرا دل یہ سیر کیا کم ہے — عدو نشانۂ تیرِ نظر نہین نہ سہی
کسی کی زلفِ مسلسل کا لطف آتا ہے — شبِ فراق کی اے دل سحر نہین نہ سہی
شریکِ حال تمھارا خیال رہتا ہے — تمھین خیال ہمارا اگر نہین نہ سہی

ہمارے دل پہ نظر ہے یہی غنیمت ہے
ہمارے حال پہ تمکو نظر نہین نہ سہی

ملا ہے دل وہ مجھے درد کا جو خوگر ہے
مرے مرض کا کوئی چارہ گر نہین نہ سہی

جلیل جذبِ محبت سے کام نکلے گا
ہمارے نالۂ دل مین اثر نہین نہ سہی

زلف برہم ہو پھری جاتی ہے مژگان ہم سے
دونون ملکر نہ کہین چھین لین ایمان ہم سے

جوشِ وحشت مین نہین کون پریشان ہم سے
طوق چکر مین ہے زنجیر ہے نالان ہم سے

سخت جانی کا یہ انجام ہوا مقتل مین
ہم خجل تیغ سے ہین تیغ پشیمان ہم سے

سر چڑھایا ہے جو تونے یہ اثر اُس کا ہے
بل کی بیتی ہے تری زلفِ پریشان ہم سے

اب گریبان ہے نہ دامن ہے مگر اسپر بھی
روز رہتا ہے جنون دست و گریبان ہم سے

روٹھنے کی نہین جانان سے شکایت ہم کو
فکر یہ ہے کہ نہ روٹھے غمِ جانان ہم سے

ظلمِ صیاد کا بدلا جو تجھے لینا ہے
سیکھ لے طرزِ فغان بلبلِ نالان ہم سے

خود جو نازک ہین تو ہر بات ہے نازک اُنکی
ٹوٹ جاتا ہے جو کرتے ہین وہ پیمان ہم سے

ہر طرف جشن کا سامان ہے بہار آنے سے
تم سے آباد گلستان ہے بیابان ہم سے

ابتو اس بات پہ دل لوٹ رہا ہے قاتل
اُنس رکھتا ہے ترے تیر کا پیکان ہم سے

وصل کے دن بھی خوشی کا نہین موقع اے دل
آج ہوتے ہین جدا حسرت و ارمان ہم سے

آئینے پر نظر لطف ہمارے ہوتے
اب تو دیکھا نہین جاتا یہ مرجان ہم سے

عیش و عشرت مین جو گزری تھی شبِ وصل جلیل
اب عوض لیتی ہے اُسکا شبِ ہجران ہم سے

یہی ارمان ہے ستمگر نہین ارمان کوئی
دل مین رہ رہ کے کھٹکتا رہے پیکان کوئی

مجھکو صحرا سے نکلنے نہین دیتے کانٹے
کھینچتا ہے کوئی دامن تو گریبان کوئی

فرق رکھا نہ محبت نے گل و بلبل مین
کوئی ہے چاک جگر چاک گریبان کوئی

ذبح کرتے ہین نہ دیتے ہین وہ خنجر مجھکو
دستِ نازک سے نکلتا نہین ارمان کوئی

یہی کہتے ہین جو ہین دیکھنے والے تیرے
ہمنے اس حسن کا دیکھا نہین انسان کوئی

ہوگئی ہوشربا جب سے ادا ساقی کی
شیشۂ و جام کا لیتا نہین احسان کوئی

کس غضب کا ہے مزہ تیغِ ادا مین قاتل
زخم کھا کھا کے تڑپتا نہین انسان کوئی

زندگی اُسکے لیے ہے جو ترا شیدا ہے
تجھپہ مرتا ہے تو مرتا نہین انسان کوئی

لطف جب ہے کہ نکالین وہ جگر سے پیکان
اور پیکان سے ہو لپٹا ہوا ارمان کوئی

قتل ہونا تو ہے سو جان سے منظور مجھے
فکر یہ ہے کہ نہو دل مین پشیمان کوئی

مار ڈالا ہے شہادت کی خوشی نے مجھکو
تیغ و خنجر کا مرے سر نہین احسان کوئی

پوچھتے ہین وہ مرا حال اس انداز کے ساتھ
جیسے ہو زخمِ جگر پہ نمک افشان کوئی

چین پایا نہ کبھی حسرت و ارمان سے جلیل
اب یہ ارمان ہے کہ دل مین نہو ارمان کوئی

بتِ نادان تجھے خبر کیا ہے
جذبۂ عشق مین اثر کیا ہے

آنکھ ملنے پہ یہ کھلا جوہر
اک چھری ہے تری نظر کیا ہے

جسپہ گزری نہ ہو وہ کیا جانے
خلشِ ناوکِ نظر کیا ہے

اپنے مستون سے پوچھ اے ساقی
تیری مستی بھری نظر کیا ہے

اے فلک رُوے یار کے آگے
مہر کیا چیز ہے قمر کیا ہے

دل دیا اُس کو جو نہین آگاہ
دل کسے کہتے ہین جگر کیا ہے

صبح رونا ہے شام رونا ہے
تجکو منظور چشمِ تر کیا ہے

تو مسیحا سہی مگر ناصح
دردِ دل کی تجھے خبر کیا ہے

تیری صورت اگر ہے پردے مین
پھر یہ آنکھون مین جلوہ گر کیا ہے

حشر بھی آج ہو چکا برپا
اب ترا قصد فتنہ گر کیا ہے

زندگی نام ہے محبت کا
جب یہ سودا نہین تو سر کیا ہے

لذتِ زخم مجھ سے کہتی ہے
جو نہو چاک وہ جگر کیا ہے

دردِ الفت مین مبتلا ہے جلیل

چارۂ کار چارہ گر کیا ہے

زخمِ دل و جگر کا شکوہ کرون تو کس سے
مین اپنے چارہ گر کا شکوہ کرون تو کس سے

دل تھا جو ایک ہمدم وہ بھی مریضِ غم ہے
ناسازیِ جگر کا شکوہ کرون تو کس سے

قاتل بھی کچھ خفا ہے خنجر بھی کچھ کھچا ہے
مین اپنے دردِ سر کا شکوہ کرون تو کس سے

زخمون سے جس نے دل کو چھلنی بنا دیا ہے
اُس ناوکِ نظر کا شکوہ کرون تو کس سے

آنکھون سے چھپ کے دل مین نشتر چبھو رہی ہے
ظالم تری نظر کا شکوہ کرون تو کس سے

دل کو بھی ساتھ اپنے ظالم ڈبو رہی ہے
کمبخت چشمِ تر کا شکوہ کرون تو کس سے

اترا رہی ہے کیا کیا توبہ کا خون کر کے
ساقی تری نظر کا شکوہ کرون تو کس سے

جب سے نگاہ اُس کی تلوار ہو گئی ہے
دیتا ہے روز جبر کا شکوہ کرون تو کس سے

بگڑی ہے چشم و دل مین دم پر مرے بنی ہے
جھگڑا ہے اپنے گھر کا شکوہ کرون تو کس سے

اُنکو ہے مجھ سے شکوہ کیون دل مرا دکھایا
مین آہِ پُر اثر کا شکوہ کرون تو کس سے

اُس مستِ ناز کو کچھ اپنی خبر نہین ہے
مین ایسے بیخبر کا شکوہ کرون تو کس سے

دل سے نجات ملنا ہے اے جلیل مشکل
ہے روگ عمر بھر کا شکوہ کرون تو کس سے

لے اُڑی پھر ہوسِ زلفِ گرہ گیر مجھے
غیر ممکن ہے کہ اب روک لے زنجیر مجھے

دستِ نقاش کی تعریف کرون کس مُنھ سے
تیری تصویر بنا دیتی ہے تصویر سب مجھے

مین ترے ہاتھ سے مرنے کا نہین یاد رہے
دمِ عیسیٰ ہے ستمگر دمِ شمشیر مجھے

خوش جمالون کا مرقع ہے یہ دُنیا لیکن
نظر آئی نہ کہین یار کی تصویر مجھے

جب بہار آئی تو ٹھہرا نہ گیا زندان مین
پاؤن پڑ پڑ کے مناتی رہی زنجیر مجھے

یہ غلط ہے کہ تڑپتا ہون مین زخمی ہوکر
وجد آتا ہے ستمگر تہِ شمشیر مجھے

محو ہوکر تری صورت مین یہ رُتبہ پایا
کہ سمجھتا ہے زمانہ تری تصویر مجھے

کیا اسی واسطے گلشن مین بہار آئی تھی
کر گئی مفت مین وابستۂ زنجیر مجھے

تو مرے دل مین رہے دل مرے پہلو مین رہے
خوب سوجھی یہ ترے وصل کی تدبیر مجھے

تیر افگن کی خوشامد تھی اسی مطلب سے
لطف دینے لگی آخر خلشِ تیر مجھے

شاہِ عثمان کو دعا دیکے یہ کہتا ہے جلیل
میرے آقا نے کیا خاک سے اکسیر مجھے

سلام

ہائے شبیرؑ نہ پائین لبِ دریا پانی
بات ایسی ہے کہ ہوتا ہے کلیجا پانی

ہان کرو دوستو رو رو کے کلیجا پانی
دلِ شبیرؑ مین آسان نہین جا پانی

آؤ فیضِ خلفِ ساقیِ کوثر دیکھو
یہ جگہ وہ ہے جہان بھرتے ہین دریا پانی

ذکرِ شبیرؑ سے گرمائی ہوئی محفل ہے — ہان مرے دیدۂ تر آج تو برسا پانی
نامِ شبیرؓ سے ملتی ہے وہ لذت دل کو — جیسے پیاسے کو مزہ دیتا ہے ٹھنڈا پانی
دہیان رہتا ہے شہِ تشنہ دہن کا مجکو — آنکھین بھر آئین جہان سامنے آیا پانی
مقتضٰے تھا بھی یہی سبطِ نبیؐ کے غم کا — خاک صحرا مین اُڑے اور ہو دریا پانی
آبِ شمشیر تھی پیاسون کے لیے آبِ حیات — جی اُٹھے سوکھے ہوئے پھول جو پایا پانی
پیاس مین صبر تھا مقصودِ شہِ دین ورنہ — قدمِ پاک کے نیچے سے اُبلتا پانی
ایسے تردست تھے شمشیر زنی مین عباسؓ — جسپہ اک ہاتھ پڑا اُس نے نہ مانگا پانی
روکے پانی جو طلب کرتے تھے پیاسے بچے — یاس کہتی تھی ان آنکھون مین ہے تھوڑا پانی؟
پھوٹ کر دیتے ہین آواز حبابِ دریا — بحرِ ہستی کی حقیقت ہے ہوا یا پانی
بھوکے پیاسون کے جو قاتل تھے نہ سوچے اتنا — ذبح کرتے ہین تو دے لیتے ہین دانا پانی
شاہ کہتے تھے کسی سے نہین شکوہ ہمکو — اپنی تقدیر مین تھی چرخ سے ایذا پانی
ذکرِ شبیرؓ سے ہوتا ہے یہ حال آنکھونکا — جس طرح دینے لگے پھوٹ کے چھالا پانی
اشک عاصی کے اگر پونچھ دے دامانِ کرم — کچھ قباحت تو نہین پاک ہے بہتا پانی
کربلا تک تو حرم والون کو لائے تھے حسینؓ — دیکھین لیجائے کہان اب اُنھین دانا پانی
گرچہ عباسؓ کئی روز کے پیاسے ہین مگر — رُعب وہ ہے کہ ہے شیرون کا کلیجا پانی

ساغرِ دیدۂ عباسؓ چھلک جاتے ہین
ہو کے بیتاب جو کہتی تھی سکینہؓ پانی

نہ خبر اہلِ وطن کی نہ رہائی کی اُمید
شام کا مُلک اسیرون کو تھا کالا پانی

ڈبڈبائی ہوئی آنکھون کے ہین قربان جلیل
ان پیالون مین ہے کوثر کا چھلکتا پانی

تری صورت پہ صدقے خوشجمالی ہوتی جاتی ہے
مری حالت پہ قربان خستہ حالی ہوتی جاتی ہے

تمھاری شکل خوبی مین نرالی ہوتی جاتی ہے
ہماری شکل تصویرِ خیالی ہوتی جاتی ہے

خیالِ یار مین یہ محو ہونے کا نتیجہ ہے
ہماری شکل تصویرِ خیالی ہوتی جاتی ہے

چمن کا رنگ پیدا ہو چلا خونِ شہیدان سے
تری تیغِ ادا پھولون کی ڈالی ہوتی جاتی ہے

حسینون کو بھی عادت ہو چلی پینے پلانے کی
مئے گلرنگ کیا تقدیر والی ہوتی جاتی ہے

ادا سے چلنے والے کچھ تجھے خوفِ خدا بھی ہے
ترے ہاتھون جہان کی پائمالی ہوتی جاتی ہے

نتیجہ تم نے دیکھا دِل جلون پر ظُلم کرنے کا
تمھاری بزم پروانون سے خالی ہوتی جاتی ہے

ترے انداز تجھکو ایک دن قاتل بنائین گے
ابھی سے ہر ادا تیری نرالی ہوتی جاتی ہے

بنے ہو تم جو ساقی میکشی سے جی نہین بھرتا
صراحی پر صراحی آج خالی ہوتی جاتی ہے

ذرا چونکا دے اے نالے جگر مین چٹکیان لیکر
مری جانب سے اُنکو بیخیالی ہوتی جاتی ہے

بُرے ہین یا بھلے پھر بھی ہمارا دم غنیمت ہے
کہ دُنیا اب وفادارون سے خالی ہوتی جاتی ہے

چمن کی سیر اُور رشکِ چمن تجکو مبارک ہو
تصدق پتّہ پتّہ ڈالی ڈالی ہوتی جاتی ہے

کہان تک شُست وشو کرتا رہون مین اشکباری سے
تری صورت شبِ غم اور کالی ہوتی جاتی ہے

اثر ہو یا نہو یہ فائدہ کیا کم ہے نالون سے
ہماری حالتِ دل اُنپہ حالی ہوتی جاتی ہے

فلک سے کم نہوگے تم ستم ایجاد کرنے مین
خدا رکھے تمھاری فکر عالی ہوتی جاتی ہے

نئے انداز سے وہ پاؤن مین مہندی لگاتے ہین
حنا کے ساتھ دل کی پائمالی ہوتی جاتی ہے

جلیل انصاف مین جود وسخا مین قدردانی مین
عجب سرکار یہ سرکارِ عالی ہوتی جاتی ہے

ان حسینون کی ادا طُرفہ ادا ہوتی ہے
جو وفا اُن سے کرے اُسپہ جفا ہوتی ہے

چارہ گر دردسری سے تجھے حاصل کیا ہے
کہین بیمارِ محبّت کی دوا ہوتی ہے

خوب انصاف ہے اُورنگ جمانے والے
ہاتھ ہم ملتے ہین پابوس حنا ہوتی ہے

دیکھنے کے ہین یہ سب نازونزاکت والے
ایسے پھولون مین کہین بوئے وفا ہوتی ہے

چھوٹ کر زلف کے پھندے سے یہ دل کہتا ہے
اب بلا میری گرفتارِ بلا ہوتی ہے

ظلم مین چرخ کی تقلید نہین اُنکو پسند
روز ایجاد نئی طرزِ جفا ہوتی ہے

پھنسکے دل چین سے رہنے کا نہین یاد رہے
کیون تری زلف گرفتارِ بلا ہوتی ہے

نام کرنے کے لیے رکھتے ہین خنجر معشوق
کام کرنے کے لیے تیغِ ادا ہوتی ہے

ہم تو پیتے ہین پلانے سے اُسی ساقی کے
جس کی مستانہ ادا ہوشربا ہوتی ہے

کچھ سمجھ مین نہین آتا یہ تماشا کیا ہے
ظلم کرنے سے تری قدر سوا ہوتی ہے

پینے والون سے نہین ہوش سنبھالا جاتا
مفت بدنام مے ہوشربا ہوتی ہے

روگ ہے قہر ہے آفت ہے محبت تیری
تجھپہ مرتا ہے وہی جسکی قضا ہوتی ہے

اچھی صورت کو سنورنے کی ضرورت کیا ہے
سادگی مین بھی قیامت کی ادا ہوتی ہے

مےکشی ترک ہے گو ایک زمانے سے جلیل
اب بھی پی لیتے ہین جس روز گھٹا ہوتی ہے

اُسکو سمجھائیے کیونکر غم فرقت کیا ہے
جس کو یہ بھی نہین معلوم محبت کیا ہے

جو نہ رگ رگ مین سمائے وہ محبت کیا ہے
جو نہ کھٹکے جگر و دل مین وہ حسرت کیا ہے

نازو انداز سے چلنا کوئی سیکھے تجھ سے
تیغ کیا چیز ہے خنجر کی حقیقت کیا ہے

موت بھی روٹھ کے بیٹھی ہے مسیحائی طرح
کس سے پوچھون کہ علاجِ تپِ فرقت کیا ہے

لاکھ سمجھائیے قابو مین کہان آتی ہے
کوئی معشوق ہے بیچین طبیعت کیا ہے

بار شب بھر ترے سینے سے لگا رہتا ہے
رشک آتا ہے کہ پھولون کی بھی قسمت کیا ہے

محو ہون دیکھ کے ساقی ترے میخانے کو
آج مجھپر یہ کھلا راز کہ جنت کیا ہے

تیغ وہ باندھنے بیٹھے تو نزاکت بولی
ایسے قاتل کے لیے تیغ کی حاجت کیا ہے

زیب و زینت نہین درکار طرحدارون کو
چاند سورج کو سنورنے کی ضرورت کیا ہے

ایسے ظالم سے بچائے کوئی کیونکر دل کو
جسکی صُورت سے یہ کھُلتا نہین سیرت کیا ہے

نگہِ لُطف کا منشا تھا فقط دل لینا
اب اُنھین آنکھ ملانے کی ضرورت کیا ہے

دل مرا توڑ گئے توڑ کے پیمانِ وفا
یہ نہ سمجھے کہ تقاضاے مُروّت کیا ہے

دل ترا خود مری اُلفت کی شہادت دیگا
مجکو اظہارِ محبّت کی ضرورت کیا ہے

سب ادائین تو مزے کی ہین تمھاری لیکن
چٹکیان لیتے ہو تم دل مین یہ عادت کیا ہے

وہ ہے دلبر اُسے شوخی بھی ہے زیبا اے دل
تجکو پہلو مین مچلنے کی ضرورت کیا ہے

نیند آجاے دمِ ذبح تو کچھ دُور نہین
کیا کہون مین تری تلوار مین لذّت کیا ہے

کبھی قاتل کی خوشامد ہے کبھی خنجر کی
اک مرض ہے یہ تمناے شہادت کیا ہے

پیرہن مین تو کوئی تار سلامت نہ رہا
اب ارادہ ترا اے پنجۂ وحشت کیا ہے؟

چارہ سازون نے کیا اور بھی بیمار مجھے
یہ نہ سمجھے کہ دوا کیا ہے شکایت کیا ہے

فکر قاتل کی عبث ہے دلِ بیتاب تجھے
تو سلامت ہے تو قاتل کی ضرورت کیا ہے

جلوۂ حُسن ترا ہوش اُڑا دیتا ہے
یہی صورت ہے تو دیدار کی صورت کیا ہے

ہین سخی ابنِ سخی آصفِ ذیجاہ جلیل
آپ کے سامنے حاتم کی حقیقت کیا ہے

نگہِ ناز تری کہتی ہے قاتل مجھ سے
تیر کا نام ہے دل ہوتے ہین بسمل مجھ سے

نگہِ ناز کا ہے لطف جبھی او ظالم
یون ملے آنکھ کہ ملجائے ترا دل مجھ سے

مین نہوتا تو نہ کھلتا کبھی جوہر تیرا
آبرو ہے تری اے خنجرِ قاتل مجھ سے

اب تمنائے شہادت کا خدا حافظ ہے
تیری تلوار بھی کھچنے لگی قاتل مجھ سے

ہو مزہ تم جو اُٹھا دو رخِ روشن سے نقاب
شمع نازان ہے کہ ہے رونقِ محفل مجھ سے

ذبح ہونے کا نہین غم مجھے غم اسکا ہے
چھوٹ جائے نہ کہین دامنِ قاتل مجھ سے

اے جنون باغ سے لیچل کسی ویرانے کو
سنی جاتی نہین فریادِ عنادل مجھ سے

آنکھ تیری جو پھری پھر گئی ساری دنیا
انتہا ہے کہ مخالف ہے مرا دل مجھ سے

جذبۂ دل کا اثر ہو کے رہا اُنپہ جلیل
ابتو ہوتے ہین اشارے سرِ محفل مجھ سے

وہ سرو قد ہے سمن بر ہے گلعذار بھی ہے
ہزار شکر کہ میرے گلے کا ہار بھی ہے

گلوے خشک مرا پوچھتا ہے قاتل سے
تری کمر مین کوئی تیغِ آبدار بھی ہے

دراز عمر ہو ساقی کی وقت پر آیا
کہ یار بھی ہے گھٹا بھی ہے سبزہ زار بھی ہے

نگاہِ مست نے دھوکے سے لیا دل کو
خبر نہ تھی کہ یہ مستی مین ہوشیار بھی ہے

وہ قتلِ عام کو نکلے ہین اے اجل کہدے
گنا ہگارِ محبت یہ جان نثار بھی ہے

کمال تیر کا سمجھون کہ تیر افگن کا — مرا جگر بھی نشانہ ہے دل کے پار بھی ہے

یہ وصف خاص ہے خوشگوار مین دیکھا — خوشی مین یار بھی ہے غم مین غمگسار بھی ہے

کسی سے دل نہ لگا دُن تو خوش رہے ناصح — یہ پوچھیے کہ مجھے دل پہ اختیار بھی ہے؟

یہ دل کو پھانس کے خود بھی سما گئی دل مین — تمھاری آنکھ شکاری بھی ہے شکار بھی ہے

جگر کے داغ کو دلسوز مین سمجھتا ہون — یہی مرے دلِ رفتہ کی یادگار بھی ہے

وہ مِل رہے ہین عدو سے مرے جلانے کو — خبر نہین کہ یہان آہِ شعلہ بار بھی ہے

خدنگِ ناز سے تڑپا جو مین تو دل نے کہا — اِسی پہ ختم نہ سمجھو نگاہِ یار بھی ہے

جلا رہا ہے مجھے تم سے ہم بغل ہو کر — مرا رقیب تمھارے گلے کا ہار بھی ہے

فراق و وصل کا مضمون ہے غزل مین جلیل
خزان بھی ہے مرے گلزار مین بہار بھی ہے

کہے بغیر ہے سب کیفیت عیان میری — یہ حال ہے کہ خموشی ہے خود زبان میری

یہ میکدے کی کرامت نہین تو پھر کیا ہے — مے کہن سے طبیعت ہوئی جوان میری

چمن مین بلبلِ نالان ہون دشت مین مجنون — جنون کے دم سے ہے شہرت کہان کہان میری

مجھے وہ عشق مین ہوا دے رہے ہین دامن کی — بھڑک اُٹھے نہ کہین سوزشِ نہان میری

تمھین نے اُس سے اشارے مین کچھ کہا ہوگا — کہ ایک بھی نہین سُنتا ہے آسمان میری

فغان کی طرز اگر سیکھ لی تو کیا حاصل
کہان سے لائینگے مرغِ چمن زبان میری

جو رات بھر تری محفل مین شمع جلتی ہے
زبانِ حال سے کہتی ہے داستان میری

ثناے آصفِ والا گُہر ہے کام مرا
جلیل کیون نہ زبان ہو گُہر فشان میری

جو رُعبِ حسن سے خاموش ہے زبان میری
سنا رہے ہین لبِ زخم داستان میری

ترانہ سنجیٔ بلبل پہ وجد کرتا ہے
سُنی نہین ابھی صیاد نے فغان میری

مجھے ہجومِ تمنا سے خوف رہتا ہے
کہ پس نجائے کہین جانِ ناتوان میری

جما رہا ہون تصور کسی کا مُدت سے
خدا کرے کہ نہ محنت ہو رائیگان میری

پڑا ہے کام زمانے کو دو بلاؤن سے
اُدھر نگاہ تری ہے اِدھر فغان میری

اگرچہ دشت نوردی کو اک زمانہ ہوا
زبانِ خار پہ ابتک ہے داستان میری

پسند ہے جو خموشی مجھے غرض یہ ہے
کہ رازِ دل سے نہ آگاہ ہو زبان میری

ستم سے مین نہین ڈرنے کا او کمان ابرو
ہزار تیر کا ہے توڑ اک فغان میری

جلیل ناز ہے اس بات پر مرے دلکو
نگاہِ ناز کسی کی ہے قدردان میری

ساقیا صحبتِ دیرینہ جو یاد آتی ہے
چشمِ تر صورتِ پیمانہ چھلک جاتی ہے

تیغِ قاتل نے شگوفہ یہ نیا چھوڑا ہے
دل جو روتا ہے تو زخموں کو ہنسی آتی ہے

پوچھتا ہے جو کوئی حال دلِ بسمل کا
آنکھ سے خون کی اک بوند ٹپک جاتی ہے

قتلِ عشاق سے قاتل نے یہ رتبہ پایا
کہ قضا خنجرِ قاتل کی قسم کھاتی ہے

تیرے بسمل کا کوئی پوچھنے والا نہ رہا
اب تو تلوار بھی منہ دیکھ کے رہ جاتی ہے

قتلِ عشاق کو ہرچند زمانہ گزرا
دستِ قاتل سے ابھی خون کی بو آتی ہے

محفلِ عیش دمِ صبح جو برہم ہوگی
شمع کو فکر ہے ایسی کہ گھلی جاتی ہے

کس کا سر سامنے قاتل کے نہیں خم ہوتا
جھک کے تلوار بھی آداب بجالاتی ہے

بچ کے چلتا ہے لحد سے جو ستمگر اپنا
اڑ کے دامن سے مری خاک لپٹ جاتی ہے

کیا مصیبت ہے کہ جبدن سے چھٹی مینوشی
دل جلانے کے لیے روز گھٹا آتی ہے

اور نشتر تو فقط ہیں رگِ سودا کے لیے
نگہِ یار رگِ جان میں اتر جاتی ہے

یہ نہ سمجھو خلشِ دل سے تڑپتا ہے جلیل
ناوکِ ناز کی لذت اسے تڑپاتی ہے

وہ الجھیں کیوں نہ آہوں سے وہ بگڑیں کیوں نہ شیون سے
کلیجا تھام کر اٹھنا پڑا ہے بزمِ دشمن سے

الٰہی چھوٹ کر کنجِ قفس سے کون آتا ہے
کہ بہرِ خیر مقدم بوئے گل نکلی ہے گلشن سے

نسیمِ صبح سے کہہ دو کہ گل شمعِ لحد کر دے
کوئی چھپ چھپ کے روتا ہے لپٹ کر میرے مدفن سے

گلہ کچھ اور تو تجھکو نہیں ہاں اس کا رونا ہے
کبھی تم نے مرے آنسو نہ پونچھے اپنے دامن سے

جلے غیرت سے پروانے یہ سُن کر شمع کا شکوہ
کبھی تم نے مرے آنسو نہ پونچھے اپنے دامن سے

گلستان مین بہار آئی مرے گھر روزِ عید آیا
گلے ملنے لگا چاکِ گریبان چاکِ دامن سے

مرے پہلو مین دل میرا کئی دن سے نہین ملتا
اجازت ہو تو مین پوچھون تمھاری شوخ چتون سے

قدم جب رشک کے آئے تو لطفِ آشنائی کیا
مرے دشمن ملین اُس سے ملے جو میرے دشمن سے

ہر اک سے پوچھتے کیا ہو ہمارے خون کا قصہ
یہ پوچھو اپنے خنجر سے یہ پوچھو اپنے دامن سے

تمھاری شکل اب بھی دور سے پہچانی جاتی ہے
غضب کا نور چھنتا ہے نقابِ روئے روشن سے

جوانی کی جو مین تعریف کرتا ہون تو کہتے ہین
جوانی آج آئی ہے قیامت ہون مین بچپن سے

ہمین کیا اے جنون کانٹے جو دامنگیر ہوتے ہین
نہ ہم رکھین گے دامن کو نہ وہ اُلجھین گے دامن سے

جو دل رکھتا ہے پہلو مین اُسے مشکل سے مشکل ہے
چھپانا تیری آنکھون سے بچانا تیری چتون سے

بیابان سے نکلنا اب ترے مجنون کا مشکل ہے
یہ کانٹا بھی اُلجھکر رہ گیا صحرا کے دامن سے

خدا جانے حقیقت کیا ہے لیکن مین یہ سنتا ہون
اُٹھیگا فتنۂ محشر تمھاری چشمِ پُرفن سے

دمِ گریہ مرا جوشِ جنون مجھ سے یہ کہتا ہے
کہ دم بھر چل کے آنسو پونچھیے صحرا کے دامن سے

جلیل آئینۂ دل مین کدورت آ نہین سکتی
جِلا دیتا ہون مین اسکو خیالِ روئے روشن سے

کسی رشکِ پری کا روئے زیبا ہم بھی دیکھین گے
بلا سے ہوش اُڑ جائین وہ جلوا ہم بھی دیکھین گے

یہی اے دردِ دل موقع ہے تڑپانے لٹانے کا
وہ کہتے ہین کہ چلمن سے تماشا ہم بھی دیکھین گے

لبِ جان بخش سے تو نے بہت کشتے جلائے ہین
کسی دن مرکے اور شکِ مسیحا ہم بھی دیکھین گے

وہ ملتے تھے حنا ہم دیکھتے تھے شوق سے ایدل
یہ کیا معلوم تھا خونِ تمنا ہم بھی دیکھین گے

بتون کا دیکھنا کیا ہے نظر اپنی یہ کہتی ہے
کہ جو کچھ طور پر موسیٰ نے دیکھا ہم بھی دیکھین گے

سنا ہے آج مشتاقون کو وہ جلوہ دکھائین گے
جلیل اپنی نظر اپنا کلیجا ہم بھی دیکھین گے

جھڑکے دیتا ہے وہ بل کر کبھی کھچکر ہم سے
چال تلوار کی چلتا ہے ستمگر ہم سے

دل سلامت ہے تو ہین دل کے خریدار بہت
کیا بنائے گا بگڑ کر کوئی دلبر ہم سے

مے و معشوق کی صحبت بھی عجب صحبت ہے
لب بلب یار کبھی ہے کبھی ساغر ہم سے

دل لیا صبر لیا راحت و آرام لیا
اور کیا لیگی تری چشمِ فسون گر ہم سے

ہاتھ قاتل کا دمِ ذبح رکا جاتا ہے
چھیڑ سوجھی ہے قضا کو تہِ خنجر ہم سے

یہ جوانی یہ ادائین یہ نزاکت یہ چال
تمھین انصاف کرو صبر ہو کیونکر ہم سے

جستجو یار کی دیتی رہی چکر کیا کیا
مختصر یہ ہے کہ چھوٹا نہ کوئی گھر ہم سے

گردشِ چشم یہ کہتی ہے مرے ساقی کی
مست کرنے کا چلن سیکھے ساغر ہم سے

درد و غم دل مین تپش دل مین تمنا دل مین
عشق نازان ہے کہ آباد ہے یہ گھر ہم سے

سوزِ الفت نے ہمین شمع بنایا ہے جلیل

محفلِ آہ و فغان گرم ہے شب بھر ہم سے

رہتی ہے بیخودی مین تری جستجو مجھے
گم اس لئے ہوا ہون کہ ملجائے تو مجھے

دی ہے خدا نے عشق مین وہ آبرو مجھے
اچھی نظر سے دیکھتے ہین خوبرو مجھے

تلوار جب سے کھائی ہے دل باغ باغ ہے
گلہائے زخم دیتے ہین قاتل کی بو مجھے

ممکن نہین کہ چین سے رہنے دے دو گھڑی
دل کی تلاش تجکو تری جستجو مجھے

ہمت جواب دیتی ہے جب راہِ عشق مین
کیا کیا اُبھارتی ہے تری آرزو مجھے

اتنا تو کاش رنگ جمے اتحّاد کا
دیکھون جو آپ کو تو نظر آئے تو مجھے

مین کس زبان سے شکرِ شہادت ادا کرون
سَر سبز تم رہو کہ کیا سرخرو مجھے

مشکل پڑے گی زخم کے ٹانکے جو کھل گئے
تڑپا نہ اسقدر دلِ بیتاب تو مجھے

صیاد پھانسنے کا مرے کچھ مزہ نہین
عادت فغان کی ہے نہ تڑپنے کی خو مجھے

ترکِ ستم نے اور ستم مجھپہ ڈھا دیا
اب فکر ہے کہ بھول گیا ہو نہ تو مجھے

مین بے بُلائے آؤن مری کیا مجال ہے
لاتی ہے بار بار تری آرزو مجھے

کیا حُسن ہے کہ دیکھ چکا تجکو لاکھ بار
ابتک وہی ہوس ہے وہی آرزو مجھے

زنجیر و طوق بھی نہین لیتے خبر مری
کب سے پھرا رہا ہے جنون کوبکو مجھے

دل سے نکالتا اِسے دشوار ہو گیا
اب چھوڑتی کہان ہے تری آرزو مجھے

دل چھین کر بھی صبر دل آزار کو نہین
پھر تاکتی ہے وہ نگہِ فتنہ خو مجھے

شاہِ دکن کے وصف مین ہون تر زبان جلیل
آتی نہین ہے اور کوئی گفتگو مجھے

مجھے جسدم خیالِ نرگسِ مستانہ آتا ہے
بڑی مشکل سے قابو مین دلِ دیوانہ آتا ہے

مزہ دیتا ہے جب یادل سوے میخانہ آتا ہے
صراحی جھومتی ہے وجد مین پیمانہ آتا ہے

بہارِ جام و مینا بسگئی ہے ایسی آنکھون مین
جدھر جاؤن جدھر دیکھون نظر میخانہ آتا ہے

فراقِ یار سے بڑھ کر وصالِ یار آفت ہے
قریبِ شمع مرنے کے لیے پروانہ آتا ہے

گھٹا کو دیکھکر رندون کے دل لہرائے جاتے ہین
گھٹا آتی ہے ساقی یا کوئی میخانہ آتا ہے

تری محفل کو مین اے شمع مقتل سمجھتا ہون
پلٹ کر پھر نہین جاتا ہے جو پروانہ آتا ہے

مرے جانے پہ اُٹھ جاتی ہے فوراً آنکھ ساقی کی
وہ میکش ہون کہ استقبال کو میخانہ آتا ہے

جنون انگیز کیا آب و ہوا ہے کوے جانان کی
کہ جاتا ہے جو عاقل ہو کے وہ دیوانہ آتا ہے

مری توبہ ہے ایسی جسکو خود توبہ کی حاجت ہے
بدلجاتی ہے نیت یاد جب میخانہ آتا ہے

صدائے قلقلِ مینا جتاتی ہے یہ رندون کو
کہ ہوش اپنے سنبھالو دور مین پیمانہ آتا ہے

مچلنا روٹھنا بے چین دل کا اک تماشا ہے
یہ وہ عاشق ہے جسکو نازِ معشوقانہ آتا ہے

بہار آنے پہ سب لیتے ہین رستہ باغ و صحرا کا
جو کچھ بھی ہوش رکھتا ہے سوے میخانہ آتا ہے

کوئی ساغر بکف ہے کوئی محوِ چشم ساقی ہے
ہمارے ہاتھ دیکھین کون سا پیمانہ آتا ہے

تجھے تو شوقِ مینوشی ہے مجکو رشک اسکا ہے
ترا منہ چومنے کو دم بدم پیمانہ آتا ہے

مزے لیتے ہوے جاتے ہین تیرے مست کعبے کو
ٹھہر جاتے ہین رستے مین جہان میخانہ آتا ہے

مشیّت جب یونہین ٹھہری تو میری کیا خطا شیخ
حرم کو ڈھونڈتا ہون سامنے بتخانہ آتا ہے

حواس آئے ہوے پھر کھو دیے لیلیٰ نے مجنون کے
یہ کہنا تازیانہ تھا مرا دیوانہ آتا ہے

رسائی کی ہوس تجکو ہے اے دل سوچ لے اتنا
کہ زلفِ یار تک صدچاک ہو کر شانہ آتا ہے

جلیل اس سے پتہ چلتا ہے دلکی بیقراری کا
کہ لب پر شعر جو آتا ہے بیتابانہ آتا ہے

اثر اتنا تو الٰہی مری فریاد کرے
مین ہون خاموش تو نالہ مرا صیاد کرے

ہوسِ نالہ کشی کیون دلِ ناشاد کرے
کوئی سنتا ہو جو فریاد تو فریاد کرے

بیخودی میری عوض لے گی تری غفلت کا
بھول جاؤن تجھے ایسا کہ بہت یاد کرے

گل پہ گلچین کے ستم کا جو یہی رنگ رہا
کیا عجب بلبلِ تصویر بھی فریاد کرے

نگہِ یاس جو دیکھے دمِ بسمل قاتل
تیر مارے وہ جگر مین کہ بہت یاد کرے

خون سے ناوکِ دلدار کو سیراب کیا
اور کیا خاطرِ مہمان دلِ ناشاد کرے

کھینچتا ہے کسی مستانہ ادا کی تصویر
آج لغزش نہ کہین خامۂ بہزاد کرے

نظرِ لطف اگر ہے تو یہی کافی ہے — تیغ و خنجر سے تو اُضنع مری جلّاد کرے

ساتھ یارون کے قفس مین ہے مزہ گلشن کا — کاش صیّاد نہ تنہا مجھے آزاد کرے

لطف دینے لگے صیّاد کو نالے میرے — اب ہے مشکل کہ مجھے قید سے آزاد کرے

دیکھیے ناوکِ دلدار کدھر جاتا ہے — کاش اُجڑے ہوے دل کو مرے آباد کرے

دل ہو گر مائلِ فریاد تو میرا ذمہ — شرط یہ ہے کہ نہ بیچین تری یاد کرے

کہدو اُس سے کہ تغافل کا یہ ہنگام نہین — فائدہ کیا جو مرے بعد مجھے یاد کرے

ہاے تُو نے تو مرے دل کو مٹا کر چھوڑا — اب ستمگر کوئی کس دل سے تجھے یاد کرے

گل و بلبل سے دو رنگی ہے چمن کی ظاہر — کوئی ہنس ہنس کے گزارے کوئی فریاد کرے

اُسکی صورت سے نہ ظالم کوئی سمجھیگا جلیل — لاکھ ایجادِ ستم وہ ستم ایجاد کرے

عجب ادا سے چمن مین بہار آتی ہے — کلی کلی سے مجھے بوے یار آتی ہے

رفو نہ کراسے اے بخیہ گر خدا کے لیے — کہ چاکِ دل سے ہوا خوشگوار آتی ہے

گلُون کے چاکِ گریبان سے یہ کھلا عقدہ — جنون کا رنگ جمانے بہار آتی ہے

یہان تو لب پہ ابھی مدعا نہین آیا — وہان زبان پہ نہین بار بار آتی ہے

وہ گھر سے آج جو نکلے ہین سیرِ گل کیلیے — چمن مین دھوم ہے فصلِ بہار آتی ہے

چلا ہے تیر اُدھر سے قضا یہ کہتی ہے
دواے دردِ دلِ بیقرار آتی ہے

شکست و فتح کا نقشہ چمن دکھاتا ہے
خزان کا کوچ ہے فصلِ بہار آتی ہے

نثار کردے جو مستی یہ اپنی ہستی کو
اُسی کو راس مے خوشگوار آتی ہے

ہواے سرد کے جھونکے نہین یہ بادہ کشو
نسیمِ رحمتِ پروردگار آتی ہے

قدم قدم یہ چمن عیش کا کھلاتے ہوئے
وہ آتے ہین کہ نسیمِ بہار آتی ہے

اُس انجمن مین غمِ دو جہان نہین آتا
جس انجمن مین مے خوشگوار آتی ہے

تجھے تو ناز ہے مستانہ چال پر اپنی
ہنسی گلون کو نسیمِ بہار آتی ہے

شباب کی ہے جو آمد تو ناز کہتا ہے
کہ باغِ حسن مین فصلِ بہار آتی ہے

شبِ فراق کی صورت کا مین نہین مشتاق
یہ میرے سامنے کیون بار بار آتی ہے

قفس مین آج غش آیا ہے کس کو اے صیاد
کہ بوئے گل لئے بادِ بہار آتی ہے

خدا غفور ہے کچھ لطفِ مے اُٹھا زاہد
کہ روز روز کہان یہ بہار آتی ہے

پڑی عدو پہ نظر کر گئی حلال مجھے
یہ چال تجکو بھی اے تیغِ یار آتی ہے

چھٹا ہے جب سے مرا آشیان یہ سنتا ہون
کہ روز باغ مین فصلِ بہار آتی ہے

مزہ ہے آہ کا اشکِ روان کے ساتھ جلیل
کنارِ آب ہوا خوشگوار آتی ہے

صبا لیے خبرِ وصلِ یار آتی ہے — خزان رسیدہ چمن مین بہار آتی ہے

غرور سے جو زمین پر قدم نہین رکھتی — یہ کس گلی سے نسیمِ بہار آتی ہے

کچھ اس کی شرم کچھ اسکا لحاظ ہو کہ نہین — کہ دل مین یاد تری بار بار آتی ہے

نہ ایک روز بھی ترکِ شراب ہو ساقی — کہ ایک سال مین فصلِ بہار آتی ہے

تری وہ زلف ہے جسکی بلائین لینے کو — شمیمِ نافۂ مشکِ تتار آتی ہے

کسی کے دامنِ تر کی ہوا لگی ہے اسے — نسیمِ صبح جو مستانہ وار آتی ہے

خبر ہے تجکو بھی اُو چھپ کے بیٹھنے والے — مری فغان تجھے گھر گھر پکار آتی ہے

جگر کے داغ خبر دیتے ہین ہرے ہو کر — کہ عنقریب چمن مین بہار آتی ہے

نصیب کہتے ہین مجھ سے کہ تم رہو بیدار — ہمین تو نیند شبِ انتظار آتی ہے

یہ گُل سے گال یہ حُسن و جمال یہ جوبن — کسی چمن مین کب ایسی بہار آتی ہے

کچھ اختیار کسی کا نہین طبیعت پر — یہ جس پہ آتی ہے بے اختیار آتی ہے

ہجومِ رنج و الم سے ہے کشمکش ایسی — کہ دل سے لب پہ فغان بار بار آتی ہے

کہو یہ نرگسِ بیمار سے مُبارک ہو — مزاج پوچھنے بادِ بہار آتی ہے

اُس آئنے کی سکندر تلاش ہے مجکو — جس آئنے مین نظر شکلِ یار آتی ہے

کسی کے نذر کرون کیا سمجھ کے مین تجکو — مجھے تو شرم دلِ داغدار آتی ہے

قضا شریک نہو اور کام چل جائے
کوئی ادا تجھے ایسی بھی یاد آتی ہے

کہیں رُلائے نہ تمکو رقیب کے غم مین
تمھارے لب پہ ہنسی بار بار آتی ہے

جلیؔل میرے وہ سرکار ہین خدا رکھے
زبان پہ جن کی ثنا بار بار آتی ہے

نہ یہ جنون تھا نہ اے دل یہ اضطراب مجھے
خراب تونے کیا خانمان خراب مجھے

وہ کہتے ہین کہ نہین حاجتِ شراب مجھے
شراب سے ہے سوا نشۂ شباب مجھے

یہ بانکپن ہے کہ مین جب کوئی سوال کرون
زبانِ تیغ سے دیتا ہے وہ جواب مجھے

کسی کے بوسۂ لب نے مزہ دیا ایسا
کہ رفتہ رفتہ کیا خوگرِ شراب مجھے

گلے لگا کے اسے خونِ دل پلایا ہے
کریگا یاد بہت خنجرِ خوش آب مجھے

محبت ایک طرف سے مزہ نہین دیتی
کچھ اضطراب تجھے ہو کچھ اضطراب مجھے

ہُوا جواب کا خواہان جو اُن کو خط لکھکر
مری اُمید نے پہلے دیا جواب مجھے

مین اپنے مُنہ سے کرون کیا سوال ساقی سے
زبانِ حال ہے گویا کہ دے شراب مجھے

یہی سبب ہے جو لذت ہے بیقراری مین
ملا ہے یار کی شوخی سے اضطراب مجھے

جلن یہ کب کی نکالی ہے ساقیا تونے
شراب غیر کو دے کر کیا کباب مجھے

سوالِ وصل کو ٹالا ہے کس صفائی سے
دیا جواب کہ آتا نہین جواب مجھے

مری نگاہ کو محروم دید رکھتی ہے
رقیب جانتی ہے یار کی نقاب مجھے
تجھے تو بھول بھی جاؤن مگر یہ مشکل ہے
کہ بھول جائے ترا حُسنِ لاجواب مجھے

جلیل پیرِ مغان کی خصوصیت کیا ہے
مُرید ہون مین اُسی کا جو دے شراب مجھے

ابھی سے آفتِ جان ہے ادا ادا تیری
یہ ابتدا ہے تو کیا ہوگی انتہا تیری
مری سمجھ مین یہ قاتل نہ آجتک آیا
کہ قتل کرتی ہے تلوار یا ادا تیری
نقاب لاکھ چھپائے وہ چھپ نہین سکتی
مری نظر مین جو صورت ہے دلربا تیری
کچھ آبِ تیغ ہو اے چارہ گر تو کام چلے
مرے گلے سے اُترتی نہین دوا تیری
لہُو کی بوند بھی اے تیرِ یار دل مین نہین
یہ فکر ہے کہ تواضع کرون مین کیا تیری
سُنگھا رہی ہے مجھے غش مین نکہتِ گیسو
خدا دراز کرے عمر اے صبا تیری
ادا پہ ناز تو ہوتا ہے سب حسینون کو
قضا کو ناز ہے جسپر وہ ہے ادا تیری
ستم شعار کوئی جانتا نہ تھا تجبکو
مری وفا سے ہوئی نامور جفا تیری

جلیل یار کے در تک گُزر نہین نہ سہی
ہزار شکر کہ ہے اُسکے دل مین جا تیری

کرے گا سر خرو کسکو جو اے خنجر روان تو ہے
یہ کس کا بخت چمکا ہے یہ کس پر مہربان تو ہے

تصدق جان ہے جسپر وہ اے جانِ جہان تو ہے
مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جاودان تو ہے

دلِ بسمل یہ کہتا ہے لپٹ کر تیرِ قاتل سے
مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جاودان تو ہے

رہا شکوہ نہ اب زخمِ جگر کو بے زبانی کا
دہانِ زخم مین اے خنجرِ قاتل زبان تو ہے

کوئی سفاک کہتا ہے کوئی جلاد کہتا ہے
مرا دعویٰ تو یہ ہے مرہمِ زخمِ نہان تو ہے

ترا رنگِ تلوّن بھی نرالی شان رکھتا ہے
ابھی تو آفتِ جان تھا ابھی آرامِ جان تو ہے

ستم پرور ستم گستر ستم پیشہ ستم آرا
کلامِ مختصر یہ ہے زمین پر آسمان تو ہے

کمان کے زور سے چلتے ہین جتنے تیر چلتے ہین
مگر اے غمزۂ خونریز تیرِ بے کمان تو ہے

غرورِ حُسن گو بیجا ہے لیکن تجکو زیبا ہے
کہ دلبر ہے حسین ہے نازنین ہے نوجوان تو ہے

ترے جلوے نے بیخود کر کے اچھا تفرقہ ڈالا
خدا جانے کہان مین ہون خدا جانے کہان تو ہے

بہت اچھا کیا گھر کر لیا تو نے مرے دل مین
مجھے تو ہے خوشی اسکی جہان مین ہون وہان تو ہے

بھری محفل مین آنسو شمعِ محفل کے نہین تھمتے
کسی نے کہدیا ہے رات بھر کی مہمان تو ہے

شفا ہو یا نہو میرے لیے یہ بات کیا کم ہے
مریضِ درد و غم مین ہون مسیحائے جہان تو ہے

ترا ہمسر کوئی طرزِ ستم مین ہو نہین سکتا
فلک کا نام کیا لون پیر ہے وہ نوجوان تو ہے

نہ کچھ کہنے کی طاقت ہے نہ کچھ کہنے کی حاجت ہے
بھلا ہو خامشی تیرا زبانِ بیزبان تو ہے

کمان و تیر کی حاجت نہین اُس تیر افگن کو
مژہ کہتی ہے ابرو سے مین ناوک ہون کمان تو ہے

جلیل اچھا جمایا رنگ تونے آکے گلشن مین
اُدھر ہے نالہ کشِ بلبل اِدھر گرمِ فغان تو ہے

درد سے واقف نہ تھے غم سے شناسائی نہ تھی
ہائے کیا دن تھے طبیعت جب کہین آئی نہ تھی

یاد ہین وہ دن کہ تمکو دلبری آئی نہ تھی
آنکھ مین جادو نہ تھا لب مین مسیحائی نہ تھی

سچ کہا زاہد یہ تونے زہرِ قاتل ہے شراب
ہم بھی کہتے تھے یہی جب تک بہار آئی نہ تھی

بیقراری کیون نہو تازہ شکارِ عشق ہون
چوٹ وہ کھائی ہے دلپر جو کبھی کھائی نہ تھی

مین بھی اُسپر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا
اک مجھے سودا تھا دُنیا بھر تو سودائی نہ تھی

زخم کھائے ہین تو دل کا رنگ ہی کچھ اور ہے
اس گلستان مین کبھی ایسی بہار آئی نہ تھی

میری بدنامی سے تمکو خوش نہونا چاہیئے
قیس رُسوا تھا تو کیا لیلےٰ کی رسوائی نہ تھی؟

ایک دن دیکھی تھی اُس نے وحشتِ مجنون کی سیر
پھر تو لیلیٰ خود تماشا تھی تماشائی نہ تھی

رات اشکون نے مری آنکھون پہ قبضہ کرلیا
رل گئی خالی جگہ اُن کو کہ نیند آئی نہ تھی

کیا غرض تھی کیون وہ ٹھکراتے ہماری لاش کو
جان لینا فرض تھا لازم مسیحائی نہ تھی

اب مرے لاشے پہ آتے شرم آتی ہے تمھین
ذبح کرنے کو جب آئے تب حیا آئی نہ تھی

آصفِ سابع رہین آباد جن کے فیض سے
آبرو مین نے وہ پائی جو کبھی پائی نہ تھی

رندِ صہبائی ہون یا جامی ہون یا حافظ جلیل

روح کس شاعر کی مستِ جامِ مینائی نہ تھی

یاس کا عالم نہ تھا یا بیکسی چھائی نہ تھی — سو بلائیں تھیں شبِ غم ایک تنہائی نہ تھی

اپنے کُشتون کو جلا کر تمنے پھر کُشتہ کیا — یہ تو اک تیغ آزمائی تھی مسیحائی نہ تھی

درد و غم کے ساتھ کاٹین ہمنے راتین ہجر کی — تھی مزے کی اپنی تنہائی کہ تنہائی نہ تھی

صبح کو جاتے ہی اُن کے سو گئی قسمت مری — رات ساری جاگتے گزری تھی نیند آئی نہ تھی

نالہاے دل کو آزادی کا موقع مل گیا — ضبط کی طاقت نہ تھی تابِ شکیبائی نہ تھی

کل جو مقتل مین گلا میرا نہ اُن سے کٹ سکا — آج یہ فقرہ تراشا ہے قضا آئی نہ تھی

ظلم سے آخر شکایت آپ کی کرنی پڑی — وہ شکایت جو مرے لب پر کبھی آئی نہ تھی

آہ نکلی دل جگر سے اشک نکلے آنکھ سے — روک لیتے ہم اُنھین اتنی توانائی نہ تھی

آپ سے باہر ہوئے تھے جستجوئے یار مین — پھر ہم آتے آپ مین اتنی توانائی نہ تھی

خون وہ میرا بہا کر ہو رہے ہین باغ باغ — کہتے ہین ابتک طبیعت رنگ پر آئی نہ تھی

بوسہ لینے مین قسم کا پاس ہوتا کیون مجھے — آپنے کھائی تھی کچھ مین نے قسم کھائی نہ تھی

لطف سے گزری ہماری خانۂ صیاد مین — ہم قفس تھے اور بھی کچھ قیدِ تنہائی نہ تھی

کر دیا بیہوش سب کو اک نگاہِ مست سے — خلوت آرائی تھی اُن کی محفل آرائی نہ تھی

ساتھ دینے کے لیے تھا صبر کیسا بیقرار — وہ اُدھر اُٹھے ادھر تابِ شکیبائی نہ تھی

آئنہ بھی سامنے اُنکے تھا ہم بھی تھے جلیل
سب کو سکتہ تھا کسی مین تابِ گویائی نہ تھی

ظالم بُتون سے آنکھ لگائی نہ جائیگی
پتھّر کی چوٹ دل سے اُٹھائی نہ جائیگی

ہونے دو ہو رہے ہین جو اُلفت کے تذکرے
بگڑو گے تم تو بات بنائی نہ جائیگی

کہدو یہ شمع سے کہ عبث تو ہے اشکبار
پانی سے دل کی آگ بجھائی نہ جائیگی

چلمن ہو یا نقاب ہو یا پردۂ حیا
صورت تری کسی سے چھپائی نہ جائیگی

دستِ طلب دراز کرے گی جو تیغِ ناز
دیدون گا جان آنکھ چُرائی نہ جائیگی

یا رب عطا ہو شربتِ "دیدار" حشر مین
کوثر سے میری پیاس بجھائی نہ جائیگی

آنکھین خدا نے دی ہین تو دیکھین گے حُسنِ یار
کب تک نقاب رُخ سے اُٹھائی نہ جائیگی

اے تیغ تو ہزار چلے بانکپن کے ساتھ
قاتل کی چال تجھ سے اُڑائی نہ جائیگی

ممکن ہے تیرِ ناز سے دل کو بچا بھی لون
لیکن نظر کی چوٹ بچائی نہ جائیگی

محفل مین کب اُٹھاتے ہین چہرے سے وہ نقاب
کہتے ہین مجھ سے شمع جلائی نہ جائیگی

اُس بُت کو چھیڑ کر سخنِ سخت کیون سُنون
مین ناتوان ہون بات اُٹھائی نہ جائیگی

توبہ کو مُنہ لگا کے خجل ہو گئے تم جلیل
جام و سبو سے آنکھ ملائی نہ جائیگی

کھینچیے تیغ اگر آپ ہین ہمت والے
قتل کو جشن سمجھتے ہین محبت والے

رحم آتا نہین بلبل کی فغان پر گل کو
دل کے پتھر ہین یہ سب ناز و نزاکت والے

دیکھیے کب تری تلوار گلے ملتی ہے
اسی امید پہ جیتے ہین محبت والے

غیر کے ساتھ اُنھین دیکھکے جی جلتا ہے
داغ دیتے ہین مجھے چاند سی صورت والے

طلبِ یار مین کرتے ہین سفر ہستی سے
کون کہتا ہے کہ مرتے ہین محبت والے

دیکھنا یار بھی محشر مین اگر آنکلا
بھول جائینگے قیامت کو قیامت والے

کچھ شرارت نہین موقوف تری شوخی پر
سب ہین پرکالۂ آتش تری صحبت والے

دیکھ لو شمع پہ جلتے ہوے پروانے کو
ایسے ہوتے ہین جو ہوتے ہین محبت والے

وہ مے ہوشربا دے جسے پیکر ساقی
حشر تک ہوش مین آئین نہ ترے متوالے

تم ہو بیدرد تمھین درد ہمارا کیا ہو
قدر کرتے ہین محبت کی محبت والے

دل یہ کہتا ہے کہ اس بات پہ مین نازان ہون
کہ مرا ناز اُٹھاتے ہین نزاکت والے

کاش اتنا تو اثر ہو مری بیتابی مین
وہ پکارین مجھے اُو دردِ محبت والے

کشورِ دل مین بھی شاہی ہے شہِ عثمان کی
دیکھین اس شانِ حکومت کو حکومت والے

وہ مجھے اور بھی تڑپا گئے یہ کہکے جلیل
صبر کر اُو مرے بیچین طبیعت والے

قطعۂ تاریخ تخت نشینی بندگانِ عالی متعالی اعلیحضرت حضور پُرنور نظام الملک آصفجاہ نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

اوّل اوّل ہوئے حاکم جو یہان آصفجاہ — کر گئے صاف وہ تلوار سے میدانِ دکن
بعد ازان آصفِ ثانی جو ہوئے تخت نشین — ہفت اقلیم مین کہلائے وہ خاقانِ دکن
تیسرے شاہ کا تھا عہد سکندر رجاہی — اُنکے اقبال سے کچھ اور بڑھی شانِ دکن
ناصر الدولہ ہوئے آصفِ رابع مشہور — شان و شوکت نے کہا اُنکو سلیمانِ دکن
دورِ پنجم کا رہا افضلِ دولہ پہ مدار — زور و قوّت مین جو تھے شیرِ نیستانِ دکن
میر محبوب علی آصفِ سادس کا تھا نام — تھے وہ محبوبِ دکن روحِ دکن جانِ دکن
اُٹھ گئے چھ تو بفرمانِ خداوندِ جلیل — میر عثمان علیخان ہوئے سلطانِ دکن

۱۹۱۱ء

دیگر

دکن کے تخت پر عثمان علیخان جلوہ فرما ہین — جنھین حاصل ہے رتبہ سب رئیسون پر تقدّم کا
جلیل اس جشن کی تاریخ تو نے خوب موزون کی — مبارک ہو یہ دورِ عدل آصفجاہِ ہفتم کا

۱۳۲۹ھ

سہرا بتقریب جشن کتخدائی اعلیحضرت سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

شاہ نوشاہ بنے باندھ کے سر پہ سہرا — آج کرے گا زمانے کو مسخر سہرا
آبِ گوہر مین جو ڈوبا ہے سراسر سہرا — آتشِ حُسن سے جلتا نہین رُخ پہ سہرا
کہکے جب صلّ علیٰ ظلِ خدا نے باندھا — بن گیا سایۂ اللہ و پیمبرؐ سہرا
شاہ و نوشاہ زمانے مین بہت تھے لیکن — سربلندی کا رہا آپ ہی کے سر سہرا
حبذا فرقِ مُبارک پہ مرصّع افسر — مرحبا چاند سے چہرے پہ منوّر سہرا
صدفِ دولت و اقبال کا گوہر نوشہ — چمنِ عیش و مسرت کا گُلِ تر سہرا
کامرانی کی ہے تصویر سراپا نوشہ — شادمانی کی ہے تفسیر سراسر سہرا
مشورے ہوتے ہین رعنائی و زیبائی مین — دل مین نوشاہ تو آنکھون مین کرے گھر سہرا
حُسن و خوبی کی نہ کیون شان دوبالا ہو جائے — طول مین ہے قدِ نوشہ کے برابر سہرا
شُوخ ایسا ہے کہ چھونے سے اُلجھ پڑتا ہے — مجکو حیرت ہے کہ گوندھا گیا کیونکر سہرا
ایک سہرے پہ ہزارونکی لڑی ہین آنکھین — نئے پھولون کا ہے پہنے ہوئے زیور سہرا
چال سوجھی یہ نئی رنگ جمانے کے لئے — پابوسی کو چلا سر سے اُتر کر سہرا
دیکھئے اسکو تو پتلی مین سماجاتا ہے — ناپئے اس کو تو ہے قد کے برابر سہرا
تُم پہ سایہ رہے عثمانؓ و علیؓ کا ہردم — حق سزاوار کرے بہرِ پیمبرؐ سہرا

موتیون کا ہے جو سہرا سرِ نوشہ پہ جلیل
ہم بھی لکھ لائے ہین گنجینۂ گوہر سہرا

قطعہ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر کاظم علیخان بہادر زاد عمرہٗ واقبالہٗ

بارک اللہ نیرِ بُرجِ شرف پیدا ہوا
مہ جبین و مہر طلعت خوش جمال و خوش لقا

نذر دے یہ مصرعِ تاریخ لکھکر اے جلیل
خسروِ والا گہر کا ہے یہ لعلِ بے بہا

۱۳۳۰ھ

تہنیتِ شہزادۂ موصوف زاد عمرہٗ واقبالہٗ

طلوعِ نیرِ دولت مبارک ہو مبارک ہو
یہ دن یہ وقت یہ ساعت مبارک ہو مبارک ہو

ہمائے اوجِ خوش بختی ہمایون ہو ہمایون ہو
ضیائے دیدۂ حشمت مبارک ہو مبارک ہو

نظر پڑتی ہے جسکی شاہزادے پر وہ کہتا ہے
کہ یہ طفلِ جوان قسمت مبارک ہو مبارک ہو

دعائین دے رہے ہین سب خوشی سے سُرخرو ہوکر
یہ لعلِ بے بہا حضرت مبارک ہو مبارک ہو

ثمر آتا رہے یارب یونہین نخلِ تمنا مین
بہارِ گلشنِ عشرت مبارک ہو مبارک ہو

ہوا خواہانِ دولت کو بدولت شاہزادے کے
نگاہِ لطف کا خلعت مبارک ہو مبارک ہو

مرے آقا مرے مالک مرے سلطان مرے شہ کو
جلیل اللہ کی رحمت مبارک ہو مبارک ہو

قطعہ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر رضا علی خان بہادر زاد عمرہٗ واقبالہ

جلوہ گر شد مہِ بُرجِ شاہی | گشت پُر نور زمہ تا ماہی
مصرعِ سال رقم کرد جلیل | ثمرِ گلشنِ آصفجاہی
۱۳۳۰ھ

تہنیت شہزادۂ موصوف زاد عمرہٗ واقبالہ

للہ الحمد کہ شہزادۂ ذیشان آیا | شاہِ آصف کا پسر بن کے سلیمان آیا
غنچۂ دل کو ہنسانے گُلِ خندان آیا | آنکھ کا نور بڑھانے مہِ تابان آیا
تین شہزادون سے دنیا کی تھین آنکھین روشن | اور اک نورِ نگاہِ شہِ عثمان آیا
موردِ فضلِ خدا مصدرِ انعام وعطا | مخزنِ جود وسخا منبعِ احسان آیا
ماہرو غنچہ دہن یوسفِ کنعانِ دکن | جان صدقے ہو جس انسان پہ وہ انسان آیا
بھر گئے دامنِ اُمید ہوا خواہون کے | ابرِ نیسان کی طرح یہ گُہر افشان آیا
آبرو اپنے غلامون کی بڑھانے کے لئے | آج دریائے کرم کا دُرِ غلطان آیا
رنج وغم خاطرِ عالم سے مٹانے کے لیے | اپنے ہمراہ لئے عیش کا سامان آیا
شان کہتی ہے کہ ماہِ فلکِ شوکت ہے | آن کہتی ہے کہ سر دفترِ خوبان آیا

خوش نصیبون مین ہے چرچا کہ سکندر ہے یہی
حُسن والون مین یہ غل ہے مہِ کنعان آیا

جان نثارون نے کہا اخترِ قسمت چمکا
دردمندون نے کہا عیسیِ دوران آیا

اب کہان داغِ جگر۔ داغِ الم۔ داغِ ملال
سچ تو یہ ہے کہ ہر اک درد کا درمان آیا

اہلِ حاجت کے لیے آج خزانے کُھلجائین
پیشگاہِ شہِ والا سے یہ فرمان آیا

شاہ کا لال ہے وہ صاحبِ جوہر جس پر
صدقے ہونے کے لیے لعلِ بدخشان آیا

نذر دینے کو ہوا خواہ بڑھے ہر سُو سے
کوئی خندان کوئی شادان کوئی فرحان آیا

کوئی دامن مین بھرے گوہرِ اخلاص و وفا
کوئی مُٹھی مین لیے نقدِ دل و جان آیا

کرمِ حضرتِ داور کا کوئی شکر گزار
ظلِ داور کے کرم پر کوئی نازان آیا

کوئی مدّاحِ شہِ آصفِ والا گوہر
کوئی شہزادۂ عالم کا ثناخوان آیا

شاہ شہزادون کا اللہ نگہبان جلیل
دل سے لب پر مرے یہ مصرعِ تابان آیا

قطعۂ تاریخِ ولادت شہزادۂ بلند اقبال نواب میر عابد علیخان بہادر زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

بارک اللہ نونہالِ آصفی پیدا ہوا
سُن کے یہ مژدہ شگفتہ ہوگئی دل کی کلی

مل گیا اک مصرعِ تاریخ مجکو اے جلیل
تاجِ آصف کا گُہر شہزادہ عابد علی
١٣١٣ھ

دیگر

وہ ہوا پیدا جو ہے رشکِ قمر — راحتِ جان لختِ دل لختِ جگر
خوب روشن ہے یہ تاریخ اے جلیل — شاہِ آصفجاہ کا نورِ نظر
۱۳۱۹ع

دیگر

شاہزادہ باغِ شاہی کا گُلِ شاداب ہے — اوج مین ہے آفتاب و حُسن مین مہتاب ہے
ڈوبکر تاریخ یہ مین نے نکالی اے جلیل — آصفِ بحرِ مُروّت کا دُرِ نایاب ہے
۱۳۳۱ھ

قطعۂ تاریخ ولادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر حشمت علیخان بہادر زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

مرحبا شہزادۂ فخرِ زمن پیدا ہوا — مہرِ طلعت ماہ رُو غنچہ دہن پیدا ہوا
ایک عالم ہے کہ شیدا ہے زلیخا کیطرح — حبّذا کیا یوسفِ مصرِ دکن پیدا ہوا
۱۳۳۱ھ

دیگر

شاہزادے کی تجلّی سے جہان پُرنور ہے — یہ وہ ماہِ نو ہے جو وقتِ سحر طالع ہوا
ڈھل کے نکلی نور کے سانچے مین یہ تاریخ بھی — کیا منوّر بُرجِ شاہی کا قمر طالع ہوا
۱۳۳۱ھ

قطعۂ تاریخ وِلادتِ شہزادۂ بلند اقبال نواب میر تقی علی خان بہادر زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

شہزادۂ والا ہو مبارک شہِ والا
یہ چاند کا ٹکڑا ہو مبارک شہِ والا

تاریخ کا مصرع بھی عجب نور فشان ہے
یہ آنکھ کا تارا ہو مبارک شہِ والا
۱۳۲۱ھ

دیگر

غلغلہ ہے آج عالم مین مبارک باد کا
شہ کو خالق نے دیا فرخندہ طالع نورِ چشم

نذر دے یہ مصرعِ تاریخ لکھکر اے جلیل
ہو مبارک آصفِ سابع کا سابع نورِ چشم
۱۳۲۱ھ

شکریۂ عطائے شمشیر و انگشتری

تیغ اُس شہ نے عنایت مجھے فرمائی ہے
جس کے قبضے مین جہانداری و دارائی ہے

صاحبِ سیف کیا مجکو مرے آقا نے
یہ عنایت یہ عطا جوہرِ آبائی ہے

شکریہ شکر کا موقع ہے کہ تلوار کے ساتھ
اِک انگوٹھی بھی درِ فیض سے ہاتھ آئی ہے

تیغ ملتے ہی انگوٹھی جو ملی مین سمجھا
کہ پری مُہرِ سلیمان کو اُڑا لائی ہے

ماہِ نو تیغِ ہلالی کی ادا پر ہے نثار
حور کی آنکھ انگوٹھی کی تماشائی ہے

جھونک کھا کر ہوئی سیدھی جو لچکتی تلوار
مین نے جانا کسی معشوق کی انگڑائی ہے

ہے انگوٹھی مین وہ شوخی کہ یہ دل کہتا ہے
آج تو گھر مرے پکھراج پری آئی ہے

خمِ شمشیر مین محرابِ حرم کا عالم
دمِ شمشیر مین اعجازِ مسیحائی ہے

کہہ اُٹھے دیکھکے خاتم کو بصیرت والے
یہ نگین مردمکِ دیدۂ رعنائی ہے

دل مین کٹ جاتے ہین جو اغیار تو کچھ دور نہین
تیغ نے ابروئے قاتل کی ادا پائی ہے

اُنگلیان اُٹھتی ہین خاتم پہ زمانے بھر کی
عید کے چاند کی شُہرت مرے ہاتھ آئی ہے

سیف مین ہے جو صفائی نہین آئینے مین
اِسنے اقبال کی صورت مُجھے دکھلائی ہے

ہے وہ خُوش رنگ انگوٹھی کا نگینہ جسپر
لعل و یاقوت نے ہیرے کی کنی کھائی ہے

جوہر اتنے ہین کہ دیکھے سے سُرور آتا ہے
تیغ کے گھاٹ پہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے

گھر مین خاتم کے ہے اس طرح نگینہ گویا
کسی مہوش نے کلیجے مین جگہ پائی ہے

شاہ کی تیغ سدا فاتح و منصور رہے
قطع جسپر بخدا جامۂ رعنائی ہے

شاہ کے زیرِ نگین قاف سے تا قاف رہے
جسکے ہاتھون شرفِ خاتمِ دارائی ہے

یہ فقط ہے نظرِ لُطف و کرم کا صدقہ
کہ زمانہ مرے اشعار کا شیدائی ہے

شُکرِ الطاف ہو کس طرح ادا مجھسے جلیل
نہ زبان ایسی نہ ایسی مری گویائی ہے

تاریخِ عطائے شمشیر

تیغِ خوش آب عنایت کرکے
آبرو میری بڑھا دی شہ نے

لکھ چکی ہوئی تاریخ جلیل | آج شمشیر عطا کی شہ نے
۱۳۲۹ھ

تاریخ عطاے انگشتری

سرفرازی دلنوازی کی نہین ہے حد کوئی | سرخرو کرتا ہے کیا کیا لطفِ سلطانی مجھے
کی عطا انگشتری تاریخ نکلی اے جلیل | دی شہِ یکتا نے یہ مُہرِ سلیمانی مجھے
۱۳۲۹ھ

چھڑی عطا فرمانے کا شکریہ

مجھے نہال کیا شاہ نے چھڑی دیکر | چھڑی ہے یا کوئی معشوقِ سروقامت ہے
زبانِ حال سے کہتا ہے سبز رنگ اسکا | کہ چوبِ خشک ہری ہے خدا کی قدرت ہے

شکریۂ عطاے میوہ

رباعی

شہ نے جو عطا تازہ ثمر فرمائے | پھل نخلِ تمنا کے مرے ہاتھ آئے
سرسبز ہمیشہ رہے باغِ شاہی | جو دل کی مرادین ہون خدا بر لائے

دیگر

پائے ثمرِ نیک جو کھائے یہ ثمر
ہو جائین اُمیدون کے شجر بار آور
بیدانہ انار ایسے ہین مرغوب و لطیف
دانا کی نظر پڑتی ہے ہر دانے پر

دیگر

ہونے کو بہت لوگ ہین قسمت والے
پاتے ہین یہ پھل حُسنِ عقیدت والے
ہے دافعِ آسیب ہر اک سیب جلیل
انگور کی ہین تاک مین سب متوالے

دیگر

سرکار سدا پھولتے پھلتے ہی رہین
جو رشک سے جلتے ہین وہ جلتے ہی رہین
شاخون مین نکلتی رہین کلیان جبتک
ارمان مرے شہ کے نکلتے ہی رہین

گھڑی توڑا بٹن عطا فرمانے کا شکریہ

گھڑی گھڑی مرے سرکار کو خوشی ہو نصیب
مجھے گھڑی وہ عطا کی جو ہے عجیب و غریب
بجا ہے مین جو کہون عیش کی گھڑی آئی
کہ بخت جاگ اُٹھے سونے کی گھڑی آئی

گھڑی نفیس ہے دلکش ہے خوبصورت ہے — وہ سادگی ہے کہ صدقے ہزار زینت ہے
پری کا حُسن ہے اسکے جمال پر صدقے — خرام نازِ حسینان ہے چال پر صدقے
کہان یہ حُسنِ دلاویز ماہِ کامل مین — جو مین نے جیب مین رکھی اُتر گئی دل مین
مُقیم ہو کے ہمیشہ سفر مین رہتی ہے — ہر اک کے کان مین چلنے کا حال کہتی ہے
اسی کے نقشِ قدم پر زمانہ چلتا ہے — اسی سے کام شب و روز کا نکلتا ہے
یہ ایک گھنٹے مین منزل تمام کرتی ہے — مگر کبھی سرِ منزل نہین ٹھہرتی ہے
گھڑی کے ساتھ ہے توڑے کا جوڑ بھی نایاب — یہ ہمسرِ مہِ کامل وہ کہکشان کا جواب
گھڑی ہے سونیکی سونے کا اُسمین توڑا ہے — دلِ حسود کو دونون نے مل کے توڑا ہے
پڑا جو توڑے مین زرّین قلم چمکتا ہے — دبیرِ چرخ اُسے بار بار تکتا ہے
قلم کا ہے یہی منشا کہ مدحتِ شاہی — لکھا کرون کہ سوا ہو عنایتِ شاہی
بٹن عطا وہ ہوئے جو چمک مین اختر ہین — جواب انکا نہ پکھراج ہے نہ گوہر ہین
وہ آب و تاب ہے دیکھے سے جنکے ہوسکتا — ٹکے ہوئے ہین ستارے قمیص مین گویا
نہین ہے حد کوئی لطف و عطائے شاہی کی — یہ ایک خاص صفت ہے جہان پناہی کی
ہُنر شناس ہُنرور بڑے ہُنر پرور — عیان ہے سارے زمانے پہ آصفی جوہر
کرم ہے جود ہے بخشش ہے دلنوازی ہے — ہر ایک طرح غلامون کی سرفرازی ہے

کہان کسی مین یہ انداز حکمرانی کے
مزے ہین شاہ کے قدمون مین زندگانی کے

نگاہ اپنی رعایا پہ ملک سے ہشیار
مثالِ طالع بیدار رات دن بیدار

وہ رُعب جس سے لرزتے ہین سرکشانِ جہان
وہ خُلق جس سے شگفتہ ہے بوستانِ جہان

بہت ہی چست مہماتِ ملکداری مین
گزر رہی ہے رعایا کی غمگساری مین

جلیل موردِ الطافِ بے حساب ہوا
چمک کے ذرۂ ناچیز آفتاب ہوا

ادا ہو شکرِ عنایت یہ غیر ممکن ہے
بیان ہو شانِ عطوفت یہ غیر ممکن ہے

دُعا یہ ہے کہ سلامت مرے حضور رہین
خوشی قریب رہے ناخوشی سے دُور رہین

تاریخ عطیات مذکور

عقیدت کے صلے فدوی نے آصفجاہ سے پائے
بڑے رُتبے بڑے اعزاز ظل اللہ سے پائے

کہی تاریخ ایسی جو ہے آبِ زر سے لکھنے کی
گھڑی توڑا بٹن سونے کے اپنے شاہ سے پائے

١٩١٣ ع

قطعۂ تاریخِ عطاے انگشتری

شہ نے دی انگشتری وہ لاجواب
جو ہے روشن بڑھ کے مہر و ماہ سے

نذر دے تاریخ یہ لکھ کر جلیل
ایک انگوٹھی ہاتھ آئی شاہ سے

١٣٣١ ھ

قطعۂ تاریخ عطائے جامہ وار

مرحمت فرما کے مجکو جامہ وار — آصفِ سابع نے عزت کی عطا
با ادب کر عرض یہ مصرع جلیل — شاہ نے تشریفِ دولت کی عطا
۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ عطائے شملہ

شملۂ زرّین عطا فرما کے از راہِ کرم — تو نے شاہا سربلندی کا مجھے رتبہ دیا
مصرعِ تاریخ لکھکر پیش کرتا ہے جلیل — سرفراز آصف نے مجکو آج شملے سے کیا
۱۳۳۲ھ

قطعہ تاریخ عطائے کمخاب

طاقۂ کمخابِ زرّین یافتم — ذرہ بودم مہر آسا تافتم
سال این لطف و عطا کز شاہ شد — داد خلعت آصفِ جمجاہ شد
۱۳۳۲ھ

قطعۂ تاریخ عطائے جامہ وار

خلعت اُس شاہ نے دیا مجکو — قدر دانی مین ہے جو لا ثانی

فرد نکلا یہ مصرعِ تاریخ
اے خوشا جامہ وارِ سلطانی
۱۲۳۳ھ

قطعۂ تاریخ عطاے کمخاب

کیا شان مرے ظلِّ خدا کی ہے آج
شہرت کرم وجود و سخا کی ہے آج
تاریخ ہے اِس خلعتِ شاہی کی جلیل
سرکار نے کمخاب عطا کی ہے آج
۱۲۳۳ھ

شکریۂ عطاے انبہ

فدوی کو شاہ نے جو کیا آم سے نہال
یہ جان نثارِ خاص ہوا سرخرو کمال
نایاب آم لطف ہوئے رنگ رنگ کے
کوئی ہے زرد کوئی ہرا کچھ ہین لال لال
ممکن نہین زبان سے تعریف ہو سکے
رنگت مین بے نظیر ہین لذت مین بیمثال
شیرین سوا ہے شیرۂ جان سے ہر ایک پھل
خوش رنگ خوش گوار و خوش انداز و خوشجمال
خوشبو وہ ہے کہ سونگھ لے ان کو اگر مریض
ہو جائے فضلِ حق سے طبیعت ابھی بحال
منہ مین جلیل کے ہون زبانین اگر ہزار
اس مرحمت کا شکر ادا ہو یہ ہے محال
رکھے خدا حضور کو سرسبز و سرخرو
احباب سربلند ہون بدخواہ پائمال

قطعۂ تہنیت شکارِ آہو

زہے نصیب ہرن کے کہ اک اشارے مین — شکار ہو کے مرے شاہ پر نثار ہوا
ہرن تو خیر ہرن ہے یہان ہر ایک بشر — خدنگِ لطف و عنایات کا شکار ہوا

تاریخ تہنیتِ عیدِ اضحیٰ

عیدِ قربان آئی ہے قربان ہونیکے لیے — اُس شہِ ذیجاہ پر جو ہے مہِ اوجِ کمال
میر عثمان علیخان خسروِ ملکِ دکن — خوش صفات خوش خیال و خوش جمال و خوشخصال
یا الٰہی روز شہ کے گھر مین جشنِ عید ہو — خوش رہین سارے فدائی اور دشمن پائمال
نذر دے اک شعر مین دو لکھ کے تاریخین جلیل — ایک مصرع عیسوی ہو ایک ہو ہجری مآل
عیدِ اضحیٰ ہو مبارک اے شہِ عالی وقار — عیدِ قربان ہو مبارک اے شہِ دریا نوال
۱۹۱۱ع — ۱۳۲۹ھ

سہرا مع تاریخ بتقریبِ بسم اللہ خوانی شہزادہ نواب میر شجاعت علیخان بہادر زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

مبارک شہ کے دلبر کو یہ بسم اللہ کا سہرا — بڑے ارمان کا ہے پیار کا ہے چاہ کا سہرا
ستارون سے کہو بامِ فلک سے کسکو تکتے ہین — جو آنکھین ہین تو دیکھین شاہ کے نوشاہ کا سہرا

نظر آئین نہ کیون چارون طرف انوار رحمت کے
کہ ہے پرتو فگن دلبند ظلّ اللہ کا سہرا

ترے سہرے کو ہم اے کہکشان دیکھین نہ بھولے سے
کہ ہے بیشِ نظر اوجِ شرف کے ماہ کا سہرا

ذرا سہرے کی سُنئے کس تعلّی سے یہ کہتا ہے
کہ مین ہون نورِ عینِ شاہِ آصفجاہ کا سہرا

زمین و آسمان ہمرنگ ہین دونون کہ روشن ہین
اُدھر انجم اِدھر شہزادۂ ذیجاہ کا سہرا

سبق دے معرفت کا اہلِ محفل کو تو زیبا ہے
کہ ہے باندھا ہوا سلطانِ حق آگاہ کا سہرا

اِدھر آواز سے پڑھتا ہے بسم اللہ شہزادہ
اُدھر کرتا ہے چُپکے چُپکے ذکر اللہ کا سہرا

پھلو پھولو جوان ہو دامنِ دولت کے سایہ مین
شہِ والا تمھارے سر پہ باندھین بیاہ کا سہرا

لکھا ہے شان مین اُسکی جو مہرِ بُرجِ شاہی ہے
چمک جائے نہ کیون اس بندۂ درگاہ کا سہرا

جلیل اول جو مصرع ہے وہی تاریخ ہے اسکی
مبارک شہ کے دلبر کو یہ بسم اللہ کا سہرا
۱۳۰۰ھ

قطعۂ تاریخ تقریب مذکور

مبارک جشن ہے نوشہ بنا ہے شاہ کا پیارا
یہ خوش بختی یہ عزّ و جاہ شہزادہ مبارک ہو

جلیل اس جانفزا تقریب کی تاریخ یون لکھدو
کہ یارب جشنِ بسم اللہ شہزادہ مبارک ہو
۱۳۰۰ھ

تہنیت جشنِ نوروز

ہو مُبارک تجھے اے شاہِ فلک فر نوروز
یہ مُنوّر یہ موقّر یہ مُعطّر نوروز

تو سلامت رہے آباد رہے شاد رہے
عید گھر گھر ہے ترے دَور مین گھر گھر نوروز

اس تمنّا مین کہ دربار کی شرکت ہو نصیب
آج ہے صُبح سے حاضر ترے دَر پر نوروز

نور کے وقت ظہور اس کا مزہ دیتا ہے
سب پہ روشن ہے کہ رحمت کا ہے مظہر نوروز

اب یہ در چھوڑکے شاہا کہین جانیکا نہین
رہگیا دامنِ دولت سے لپٹ کر نوروز

اہلِ دربار نے پہنی ہے جو پوشاک نئی
خُوش ہے اسدرجہ کہ ہے جامہ سے باہر نوروز

جشن اُسکا ہے جو دیکھے شہِ والا کا جمال
لیلۃ القدر ہین گیسو رُخِ انور نوروز

بن گیا آئنہ دربار کا اچھی سُوجھی
ہو گیا مُفت نصیبے کا سکندر نوروز

سب کی آنکھون مین جھلکتے ہین جو اشکِ شادی
نذر کے واسطے لایا ہے یہ گوہر نوروز

دس گُنی آصفِ سابع نے بڑھادی توقیر
ایک نوروز سے پیدا ہوئے ستّر نوروز

شہ کی شہ مل گئی اب شان نہ پوچھو اِسکی
آج کرے گا زمانے کو مُسخّر نوروز

کہتے ہین جوش مین نوروز منانے والے
دل مین آنکھون مین کلیجے مین کرے گھر نوروز

یون ہی ہوتا رہے دربار یہ دربار جلیلؔ
یون ہی آتا رہے اس در پہ برابر نوروز

قطعۂ تاریخِ جشنِ مذکور

ہو مبارک آصفِ سابع کو دن نوروز کا — دلکشا ہو روح افزا ہو نظر افروز ہو
مصرعِ تاریخ لکھکر نذر دیتا ہے جلیل — یا الٰہی شہ کے گھر ہر روز یہ نوروز ہو
۱۳۳۰ھ

قطعۂ تاریخِ عیدِ اضحےٰ

عید پر سارے جہان کو ناز ہے — عید کو ہے ناز آصفجاہ پر
نذر دے تاریخ کا مصرع جلیل — عیدِ قربان بھی ہے قربان شاہ پر
۱۳۳۰ھ

رونق افروزیِ سرکار در حمایت باغ واقع اورنگ آباد

باغِ جنت کا سمان دیکھا حمایت باغ مین — غنچۂ دل کھل گیا اپنا حمایت باغ مین
پپیہے سنکر عنادل کے ہوا ایسا سرور — طائرِ غم ہو گیا عنقا حمایت باغ مین
پھل محبت کے خوشی کے پھول راحت کے شجر — اے زہے قدرت کہ ہو کیا کیا حمایت باغ مین
شاہِ آصفجاہِ سابع جلوہ آرا ہین جو آج — ہر کلی ہے دیدۂ موسیٰ حمایت باغ مین
لوگ حیران ہین کہ دیکھین بزمِ شاہی کی بہار — یا کرین پھولون کا نظارا حمایت باغ مین
مدح کے اشعار مین پڑھتا ہون سب کو ہے گمان — نغمہ زن ہے بلبلِ شیدا حمایت باغ مین

نونہالانِ چمن کا آج جوبن دیکھئے
زیب تن پھولونکا ہے گہنا حمایت باغ مین

اُڑ رہا ہے بلبلون مین راگ آزادی کا آج
مِٹ گیا صیّاد کا کھٹکا حمایت باغ مین

غیر ممکن ہے کہ آجائے خلش کی بُو کہین
ہو گیا ہے پھول ہر کانٹا حمایت باغ مین

نرگسِ بیمار اب بیمار رہ سکتی نہین
نکہتِ گُل ہے دمِ عیسیٰ حمایت باغ مین

آ نہین سکتی خزان اِسمین کہ ہے بیٹھا ہوا
طالعِ بیدار کا پہرا حمایت باغ مین

آگیا جو سیر کو دل ہو گیا اُس کا اسیر
بُوے گُل ہے دام کا پھندا حمایت باغ مین

شاہ کی دریا دلی کا ایک یہ بھی ہے ثبوت
جا بجا پانی کا ہے چشمہ حمایت باغ مین

مست ہونیکے لیے یہ قُدرتی سامان ہے
سرو و گُل ہین ساغر و مینا حمایت باغ مین

طائرانِ خوشنوا کا اس جگہ کیا ذکر ہے
بلبلِ تصویر ہے گویا حمایت باغ مین

شاہ کے الطاف سے تیرے سخن کو اے جلیل
ہو مبارک پھولنا پھلنا حمایت باغ مین

تاریخِ جشنِ سالگرہ مبارک

کیا بزم ہے کیا جشن ہے کیا سالگرہ ہے
بندون کے لیے فضلِ خدا سالگرہ ہے

تاریخ کا مصرع ہے جلیل اپنی زبان پر
کیا عیش فزا عقدہ کُشا سالگرہ ہے

۱۳۳۰ ھ

قطعۂ تاریخِ عثمان ساگر

آج سرکار کی آمد جو لبِ ساحل ہے
شوق سے ماہیِ بے آب ہر اک کا دل ہے

دلِ انسان کا تلاطم تو کوئی بات نہین
لطف یہ ہے کہ ہر اک موج رگِ بسمل ہے

چشمِ بد دُور سواری کا تو عالم دیکھو
یُوسفِ مصرِ حکومت کا یہی محمل ہے

پار بیڑا جو غریبون کا لگا دیتا ہے
یہ وہی بحرِ عطا ہے یہ وہی عادل ہے

عکس پڑنے سے دوبالا ہے تجلّی کی بہار
مہر خُشکی پہ ہے پانی مین مہِ کامل ہے

اسی تالاب کے پانی کو سُنا یہ کہتے
آبرو جو مجھے حاصل ہے کسے حاصل ہے

اسی تالاب کے پانی مین یہ دیکھی تاثیر
آبِ حیوان ہے مگر بہرِ عدو قاتل ہے

سنگِ بنیاد کی تاریخ یہ اچھی ہے جلیل
موج زن چشمۂ فیضِ شہِ دریا دل ہے

۱۹۱۲ء

دیگر

جلوہ افروز ہین تالاب پہ سرکار ادھر
ہے اُدھر جُوش پہ بحرِ کرم باری آج

سنگِ بنیاد جو رکھّا تو ندا آئی جلیل
دیکھنا چشمۂ رحمت یہ ہوا جاری آج

۱۳۳۱ھ

تاریخ جشنِ سالگرہ مُبارک

خوشی مین عیش مین دولت مین سرفرازی مین
ادب کے ساتھ یہ دے نذر مصرعِ تاریخ

جلیل آج یگانہ ہے شہ کی سالگرہ
گرہ کشائے زمانہ ہے شہ کی سالگرہ
۱۳۳۲ھ

قطعہ تاریخ شکارِ شیر

آصفِ سابع نے مارا شیر کو
اک ملا تاریخ کا مصرع جلیل

ایسے ہی شاہون کو ہے زیبا شکار
شیر افگن نے کیا پہلا شکار
۱۳۳۲ھ

دیگر

ہمتِ شہ سے ہوا کُشتہ جو شیر
نذر دے تاریخ لکھکر اے جلیل

ہاتھ چومے بڑھ کے استقلال نے
شیر مارا شاہِ نیک اقبال نے
۱۳۳۲ھ

دیگر

دوسرے دن جو آصفِ جمجاہ
بہرِ شیر افگنی سوار ہوا

چتر بنکر سرِ ہمایون پر — سایۂ شیرِ کردگار ہوا
ناگہان ضیغمِ قوی ہیکل — شیر دل شاہ سے دوچار ہوا
تنکے چلنا غرور سے اُسکا — طبعِ اقدس کو ناگوار ہوا
پہلے اُسپر پڑی غضب کی نگاہ — تیر گویا جگر کے پار ہوا
پھر چلی شہ کی بیخطا بندوق — زخمِ کاری گلے کا ہار ہوا
خاک و خون مین وہ اسقدر تڑپا — دامنِ دشت لالہ زار ہوا
شور اُٹھا یہ جان نثارون مین — شیر بھی شاہ پر نثار ہوا
ہر فدائی ہوا خوشی سے نہال — سب سے بڑھکر جلیل زار ہوا

آگیا ایک لب پہ مصرعِ سال
دوسرا شیر بھی شکار ہوا
۱۳۳۲ھ

دیگر

سلامت رستمِ دوران الٰہی — کیا اس شیر نے شیرون کو بھی زیر

جلیل اس فتح کی تاریخ لکھو
شہِ عالی ہمم نے مارے دو شیر
۱۳۳۲ھ

مُبارکبادِ جشنِ سالگرہ مُبارک

جشن پر جشن منانا ہو مُبارک تمکو
بخت و دولت کا زمانا ہو مُبارک تمکو

تختِ شاہی پہ قدم فرق پہ تاجِ اقبال
شان و شوکت یہ شہانا ہو مُبارک تمکو

اے کماندارِ حکومت شہِ قادر انداز
دلِ دُشمن کا نشانا ہو مُبارک تُمکو

بزمِ شاہی مین دکن مین چمنِ عالم مین
عیش کا رنگ جمانا ہو مُبارک تُمکو

جسنے اقلیمِ سخاوت کا تمھین شاہ کیا
اُس کی رحمت کا خزانا ہو مُبارک تُمکو

گوشِ اعدا کو سزاوار صدائے ماتم
فتح و نُصرت کا ترانا ہو مُبارک تُمکو

مجھسے کہتے ہین مرے طالعِ بیدار جلیل
شاہِ عثمان کا زمانا ہو مُبارک تُمکو

تاریخِ جشنِ مذکور

منا رہے ہین شہِ نامدار سالگرہ
لُٹا رہی ہے دُرِ شاہوار سالگرہ

زبان پہ مصرعِ تاریخ بے بہا آیا
مُبارک اے شہِ عالی وقار سالگرہ
۱۳۴۳ ھ

قطعۂ تہنیت تقریب ختنۂ شہزادگان بلند اقبال نواب میر حمایت علیخان بہادر و نواب میر شجاعت علیخان بہادر زاد عمرہما و اقبالہما

کیا سرور افزا ہے شہزادون کی تقریب سعید	آج فرحت سے جلیل اپنا کلیجا بڑھ گیا
جیسے گل لینے سے بڑھ جاتی ہر رونق شمع کی	ویسے ہی ختنے سے شہزادون کا جلوہ بڑھ گیا

قطعۂ تاریخ تقریب مذکور

ہوا شاہ کے نونہالون کا ختنہ	یہ شادی مبارک یہ جلسہ مبارک
جلیل آج برجستہ فکر سخن ہو	لکھو سال ختنہ یہ ختنہ مبارک
	۱۳۳۲ھ

قطعۂ تہنیت جشن ختنۂ شہزادگان بلند اقبال نواب میر حمایت علیخان بہادر و نواب میر شجاعت علیخان بہادر زاد عمرہما و اقبالہما

نئی محفل ہے نئے رنگ کا دربار ہے آج	شمع اقبال سے روشن در و دیوار ہے آج
دل مین راحت کے سوا رنج نہ آنے پائے	پاسبانی کے لیے طالع بیدار ہے آج
کشت امید کسی کی نہ رہے گی بے آب	دامن شاہ دکن ابر گہر بار ہے آج
پرتو شہ سے عجب شان ہے شہزادون کی	چاند سورج کی کرن طرۂ دستار ہے آج

حُسنِ یوسف کے سزاوار یہی دونون ہین | جن سے گلزارِ دکن مصر کا بازار ہے آج

شاہ و شہزادۂ ذیجاہ رہین شاد جلیل
ہر دعا گو کی زبان پر یہی ہر بار ہے آج

دیگر

شہزادۂ اوّل کو حمایت ہے علیؓ کی | شہزادۂ ثانی مین شجاعت ہے علیؓ کی
دونون کو یہ دو وصف خدا داد ملے ہین | صورت تو ہے عثمانؓ کی سیرت ہے علیؓ کی

قطعۂ تہنیت گلپوشی شہزادگانِ موصوف زاد عمرہما واقبالہما

آج گھر گھر چمنِ خلد کا سامان دیکھا | جسکو دیکھا صفتِ گل اُسے خندان دیکھا
منتظر شاہدِ مقصود کا تھا دل اپنا | آج دونون کو بہم دست و گریبان دیکھا
نشۂ مے سے تو خالی نہین محفل مین کوئی | انتہا یہ ہے کہ ساغر کو بھی رقصان دیکھا
دیکھنا اس کو مسرت کا اثر کہتے ہین | دشمنون کے دہنِ زخم کو خندان دیکھا
شہ کے دو لعلِ گران مایہ جو گلپوش ہوئے | اپنی رنگت پہ ہر اک پھول کو نازان دیکھا
چشمِ بد دور عجب نور ہے شہزادون پر | اِس کو خورشید تو اُس کو مہِ تابان دیکھا

چشم و ابرو سے عیان کیون نہو جوہر انکا — اُسکے یہ لال ہین جسکو گُہر افشان دیکھا

شوکت و جاہ کو اقبال کو دولت کو جلیل
سبکو سرکار پہ ہوتے ہوئے قربان دیکھا

تاریخِ تقریبِ مذکور

آج اُس شاہ کے پیارے ہوئے گُلپوش جلیل — جو عطا پاش ہے مشہور خطا پوشی مین
تم وہ تاریخ لکھو جسکا ہو انداز جُدا — گُل کھلے عیش کے شہزادون کی گلپوشی مین

۱۳۳۳ھ

قطعہ تہنیت جشنِ سالگرہ شہزادہ بلند اقبال نواب میر حمایت علیخان بہادر زاد عمرہٗ و اقبالہٗ

آج سرکار مین وہ انجمن آرائی ہے — کہ فلک دیدۂ انجم سے تماشائی ہے
کون حاضر نہوا جشن منانے کے لیے — دلمین آئی ہے خوشی لب پہ دُعا آئی ہے
نورِ عینِ شہِ آصف کی یہ ہے سالگرہ — چشم بد دُور جو سر دفترِ رعنائی ہے
شیشہ و جام یہ کہتے ہین ہوا خواہون سے — پھول پینے کا مزہ ہے کہ بہار آئی ہے
کسکو سودا ہے کہ پینے سے کریگا انکار — ایسے موقع پہ کہ رحمت کی گھٹا چھائی ہے
کردیا مست ترے شعر نے محفل کو جلیل — کس مزے کی یہ مے ساغرِ مینائی ہے

قطعۂ تاریخِ افتتاحِ خلوت مبارک (ایوانِ دربار)

بارک اللہ آصفی دربار کیا دربار ہے
مجمعِ جاہ و حشم ہے مطلعِ انوار ہے

چاند ہے تارون مین یا دربار مین شاہِ دکن
یا گلستان مین بہار افزا گلِ بے خار ہے

دیدنی ہے آج یہ خلوت مین جلوت کا سمان
نور کی چھت نور کے در نور کی دیوار ہے

یہ سجاوٹ یہ لطافت یہ نزاکت یہ بہار
دیکھنا خلوت محل ہے یا کوئی دلدار ہے

آصفِ سابع رہین یارب ہمیشہ بامراد
جن کے فیضِ عام سے سارا جہان گلزار ہے

باادب کر عرض یہ تاریخ کا مصرع جلیل
کیا نیا ہے قصرِ شاہی کیا نیا دربار ہے
۱۳۳۴ھ

قطعۂ تاریخِ رحلتِ شہزادی یاورالنسا بیگم مغفورہ

وہ بنتِ آصفِ سابع وہ خلق کی سرتاج
وہ رشکِ مہرِ مبین یاورالنسا بیگم

اجل نصیب ہوئین سب کو غمجان کرکے
لحد مین جا کے بسین یاورالنسا بیگم

اسی سے تیرہ و تاریک ہے نظر مین جہان
کہ اب جہان مین نہین یاورالنسا بیگم

لکھو یہ مصرعِ غم آہ دل کے ساتھ جلیل
سوئے بہشت گئین یاورالنسا بیگم
۱۳۳۴ھ

جہان کو چھوڑ کے فردوس کو کیا آباد
جلیل مین نے یہ لکھی وفات کی تاریخ

دیگر

گئین کہان سے کہان یاورالنسا بیگم
کہ شمع قصر جنان یاورالنسا بیگم
۳۴ ۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ جشن سالگرہ مبارک

جو تشنہ کام تھے وہ آج ہوگئے سیراب
اٹھا جو دست دعا ہاتھ آگئی تاریخ

جلیل چشمۂ رحمت ہے شہ کی سالگرہ
کلید گنج سعادت ہے شہ کی سالگرہ
۳۴ ۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ جشن کتخدائی ہمشیرگان بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

کتخدائی آج ہے ہمشیرگان شاہ کی
رنگ ہے کچھ اور ہی دربار گوہربار کا
پاک ہے ہر رسم بیجا سے یہ تقریب سعید
توفلاطون زمان ہے تو ارسطوئے جہان

کیا مبارک جشن ہے کیا انجمن ہے لاجواب
بخت و دولت ہین سلامی عیش و عشرت باریاب
مرحبا اے حامی دین آصف گردون جناب
کاملون مین فرد کامل عادلون مین انتخاب

داد دیتا ہون مین اس تاریخ شادی کی جلیل
آج ہین اک برج مین دو آفتاب و ماہتاب
۳۴ ۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ تہنیت دربار سالگرہ مبارک

ہو مُبارک شہِ عثمان علیخان بجاہ
یہ شہانہ تری محفل یہ سُہانا دربار

نذر کے واسطے لایا ہے یہ تاریخ جلیلؔ
ہے عجب عُقدہ کُشا سالگرہ کا دربار

۱۳ ۳۴ ھ

قطعۂ تاریخ تہنیت دربار یادگارِ جلوسِ مُبارک

شہا اقبال و دولت مین کوئی تیرا نہ ہمسر ہو
ترا دربان دارا ہو ترا طالع سکندر ہو

ترے دورِ حکومت مین جمے وہ رنگ عشرت کا
فلک کھاتا رہے چکر زمین پر دورِ ساغر ہو

زہے شاہِ فلک رُتبہ زہے دربارِ شاہانہ
ستارے اُسپہ قربان ہون قمر اُسپر نچھاور ہو

الٰہی تو نگہبان میر عثمانِ علیخان کا
نگہبان تیرے بندون کا یہ شاہِ بندہ پرور ہو

عروسِ سلطنت نازان رہے اپنی جوانی پر
حشم کا جاہ کا اقبال کا سہرا ترے سر ہو

جگر ہوتے رہین ٹکڑے بقولِ ذوقؔ اعدا کے
تری شمشیرِ جوہر دار مین نُصرت کا جوہر ہو

جلیلؔ اس جشن کی تاریخ کیا نایاب نکلی ہے
یہ آصفجاہِ سابع تاجدارِ ہفت کشور ہو

۱۶ ۱۹ء

قطعۂ تاریخ تہنیت عیدِ سعید

دیکھنا سرکار مین کیا محفل آرائی ہے آج
عیش و عشرت ہمنشین ہین عید مُجرائی ہے آج

وقت اسکا ہے کہ چھلکیں بادہ اطہر کے جام کسقدر حیرت فزا یہ آصفی دربار ہے	نور کی بارش ہے رحمت کی گھٹا چھائی ہے آج خود تماشا بن گیا ہے جو تماشائی ہے آج

اے جلیل اک مصرع تاریخ نکلا لاجواب
شاہ عثمان سے گلے ملنے کو عید آئی ہے آج
١٣٣٤ھ

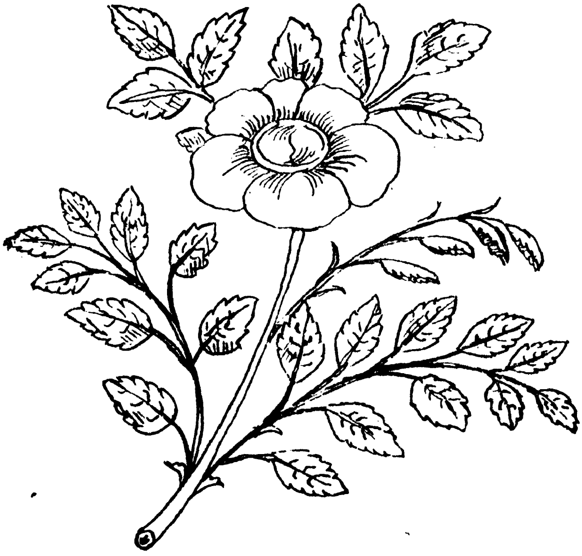

قطعاتِ تاریخ طبعِ جانِ سخن

جناب مولوی صدیق احمد صاحب اثرؔ ناظم عدالت ضلع سرکار عالی فرزندِ مصنّف

اے خوشا شاعری خوشا دیوان	جان ہے یہ سخن کی یا دیوان
دل ہو قربان اثرؔ وہ لکھ تاریخ	نقشِ ثانی ہے دوسرا دیوان
	۱۳۲۴ھ

جناب مولوی محمود احمد صاحب انورؔ مینائی فرزندِ امیرؔ مینائی

دے رہا ہے کیا مزا جانِ سخن	دردِ دل کی ہے دوا جانِ سخن
مصرعِ تاریخ انورؔ نے لکھا	دلفروز و دلربا جانِ سخن
	۱۳۲۴ھ

جناب منشی سید علی احسن صاحب احسنؔ مارہروی تلمیذِ فصیح الملک داغؔ دہلوی

اے زمزمہ سنجانِ گلستانِ معانی	سُن لو کہ جلیلِ ہمہ دان نغمہ سرا ہے
دیوانِ دوم جانِ سخن نام ہے جس کا	چھپکر نظر افروزِ گروہِ شُعرا ہے

ہے صاف بیان شستہ زبان پاک مضامین
جن مین نہ کوئی جھول نہ تعقید ذرا ہے

دیوان نہین انجمنِ ناز ہے گویا
حورون کی صفین ہین کہین پریونکا پرا ہے

جانِ سخن و روحِ معانی ہو نہ کیونکر
خالی ہے معائب سے محاسن سے بھرا ہے

کیون قدرِ جلیل آج نہو عام کہ اوپر
الطافِ سلاطین و نگاہِ وزرا ہے

کیا نقدِ سخن ہو کوئی ٹکسال سے باہر
ہر نقطہ یہان سکۂ رائج سے کھرا ہے

سرسبز نہ کس طرح ہو کشتِ سخن اُسکی
دل جسکا مثالِ شجرِ تازہ ہرا ہے

ہر چند کرو فکر مگر اُٹھ نہین سکتا
جو لفظ یہان طبعِ سخن رس نے دھرا ہے

دنیاے سخن مین ہے جلیل آج یگانہ
ہر شخص کو اقرار یہ بے چون وچرا ہے

تاریخ کی احسن ہے اگر فکر تو لکھدو
یہ کاوشِ افکارِ جلیل الشعرا ہے

۱۳۳۴ھ

ولہ

دیوان دوسرا جو چھپا ہے جلیل کا
مطبوعِ شاعرانِ زمن بے دلیل ہے

تاریخ کیا نمود کی احسن نے کی رقم
جانِ سخن نمایش طبعِ جلیل ہے

۱۳۳۴

جناب مولوی سید احمد اللہ صاحب احمد اورنگ آبادی تلمیذِ مصنف

کیا تصرف ہے امیرِ لکھنوی کا دیکھیے
دوسرا بھی ہو گیا مطبوع دیوانِ جلیل

فکر تھی اس کی کہ چھپنے کی کوئی تاریخ ہو
کلکِ احمد نے یہ لکھا فیضِ فرمانِ جلیل

۱۳۳۴ھ

جناب نواب اختر یار جنگ بہادر اختر مینائی ناظم و معتمد امور مذہبی سرکار عالی خلف حضرت امیر مینائی

شاعرون نے جو مزہ جانِ سخن سے پایا
بلبلون نے وہ کہان سیرِ چمن سے پایا
شان دیوان کی روشن ہے اسی سے اختر
نام یہ جانِ سخن شاہِ دکن سے پایا
۱۳۲۴ھ

ولہ

بڑھ گئی جانِ سخن سے آب و تابِ شاعری
ہر سخن دفتر ہے ہر نکتہ کتابِ شاعری
آسمان کہتا ہے اختر اسکی رونق دیکھکر
کیا یہ چمکا ہے دکن سے آفتابِ شاعری
۱۳۲۴ھ

جناب نواب میر حسن علیخان صاحب امیر منصبدار تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

چھپ گیا صد شکر دیوانِ جلیل
خوب چمکا ماہِ تابانِ سخن
تاج وہ دیوان تھا یہ سرتاج ہے
کہہ رہی ہے اور کچھ شانِ سخن
لعل و گوہر کی طرح روشن ہے لفظ
ہے بجا اس کو کہین کانِ سخن
شاعری مین خاص تلمیذِ امیر
ہین جلیل القدر سلطانِ سخن
اس کی نادر ہو کوئی تاریخ طبع
مجھکو یہ پہونچا ہے فرمانِ سخن
مصرعِ پُر زور لکھدے اے امیر
جان ہے عشاق کی جانِ سخن
۱۳۲۴ھ

ولہ

ہو گیا طبع دوسرا دیوان
جسکا شُہرہ اُڑا ہے شہر بشہر

خوب لکھی امیر نے تاریخ
ہدیۂ بے نظیر طوطیِ دہر

۱۳۲۴ھ

جناب سید احمد حسین صاحب برق از مدراس تلمیذِ مصنف

چھپا اور دیوان اُستاد کا
خوشی آج عالم کو دونی ہوئی

وہ خُورشید نکلا جسے دیکھکر
نظر خیرہ اہلِ نظر کی ہوئی

سما سے سمک تک اُسی کا ہے نور
یہ ہے روشنی اُسکی پھیلی ہوئی

نگہ مین تھی تاجِ سخن کی چمک
کہ جانِ سخن کی جھلک بھی ہوئی

دکھایا ہے پھر شاہدِ طبع نے
وہ جلوہ کہ پھر غشی طاری ہوئی

نئی مجھکو سوجھی ہے تاریخ برق
تجلّی کی تکرار اچھی ہوئی

۱۳۲۴ھ

جناب حکیم برہم صاحب آنریری مجسٹریٹ گورکھپور و اڈیٹر اخبار مشرق تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

یہ وہ سخن ہے کہ جبکا ہے نام جانِ سخن
بھرا ہے حُسن سے برہم تمام جانِ سخن

جواب مصرعِ تاریخ کا بھی ایک نہین
جلیل روحِ سخن ہین کلام جانِ سخن

۱۹۱۶ء

جناب محمد افتخار علی صاحب جگر صدیقی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

عشقِ عالم سوز بے سامان تھا اول روز ہی
حُسن کا بزمِ ازل مین بھی تھا سامان دلفریب

عشقِ غارتگر نے پایا شانۂ بختِ سیاہ
حسنِ دلکش کو ملی زلفِ پریشان دلفریب

کیون نہ اس ہستی مین ہون برباد دل عشّاق کے
کیون نہ اس عالم مین ہون اندازِ خوبان دلفریب

عاشقِ ناشاد کو درد و الم سے کام ہے
دلبرِ خودکام کے ہین ظلمِ پنہان دلفریب

بُلبلِ دل دامِ اُلفت سے رہا ہوتا نہین
کسقدر ہے حُسنِ دلکش کا گلستان دلفریب

جان دیدیتا ہے پروانہ گلہ کرتا نہین
کیا تجلّی ہے تری شمعِ شبستان دلفریب

پڑتے ہین ناوک دلِ صدچاک بیحد شاد ہے
ہین نگاہِ شوق کے تیرِ پرافشان دلفریب

بیرخی نے خُوب پیدا کی ادائے جانستان
ہوگئی کچھ اور چشمِ مستِ جانان دلفریب

جان لیکر پھر جلانے مین اُسے آتا ہے لطف
ہے مسیحا کا مرے اندازِ درمان دلفریب

حُورین شرمائین جو دیکھین اُس سراپا ناز کو
ایسے بھی دیکھے نہین اندازِ انسان دلفریب

بیخطا وہ سنگدل ناراض مجھسے ہوگیا
سُرخ ہوکر ہوگئے رخسارِ جانان دلفریب

وہ بھی دن ہو وہ مرے آغوش مین ہو مین کہون
سب ترے انداز ہین اے شاہِ خوبان دلفریب

تجھسے بڑھکر ہے ترے چلنے کی حسرت جانفزا
تجھسے بڑھکر ہے ترے ملنے کا ارمان دلفریب

شان ہے جو تجھ مین اُسمین دلبری کی شان ہے
بات ہے جو تجھ مین ہو ای آفتِ جان دلفریب

تیری رعنائی پہ رعنائی زمانے کی فدا
تیری زیبائی ہے زیبائی کے شایان دلفریب

دل کے کُچھ ٹکڑے بچھا رکھّے ہین تیری راہ مین
ہے تری رفتار اے سروِ خرامان دلفریب

اے دل آرام مژدۂ دلکش سُنانا ہے تجھے
ہے بجائے خود کلامِ ہر سخندان دلفریب

پر جلیلِ نامور کا ہے وہ اندازِ سخن / جسکو سُنکر بول اُٹھے تصویرِ بیجان دلفریب

کیا طبیعت پاک پائی ہے خدا کی شان ہے / کیا کلام دلکشا ہے نور افشان دلفریب

دوسرا دیوان کس خوبی سے شایع ہو گیا / ہے سراپا صورتِ تصویرِ خوبان دلفریب

مصرعِ سالِ اشاعت کہکے دل خوش ہو جگر / کیا کہوں جانِ سخن ہے کیا ہی دیوان دلفریب

۱۳۳۴ھ

جناب حافظ سیّد عبد الجلیل صاحب مارہروی

مژدہ ز پئے ریختہ گویانِ انام / مطبوع شدہ جانِ سخن این ایّام

دیوان ز جلیل ہست و سالش ز جلیل / مطبوعِ سخنورانِ عالم چہ کلام

۱۳۳۴ھ

وله

آن دوست جلیلِ گنجِ نکتہ دانی / در شعر تلمذ از امیرش دانی

مطلب بطلب ز مصرعِ تاریخی / دیوان ز جلیل نامی ست این ثانی

۱۳۳۴ھ

وله

دیوانِ جلیل ثانی است این / کانست قدیم مخلصِ من

بہرِ تاریخ آن زیادہ / بیکار بود تفحصِ من

این مصرع واقعی بخوانم / دیوان از ہمہ تخلصِ من

۱۳۳۴ھ

[illegible] ۱۳۳۴ھ [illegible] ۱۹۱۶ء

—•—•—

جناب ریاض

خوب چھپا تازہ کلامِ جلیل
کیون نہ کہین سب اسے جانِ سخن

مستند اسکے لیے قولِ ریاض
جانِ سخن جانِ جہانِ سخن

فیض رسان ساقیِ مینا پرست
مُغبچے ہین پیرِ مغانِ سخن

ہین اسی میخانے سے اب خُم کے خُم
بادہ فروشانِ دکانِ سخن

جانِ سخن تجھ مین ہے شانِ امیر
جانِ سُخن تجھ سے ہے شانِ سُخن

جانِ سخن تونے بچایا اسے
ورنہ مٹا ہی تھا نشانِ سخن

جانے کو تھی باغِ سخن کی بہار
جمنے کو تھا رنگِ خزانِ سخن

داغون کے تھے باغ کھلے بعدِ داغ
کس سے کہون دردِ نہانِ سخن

کس سے کہون کون بنا بعدِ داغ
چارہ گرِ دردِ نہانِ سخن

داغ مٹے مٹ گئے اُستاد امیر
ہے سخن اب مرثیہ خوانِ سخن

رہ گئے ہم گردِ پیِ کاروان
نقشِ کفِ راہروانِ سخن

نقشِ کفِ پا بھی نہین نقشِ آب
خاکِ سرِ آبِ روانِ سخن

آنکھ مین دے کون جگہ خاک کو
کوئی نہین مرتبہ دانِ سخن

جھوٹ ہے یہ کوئی نہین مرتبہ دان
ہین ابھی کچھ مرتبہ دانِ سخن

پیشِ نظر قدرِ جنابِ جلیل	دیگا ترقی ابھی جانِ سخن
لطفِ بیان شاہدِ معنی کی جان	جانِ سخن کیون نہ ہو جانِ سخن
جانِ سخن نے نئی پھونکی ہی روح	بڑھ گئی ہے تابِ توانِ سخن
وصف مین اشعار کے تاریخ ہے	ہین وہ سبھی روحِ روانِ سخن
	۱۳۴۴ھ
چن لیے چھبتے ہوئے شعرا ریاض	دل مین ہین اب نشترِ جانِ سخن
	۱۶ــ ۱۹ء

جناب منشی محمد صدیق خانصاحب رعد جونپوری تلمیذِ مصنف

جانِ سخن کو دیکھ کے دل نے یہ دی صدا	کردو نثار اسپہ کلیجا نکال کے
تاریخ رعد کی یہ جواہر ہین تو لیے	مصرع نہیں یہ شعر کے ٹکڑے ہین لال کے
	۱۶ ۱۹ء

جناب منشی سید زاہد حسین صاحب زاہد سہارنپوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

اللہ اللہ کیا جلیل القدر ہے نظمِ جلیل	ہو گیا ملکِ دکن مین کیا زمانے بھر مین نام
منتظم ہو دم سے جسکے نظمِ اُردو کا نظام	ایسا ناظم کیون نہ ہو منظورِ محبوبِ نظام
دم ہے اس معجز بیان کا باعثِ احیائے نظم	جسنے باطل کر دکھایا قولِ من یحیی النظام
یہ کمال و بخت بخشا ہے اگر اسے لم یزل	عمر بھر دونون کو رکھنا لایزال ولاینام
ہم بھی نازان ہین پرانا ہمصفیر اپنا ہے یہ	نغمہ سنج ایک گلستان مین تھے ہم اور یہ مدام
میکش ایک میکدے کے تھے پلاتے رہتے تھے	حضرتِ مینائی مینو مکان مینا و جام

تھے ہمیشہ تر دماغ و سرخوشِ صہبائے نظم
رات دن رہتے تھے مست اور مست بھی مستِ مدام

اک نگاہِ خاص ادھر تھی ساقیِ فیاض کی
اک زمانہ تھا اگرچہ فیضیابِ فیضِ عام

ہوگئی برہم وہ صحبت اور وہ دور آخر ہوا
ہان وہ فیض ابتک ہے جاری اور رہیگا تاقیام

ہے اُسی فیضان سے نامی جلیلِ نامور
جو دکن مین آج ہے اُستاد کا قائم مقام

ایک دیوان چھپ چکا تھا دوسرا چھپتا ہے اب
نام ہے جانِ سخن لیکن ہے یہ جانِ انام

بن سنور کر کرکے بارہ ابرن اور سولہ سنگار
جلوہ گر ہوتا ہے اب یہ شاہدِ زیبا خرام

دونون دیوان مین جو یکتا دون ہے ہمرنگ کی
وہ فصاحت التیام اور یہ بلاغت انضمام

نقشِ اوّل مانیے دیوانِ اول کو اگر
نقشِ ثانی حُسن مین دیوانِ ثانی ہے تمام

پہلے دیوان سے بھی اول دوسرا ہے اسلیے
چار جانب ملک مین پہلے ہی سے ہے دھوم دھام

اسکا ہر مصرع ہے فرطِ تازگی سے شاخِ گُل
اسکا ہر مضمون رنگینی سے ہے بیجادہ فام

جتنے بھی الفاظ کے غنچے ہین انسے خود بخود
غنچہ خندی ہے عیان اور اہتزاز و ابتسام

شوخ ایسے شاہدِ مضمون ہین جن کو دیکھکر
دور ہی سے فتنۂ محشر کرے جھک کر سلام

جلنے والے گرمیِ مضمون سے ٹھنڈے ہوگئے
ہوگئی آخر یہ آگ اُن کے لیے برد و سلام

مجکو اس دیوان کی تاریخ کہنے کے لیے
بعد اک مدت کے ہمراہِ سلام آیا پیام

اس لیے صرف امتثالِ امر ہے یہ ورنہ مین
آجکل آلام سے ہون مستمند و مستہام

مصرعِ تاریخ پاکیزہ ہے زاہد کا کلام | جوہرِ پاکیزۂ و جانِ سخن روحِ کلام
۱۳۰۴ھ

ولہ

جلیلِ سخنور کا سکہ جما ہے | میانِ دکن حکمرانِ سخن ہے
کہان ہین جو نقادِ شعر و سخن ہین | پرکھ لین دمِ امتحانِ سخن ہے
چمن گونج اُٹھا ہے نغمون سے جسکے | یہ وہ بلبلِ بوستانِ سخن ہے
غنیمت ہین یہ زمزمے اور سن لین | کہ نزدیک دورِ خزانِ سخن ہے
اگر آسمانِ سخن شاعری ہے | یہ شاعر مہِ آسمانِ سخن ہے
ذرا شان و اندازِ دیوان تو دیکھو | بڑھی شان سے جسکی شانِ سخن ہے

کہا مین نے دیکھا جو دیوان زاہد
یہ اندازِ دیوان تو جانِ سخن ہے
۱۳۰۴ھ

ولہ

عجب تحفہ یہ دونون نور کے دیوان نکلے ہین | ہر اک جنمین سے رشکِ شمس و رشکِ بدر ہدیہ ہے
برابر پہلے دیوان کے ہے زاہد شان و قدر اسکی | جلیل الشان وہ تھا یہ جلیل القدر ہدیہ ہے
۱۳۰۴ھ

جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

جلیل آن شاعرِ یکتا کہ از طبعِ روانِ اُو | محیطِ آبِ حیات و قطرہا دُرِ عدن گردد

دمیده صور کلکش جانِ تازه در سخن اید ون
شگفته نیست گر بهر خار و خس سرو دمن گردد

سمر شد شعرِ او در شهرها چون نافهٔ اذفر
دلا وقت است گر خاکِ دکن رشکِ ختن گردد

چو مملو گشت دیوانِ دوم از شعرِ شیرینش
چه شیرینی که در کامِ دل و جان قطره زن گردد

نموده قصدِ طبع آن فزوده شوقِ مشتاقان
ز قربِ وصل آری طبعِ عاشق پرفتن گردد

مسیحی سالِ دیوان خوش بخوان شوکت دعا کن
بصدقِ دل بگو جانِ سخن روحِ سخن گردد

۱۹۱۶ء

ولہ

میر و سودا جرأت و انشا انیس و مصحفی
تھے یہی انفاسِ قدسی رہبرِ دینِ سخن

غالب و مومن ہین و نیا مین نہین ذوق و امیر
تخت خالی کر گئے اپنے سلاطینِ سخن

ناسخ و آتش کو گردون نے کیا پیوندِ خاک
ساتھ ہی ان کے ہوئی تجہیز و تکفینِ سخن

درد تک تھی ترجمانِ دردِ فرقت شاعری
نالہاے بے اثر ہین اب مضامینِ سخن

کون دیکھے آنکھ اٹھا کر دفترِ اشعار کو
ہو گئے تقویمِ پارینہ فسرایینِ سخن

ہو شبستانِ معانی مین نظر افروز کون
شمعِ مرقد بن گئی ہے شمعِ بالینِ سخن

ناظم و شاعر کا رتبہ ایک ہے اس عہد مین
ہین نئے شاعر نرالے ہین قوانینِ سخن

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
ورد رکھتے ہین یہی پابندِ آئینِ سخن

کوئی پوچھے بال و پر جسکے بندھے ہون اسطرح
مائلِ پرواز ہو کیونکر وہ شاہینِ سخن

کیا وہ سمجھے شاعری جزویست از پیغمبری
ہو نہ جس شاعر کو الہامِ مضامینِ سخن

اس نزاکت کو جلیلِ نکتہ داں سے پوچھیے
آج جنکی شاعری ہے جانِ تمکینِ سخن

آج ہے دیوان جنکا مخزنِ اسرارِ عشق
خوئے دلبر سے سوا نازک مضامینِ سخن

دیکھکر ہر مصرعِ تر کو یہ ہوتا ہے گمان
صفحہ پر بکھری ہوئی ہے زلفِ مشکینِ سخن

خالِ روے شاعری ہر نکتۂ باریک ہے
آب و رنگِ شاعری معنیِ رنگینِ سخن

کیوں نہ دین اہلِ معانی دادِ افکارِ جلیل
جبکہ خود شاہِ دکن فرمائیں تحسینِ سخن

اگرچہ شوکت نام ہے جانِ سخن دیوان کا
ہے مگر تاریخ اسکی - جانِ شیرینِ سخن

۱۳۳۴ھ

جناب مولوی سید الشکور صاحب شیدا تلمیذِ مصنف

اک تاجِ سخن پہلے کا دیوانِ سخن ہے
اور دوسرا یہ جانِ سخن کانِ سخن ہے

کیونکر نہ اسے دیکھ کے دل جی اُٹھے شیدا
یہ روحِ روان جانِ ادا جانِ سخن ہے

۱۳۲۵ سنہ الٰہی

جناب مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ کنتوری

جب جلیلِ صاف طینت نے کیا آراستہ
آئنہ خانہ بنا رونق سے دیوانِ سخن

ہیں خدا کے فضل سے حافظ کلام اللہ کے
سہل ہے ان کے لیے تفسیرِ قرآنِ سخن

چھپ گیا دیوان بزم افروز عجیب و فصیح
روح بالیدہ ہے اسکا نام ہے جانِ سخن

ایک جولانگاہ ہے فکرِ مصنف کے لیے
خواہ میدان شعر کا ہو خواہ میدانِ سخن

وسعتِ مضمونِ گردون سیر کا ایما ہے یہ
تازگی سے بندشون سے جدتون سے نکتون سے

نقطے کلیان دائرے گُل سطرین ہین سروبھی
حرف رنگین لفظ رنگین شعر رنگین یکقلم

جل رہے ہین جسطرح دیکھو مضامین کے چراغ
وصف اس دیوان کا آسان نہین اے شیفتہ

طبع کی تاریخ لکھو صنعتِ منقوطہ مین

تنگ ہین میرے لیے دشت و بیابانِ سخن
چار فصلون مین رہا سرسبز بُستانِ سخن

تازہ و رنگین ہے دیوان یا گلستانِ سخن
دامنِ گلچین ہے یا پھیلا ہے دامانِ سخن

مثلِ قصرِ مہوشان روشن ہے ایوانِ سخن
تمنے اتنا بھی لکھا تمپر ہے احسانِ سخن

دلکش و مطلوب دل زیبا بیش و جانِ سخن
۱۳۳۴ھ

جناب مولوی حکیم سید محمد فخرالدین صاحب صبیح تلمیذ وسیم خیرآبادی

ہمنے دیکھا جلیل کا دیوان
حق تو یہ ہے کہ آپ کا ہر شعر
ایک قربان ہو کے بول اُٹھا

فکر اچھوتی خیال عالی ہے
تازہ پھولون کی ایک ڈالی ہے

نظم مین جان اسی نے ڈالی ہے
۱۳۳۴ھ

جناب مولوی عبدالواسع صاحب صفا پروفیسر عربی جامعِ عثمانیہ حیدرآباد تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

سراپا رنگ مین ڈوبا ہوا ہے
نمایان ہے کہین اُستاد کا رنگ
ڈھلا ہے حُسن کے سانچے مین یکسر

جلیلِ خوش بیان کا تازہ دیوان
اسیر و مصحفی کی ہے کہین شان
نہین دیوان یہ ہے حسن کی کان

نکیلے شعر ہین ہر ہر زمین مین — پریزادون کی محفل ہے کہ دیوان
بلا کی شوخیان ہین ہر غزل ہین — ادائین ہین ادا بندی پہ قربان
جگہ پائی ہے اسکی ہر غزل نے — حسینون کے دلون مین بنکے ارمان
قدِ موزون سے یہ مصرع ہی موزون — رُخِ گلگون کی ہے اشعار مین شان
مضامین مین بلندی اسقدر ہے — کہ جسپر رفعتِ گردون ہے قربان
دُرِ معنی ہین یا انمول موتی — گُلِ الفاظ یا فردوس کی جان
غضب کی ہے صفائی بندشون مین — جسے دیکھے تو ہو آئینہ حیران
صفؔا لکھ طبعِ دیوان کی یہ تاریخ — کہ ہے جانِ سخن عشاق کی جان

۱۳۲۴ھ

ولہ

جلیلِ خوش بیان کی ہی جو شہرت سارے عالم مین — یہ ثمرہ ہے امیرِ نامور کے فیضِ صُحبت کا
ہوے اُستادِ آصف کے بڑھا رُتبہ ملا منصب — دکن مین آپ نے روشن کیا ہے نام حضرت کا
زمین مشکل سے مشکل ہو قلم ان کا نہین رُکتا — نہین ملتا ہے تھل بیڑا کہین بحرِ طبیعت کا
لکھا نامِ خُدا جانِ سخن کیسا پری دیوان — جلیل القدر نے دریا بہایا ہے بلاغت کا
سخنور اسکو اپنی آنکھ کی پُتلی بنائین گے — کہ منظورِ نظر ہے یہ شہِ دیجاہ د شوکت کا
صفؔا آیا ہے دامانِ طلب مین واہ کیا مصرع — یہ دیوان کیا ہے گلدستہ ہے گلہاے فصاحت کا

۱۳۲۴ھ

جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری تلمیذ مصنف

کیون دھوم نہ ہو خسروِ اقلیمِ سخن ہے	چھپتا ہے کلام اُسکا جو اُستادِ زمن ہے
گلچین بھی سمجھتے ہین اسے پھولون کی ڈالی	بُلبُل کو ہے دھوکا کہ تروتازہ چمن ہے
کہتے ہین زبان سے یہ نزاکت بھرے اشعار	یہ میر کا انداز - یہ مرزا کا چلن ہے
سیچین ہین اب دیکھنے والون کی نگاہین	اک حُسن ہے معنی مین کہ پردہ مین دُلہن ہے
اِعجاز ہے اِعجاز ہے اِعجاز ہے واللہ	قائل اسی اعجاز کا ہر اہلِ فن ہے
شوخی ہے کسی مین تو نزاکت ہے کسی مین	ہر شعر مین اک طرح کا بیساختہ پن ہے
تاریخ بھی کیا خوب کہی آپ نے صفدر	جو لفظ ہے دیوان کا وہ جانِ سخن ہے ۱۹۱۶ء

جناب مولوی میر ریاست علی صاحب عادل اورنگ آبادی جاگیردار تلمیذ مصنف

چھپ گیا دوسرا اُستاد کا دیوان صد شکر	ثانیِ تاجِ سخن لائقِ شاہانِ سخن
کیون نہ اس نام پہ مین جان تصدق کردون	کتنا پیارا بخدا نام ہے یہ جانِ سخن
میر و سودا کے بھی دیوانون مین یہ بات نہین	چشمِ بد دور کہ ہے اور ہی کچھ شانِ سخن
ہند مین کس نے نہین آپ کا لوہا مانا	آج لاریب جلیل آپ ہین سلطانِ سخن
ہند اس ذاتِ مقدس پہ نہ کیون ناز کرے	جانِ بزمِ شعرا آپ - سخن جانِ سخن
حشر تک آپ کو اللہ سلامت رکھے	بقعۂ نور اسی دم سے ہے ایوانِ سخن

سبز و شاداب رہے حشر تک آباد رہے
رہے محفوظ خزان سے یہ گلستانِ سخن

فکرِ تاریخ اگر آپ کو ہے اے عادل
اتنا کہدیجیے - زیبا چمنستانِ سخن
۱۳۴۴ھ

اور کی فکر جو تاریخ کی آئی آواز
کہدے عادل اسے تو گلبنِ بستانِ سخن
۱۳۲۵ف

جناب مولوی سید عبد الرزاق صاحب عاصی معتمد جاگیرات نواب فخر الملک بہادر تلمیذِ مصنف

چھپ گیا دیوان اُس اُستادِ عالیجاہ کا
آج سارے ہند مین جسکا نہین کوئی عدیل

ہادیِ اہلِ زبان ہے رہنمائے اہلِ فن
اپنی جدت مین ہے دیوان آپ ہی اپنا مثیل

اسطرح اہلِ سخن ہین اس سخن سے فیضیاب
مہر سے پاتا ہے جیسے نور ہر جرمِ ثقیل

دشمنون کے واسطے آتشکدہ نمرود کا
دوستون کے واسطے گویا ہے گلزارِ خلیل

ہے زبان کوثر سے شستہ روزمرہ صاف صاف
بے تامل حرف حرف اِسکا فصاحت کی دلیل

اس کی سطرین ہین کہ زلفین کھل گئی ہین حور کی
ہے بیاضِ صفحہ یا رخسارِ محبوبِ جمیل

ہین دوائر اِسکے یارب یا چھلکتے جام ہین
یا لگی ہے راہ مین جنت کے کوثر کی سبیل

یہ امیرِ ذی شرف کے جانشین کا ہے کلام
مانتے ہین جسکو سب اُستادِ فن بے قال و قیل

یہ رہین دنیا مین باعز و شرف با آبرو
پائین یہ عالم مین یارب خضر سان عمرِ طویل

عرض کی عاصی نے یہ تاریخ بہرِ افتخار
کام جان زیبِ بیان جانِ سخن فکرِ جلیل
۱۳۴۴ھ

جناب سید محمد انور الدین صاحب عتیق تلمیذ مصنف

آجکل جن کی نسیمِ فیض سے / لہلہاتا ہے گلستانِ سخن
جن سے ہے آراستہ بزمِ کمال / ہے منور جن سے ایوانِ سخن
ذات پر جن کی فصاحت کو ہے ناز / نام سے جن کے بڑھی شانِ سخن
فخر کرتی ہے بلاغت جن پہ آج / اور جو ہین ماہِ کنعانِ سخن
اور جلیل القدر ہے جنکا خطاب / جو ندیم شہ ہین سلطانِ سخن
جن کی شاگردی کا مجکو ہے شرف / جن سے پایا مین نے فیضانِ سخن
دوسرا دیوان اُن کا چھپ گیا / جس سے بالا ہوگئی شانِ سخن
عرض کی تاریخ یہ مین نے عتیق / جان ہے عشاق کی جانِ سخن
۱۳۳۴ھ

ولہ

یہ ہے ہند و دکن مین آج چرچا / چھپا دیوان جلیلِ نکتہ دان کا
فصاحت اسپہ صدقے ہو رہی ہے / بلاغت ہو رہی ہے اسپہ شیدا
صنائع اور بدائع کا ہے مخزن / مضامین و معانی کا ہے دریا
اگر دیکھین اسے اہلِ بصیرت / نظر آئے یہا پہ طورِ سینا
عتیق اب سال منقوطہ مین تم بھی / لکھو حضرت کا دیوان چھپ کے نکلا
۱۳۳۵ف

جناب مولوی محمد حفیظ الدین صاحب عنصر تلمیذ مصنف

دیدہ ہا روشن شد از نورِ کلام	ہست این دیوان کہ شمعِ انجمن
از پئے تاریخ طبعش برملا	گفت عنصر۔ جانِ شیرینِ سخن ۱۳۳۴ھ

ولہ

چھپ گیا دیوانِ اُستادِ زمن	بڑھ گئی عالم مین اب شانِ سخن
سالِ ہجری اسکا عنصر نے کہا	مرہمِ دل مرحبا جانِ سخن ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

مطبوع شدہ کلامِ رنگینِ جلیل	این مژدہ باہلِ فن مبارک باشد
دیوانِ دوم چو داد اکنون ترتیب	اُستادِ شہِ دکن مبارک باشد
از دیدنِ این کلامِ دلکش رنگین	شادان شدہ مرد و زن مبارک باشد
بر ذاتِ جلیلِ افتخارِ دوران	نازِ اہلِ وطن مُبارک باشد
سالِ طبعش بصد مسرت کوثر	گفتہ۔ جانِ سخن مبارک باشد ۱۳۳۴ھ

ولہ

طبع شد دیوانِ بے مثلِ جلیل	شد دو بالا رفعت و شانِ سخن
نظمِ او روحِ روانِ شاعری	نثرِ رنگینش دل و جانِ سخن

شعلۂ طور است یا قندیلِ نور	یا چراغ طاقِ ایوانِ سخن
از گل و ریحانِ الفاظش شگفت	بے خزان رنگین گلستانِ سخن
سالِ طبعش خامۂ کوثر نوشت	عطرِ حسنِ نازنینانِ سخن
	۱۳۰۶ الٰہی

ولہ

چون مرتب کرد دیوانِ دوم	آن جلیلِ نکتہ دانِ فخرِ زمن
از جلیل القدر اعزازش فزود	تاجِ فرقِ خسروانِ شاہِ دکن
بر وجودِ پاک و ذاتش می سزد	افتخار و نازشِ اہلِ وطن
نجمِ بختش تا قیامت نور بار	بر مرادش دورۂ چرخِ کہن
کلکِ کوثر سالِ بنگلہ زد رقم	لوحِ نورِ ماہ رویانِ سخن
	۱۳۲۳ بنگلہ

ولہ

چون مرتب گشت دیوانِ دوم	چرخِ چارم گشتِ ایوانِ سخن
مرحبا دیوانِ رنگینِ جلیل	باغِ جنت یا گلستانِ سخن
حبذا لفظ و معانیِ بلند	از فلک بالا شدہ شانِ سخن
بس کہ روح افزاست لفظ و معنیش	می سزد گویم اگر جانِ سخن
یک زمانہ از فروغش نوریاب	حبذا شمعِ شبستانِ سخن

شد معطر مغزِ جانِ شاعران
عطر افشان ست ریحانِ سخن

دامنِ نظارگی پُر می کُند
از گُلِ فردوس رضوانِ سخن

یا رب از جورِ خزان محفوظ باد
این ریاضِ سبز و خندانِ سخن

سالِ فصلی کوثرِ تشنہ نوشت
بابِ قصرِ نازنینانِ سخن

۱۳۲۴ ف

ولہ

شکر للہ طبع شد دیوان رنگین و فصیح
از جلیل القدر شاعر کاملِ ہر علم و فن

مادرِ گیتی نزادہ چون جلیلِ نامور
شاعرِ رطب اللسان رنگین بیان شیرین دہن

طبعِ رنگینش بہارِ بوستانِ نظم و نثر
فکرِ والایش چو آبِ بحرِ قلزم موج زن

اخترِ بخشش باوجِ چرخِ ہفتم تافتہ
از فروغِ مہرِ الطافِ شہنشاہِ دکن

از ضیائے نظم و نثرش عالمے روشن شدہ
مثلِ شمعِ طور افشانست در ہر انجمن

گلشنِ اقبال و دولت باغِ جاہ و حشمتش
سبز و خندان باد دائم از طفیلِ پنجتن

کوثرِ معجز بیان تاریخ طبعش عیسوی
گفت موزون تاجِ فرقِ ماہ رویانِ سخن

۱۹۱۶ ع

ولہ

چھپ گیا صد شکر دیوانِ دوم
تازہ فکرِ شاعرِ جادو بیان

کون شاعر ناظمِ رنگین سخن
کون شاعر نا ثرِ شیرین زبان

وہ جلیل القدر و والا منزلت — وہ رفیع الشان وہ عالیِ مکان

مسند آرائے امیرِ لکھنویؒ — جانشینِ بادشاہِ شاعران

واہ کیا دیوان ہے رنگین و لطیف — دلکشا شاداب و خندان بوستان

ہے فصاحت اور بلاغت موجزن — معنی و الفاظ بحرِ دُر فشان

لکھدیا کوثر نے سالِ بکرمی — دل رُبا سر سبز و خرم گلستان

سمت ۱۹ ۷۳

جناب سید نوازش علی صاحب لمعہ ابن شعلہ دہلوی

طبع ہوا دیوان دوم کیا خوب جلیل حسن کا یہ — عہدِ آصفِ سابع مین مشہور ہے جسکا ذکرِ جمیل

اس سے پہلے بھی اک دیوان طبع ہوا تھا خوش اسلوب — تاجِ سخن اجمال تھا اُسکا جانِ سخن اسکی تفصیل

بہرِ ضیافت طبع و پئے تفریحِ دلِ ہر اہلِ سخن — پہلا دیوان خوانِ خلیل اور دوسرا ہے گلزارِ خلیل

شعر و سخن کے جملہ محاسن جمع ہوے اس دیوان مین — خوبیِ لفظ و جدت معنی لطفِ بیانِ حُسنِ تخئیل

طبع کی اسکے مین نے بھی اے لمعہ کہی ہے یہ تاریخ — جانِ سخن ہی روح بیان و عزیزِ دل دیوانِ جلیل

۱۳۳۴ھ

جناب منشی مسعود حسن صاحب مسعود اہلمد مال کلکٹری پرتاب گڈھ برادر زادہ مصنف

نگاہِ شوق سے دیکھے زمانہ یہ دیوان — وہ حُسن ہے کہ ہے آئینہ خانہ یہ دیوان

جو چھپ گیا تو یہ مسعود نے لکھی تاریخ

کہ موتیون کا ہے گویا خزانہ یہ دیوان

۱۳۳۴ھ

جناب مولوی بخشی عبدالوارث خان صاحب وارث

چہ شد جانِ سخن مطبوع امروز
تو گوئی پُرشدہ پیمانۂ عشق
بود ہر بحر او بحرِ معانی
بود ہر بیت او کا شانۂ عشق
اگر تاریخش از وارث بخواہی
مکرر گو زلب - افسانۂ عشق
۱۳۴۴ھ

ولہ

ہر چرخ سخن ہین وہ تا حشر
کیون نہ روشن رہیگا نام جلیل
وارثِ نکتہ دان لکھو تاریخ
تمکو پہونچا ہے حکم عام جلیل
دُرِ معنی ہے جسکا حلقہ بگوش
ہے یہ جانِ سخن کلام جلیل
۱۳۴۴ھ

جناب حکیم امتیاز حسین خانصاحب واقف ابو العلائی طبیبِ شاہی تلمیذِ مصنف

ہو چکا ہے طبع دیوانِ جلیل
بے بہا ہے جنس دُکانِ جلیل
تازہ تر رنگین مضامین پُربہار
ہر غزل ہے اک گلستانِ جلیل
جسکو ہاتھ آیا ملا اُس کو مزہ
ارمغان ہے نعمتِ خوانِ جلیل
کیون نہو وردِ زبان جانِ سخن
دلربا سب کا ہے جانانِ جلیل
ہے جلیل اُستاد اپنے وقت کا
ہر سخنور ہے ثناخوانِ جلیل
کہدیا یہ مین نے واقف سالِ طبع
عشق کا دفتر ہے دیوانِ جلیل
۱۳۴۴ھ

جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب وسیمؔ برادر جناب ریاضؔ تلمیذ امیرؔ مینائی لکھنوی

جبذا فکرِ جانشینِ امیرؔ
کیا کھلائے ہین بوستانِ سخن

کہین نسرین کہین گلاب کھلا
کہین پھولا ہے ارغوانِ سخن

سونگھ کر بوئے گلِ مضامین کی
ہوگئے مست بلبلانِ سخن

انکو سلجھائے صاف فکر تری
گتھیان ہون جو درمیانِ سخن

وہ چلائے ہین تیری فکر نے تیر
جھک گئی پیچ اٹھی کمانِ سخن

اس جہان مین ہے ایک ذات تری
باعثِ رونقِ جہانِ سخن

ہین ترے خواجہ تاش مثلِ نجوم
تو ہے خورشیدِ آسمانِ سخن

سکۂ فکر تیرا چلتا ہے
تو ہے بے شبہہ مہربانِ سخن

کیون نہ آئے سخن کے جسم مین جان
چھپ کے شائع ہوا ہے جانِ سخن

اسکی تاریخ ہے یہ ہجری مین
آج پھولا ہے گلستانِ سخن
۱۳۳۴ھ

ہے یہ ہجری مین دوسری تاریخ
کیا ہی پھولا ہے بوستانِ سخن
۱۳۳۴ھ

معجمہ سے ہے طرفہ صنعت مین
ہے یہ تاریخ آسمانِ سخن

نکل آیا یہ کہہ کے فوراً عیب
واہ جانِ سخن ہے جانِ سخن
۱۳۳۴ھ

خوب فصلی مین ہے وسیمؔ یہ سال
پھلا پھولا ہے بوستانِ سخن
۱۳۲۶ ف

جانِ قطعہ ہے عیسوی مین یہ سال
جانِ جان جانِ نظم جانِ سخن
۱۹۱۶ع

ولہ

جانِ سخن عیسیِ سخن کا
روحِ ملاحت جانِ سخن ہے
تجھکو مبارک مجھکو مبارک
تازہ چمن ہے تازہ چمن ہے
تاجِ سخن معراجِ سخن تھا
جانِ صباحت جانِ سخن ہے
۱۳۳۴ھ

جناب مولوی محمد صدیق الزمان صاحب وفا تلمیذِ مصنف

ہوگئین دیکھ کے آنکھین روشن
چھپ کے دیوان جو دل آرا نکلا
سر پہ آنکھون پہ اسے لین شاعر
اُن کی قسمت کا ستارا نکلا
جسکو دیکھو وہ یہی کہتا ہے
آج ارمان ہمارا نکلا
نسخۂ دردِ دلِ عاشق ہے
زندگی کا یہ سہارا نکلا
کہہ چمکتی ہوئی تاریخ وفا
آج لو عرش کا تارا نکلا
۱۳۳۴ھ

شمس العلما-خان بہادر جناب نواب عزیز جنگ بہادر ولا
صدر محاسب صرف خاص مبارک و مصنف آصف اللغات

ذلك النظم بليغ و فصيح
كل ما فيه مليح و جميل
سنة الطبع ولا ارخها
احسن النّظم كلام لجليل
۱۳۳۴ھ

وله

ما احسن الدیوان فی النظام — هذا الکتاب نزهة الانام
قال الولا مورخاً لطبعة — نظم الجلیل حسن الکلام
۱۳۲۴ھ

وله

خوشا وصفے کہ شد وجہ شرف در ذاتِ انسانے — چہ انسانے کہ در تشریفِ تن دارد دل و جانے
دل وجانم فدائے عہدِ مسعودِ جہانبانے — کہ برگردون رساند قدرِ او قدرِ سخندانے
سخندانے کہ عہدِ میمنت مہدِ جہانبانش — عطا کردست در عالم جلیل المرتبت شانے
چہ شانے کز پسندِ خسروِ ذیشان سخن پرور — بدیوانِ سخن پیدا کند از یک سخن جانے
چہ دیوانے کہ در دیوانِ عامِ دولتِ آصف — فتد جانِ سخن در قالبش از حکمِ سلطانے
چہ سلطانے کہ تا بنہاد او درجانِ سخن نامش — ببین مقبولِ طبع ست این جلیل القدر دیوانے
۱۳۲۴ھ
خداوندا نگہدارش زچشمِ زخمِ بدبینان — کہ چشمِ اوست بہرِ عالمِ دنیا نگہبانے

وله

بہ عالم تازہ ترشد قصۂ عشقِ گل و بلبل — نسیمِ جانفزا تا در گلستانِ سخن آمد
بحمد اللہ کہ شد مطبوع دیوانِ جلیل الشان — کہ مضمونِ بلندش شاہدِ شانِ سخن آمد
چہ شانے کز سخن پیدا کند قدرِ سخنگو را — سخنگوئے کہ صدرِ نکتہ سنجانِ سخن آمد

زطبعِ رشتم بشنو ولاؔ تاریخِ طبعِ او — ببین در قالبِ طبعِ جلی جانِ سخن آمد

۱۳۴۴ھ

ولہ

مطبوع شد کلامِ جلیلِ خجستہ فال — درخلق چون بخاطرِ عشاق مہوشے

نقش است سالِ طبع بلوحِ دلِ ولاؔ — جانِ سخن بقالبِ دیوانِ دلکشے

۱۳۴۴ھ

ولہ

عکسِ کلامِ جلیل دیدۂ حیران مین ہے — جوہرِ نظمِ جمیل آئنۂ جان مین ہے

مصرعِ مشکین کا رنگ مطلعِ دیوان کا ڈھنگ — ابروِ خوبان مین ہے زلفِ پریشان مین ہے

ہے سخنِ دلفروز مہرِ فلک نیمروز — اس کا گداز اسکا سوز شمعِ شبستان مین ہے

شاخِ گل و گلبدن میوۂ سیبِ ذقن — غنچۂ شیرین دہن اس چمنستان مین ہے

طبعِ روان جوئبارِ فکرِ سخن آبیار — باغِ سخن کی بہار طبعِ سخندان مین ہے

نظم ہے یہ دلپسند خلق ہوئی بہرہ مند — قدر یہ کلامِ بلند آصفِ دوران مین ہے

فخر ہے مجکو ولاؔ مصرعِ تاریخ کا — جانِ سخن مرحبا قالبِ دیوان مین ہے

۱۳۴۴ھ

ولہ

دیوانِ جلیل ہے جلیل الشان ہے — یہ (جانِ سخن) ہے اور سخن کی جان ہے

تاریخ سے ظاہر ہے ولاؔ شان اسکی — اقلیمِ سخن کے شاہ کا دیوان ہے

۱۳۴۴ھ

جناب مولوی سید عبد الغفور صاحب شہبازؔ بہاری ستھانوی مددگار ناظم ندوۃ العلما تلمیذِ مصنف

کوئی وصفِ کلامِ حضرتِ استاد کیا لکھے — کہ ہے جانِ سخن خود آئنہ حُسنِ طبیعت کا

شہرتؔ تاریخ دیوان کے لیے جب فکر کی مین نے — فصاحت نے کہا۔ گویا مرقع ہے بلاغت کا

۱۹۱۶ء

نوٹ یہ تاریخ طبعِ اول کے وقت اندراج سے رہگئی تھی لہذا اب شامل کردی گئی

(تمام شد)

(بتاریخ ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۴۶ھ)